آیات قرآنیہ و حدیثِ نبویہ سے مرصّع صحابہ کرام کے اقوال اور صالحین امت کے
آثار سے مزیّن "شانِ سیّدنا امیر معاویہ" اور منکرینِ نعرہ تحقیق حق چار یار" کے ردِّ بلیغ پر
تحقیقِ انیق

نجوم التحقیق

محققِ اہل سنّت شیخ الحدیث علامہ قاضی
عبد الرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا

آیات قرآنیہ و حدیث نبویہ سے مرصع صحابہ کرام کے اقوال اور صالحین امت کے آثار سے مزین "شانِ سیدنا امیر معاویہ" اور "منکرین نعرہ تحقیق حق چار یار" کے رد بلیغ پر

تحقیق انیق

محقق اہل سنت شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبد الرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم گریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا کری روڈ راولپنڈی

{جملہ حقوق بحق مصنف وناشر محفوظ هیں}

نام کتاب: **نجوم التحقيق**

مصنف: محقق العصر شیخ الحدیث علامہ عبدالرزاق بھترالوی حطاروی

کمپیوٹر گرافکس: حافظ محمد اسحاق ہزاروی

کمپوزر: تیمور حسین ستی، مدثر ظہیر ستی

کمپوزنگ: مہر العلوم کمپیوٹر کمپوزنگ سینٹر شکریال

ناشر: مکتبہ امام احمد رضا کری روڈ شکریال راولپنڈی

E.mail:Mehrul.uloom@yahoo.com

0321.5098812

ملنے کے پتے:

1. اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
2. یونیورسٹی بک سینٹر اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
3. علامہ فضل حق پبلی کیشنز لاہور
4. مکتبہ قادریہ لاہور
5. شبیر برادرز اردو بازار لاہور
6. مکتبہ غوثیہ پشاور
7. مکتبہ انوار القرآن جامع مسجد میمن مصلح الدین گارڈن کراچی
8. مکتبہ فیضان سنت واہ کینٹ

ضروری التماس: ادارے نے اپنی بساط کے مطابق ہر ممکنہ کوشش سے پروف ریڈنگ کی کوشش کی ہے تاہم بتقاضائے بشریت کمپوزنگ کی کوئی غلطی نظر آئے تو تحریری طور پر مطلع فرمادیں۔

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

عَرضِ ناشر

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم !

اللہ رب العزت نے اپنے رسول مکرم، جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کو سید الانبیاء اور خاتم الانبیاء منتخب فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تمام انبیاء میں سے پسند فرمایا اسی طرح آپ کے دین کو تمام ادیان پر، آپ پر نازل کردہ کتاب کو تمام آسمانی کتابوں پر، آپ کی امت کو تمام امتوں پر اور آپ کے صحابہ کرام کو تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

یہ وہ نفوس قدسیہ تھے جن کو رب تعالیٰ نے افضل الانبیاء، سید المرسلین جناب نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف عطا فرمایا۔ رب تعالیٰ نے ان پاکیزہ ہستیوں کے لئے "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

"رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" "اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔"

حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے:

"عن ابن مسعود قال من كان مستنا فليستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن عليه الفتنة آولئك اصحاب محمد ﷺ كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا فضلهم واتبعوا على اثارهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم على الهدى المستقيم رواه رزين"

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم میں سے جو سیدھی راہ جانا چاہے تو وہ فوت شدہ بزرگوں کی راہ چلے اسلئے کہ زندہ فتنہ سے مامون نہیں وہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام ہیں، جو اس امت کے بہترین، دل کے نیک، علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور دین کو قائم رکھنے کے لئے منتخب فرمایا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو اور بقدر استطاعت ان کے نقش قدم پر چلو اور ان کے اخلاق اور سیرت کو مضبوطی سے پکڑو اسلئے کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔

یہ حدیث پاک غیر مخصوص البعض ہے۔ آیئے! مخصوص البعض حدیث پاک کو دیکھیے:

"علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المهدیین۔" (مشکوۃ باب الاعتصام)

""تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔""

اس حدیث پاک کی وضاحت محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں دیکھیے:

"قیل هم خلفاء الاربعة ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم۔" (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۴۲)

""کہا گیا ہے وہ چار خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ہیں۔""

صدیق عکسِ حسنِ جمالِ محمد است
فاروق ظلِ جاہ وجلالِ محمد است
عثمان ضیائے شمع جمالِ محمد است
حیدر بہار باغِ خصالِ محمد است

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حسن وجمال کا عکس ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے رعب ودبدبہ کا سایہ ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چراغ نور کی کرن اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے اخلاق حسنہ کے چمن کی بہار ہیں۔

چونکہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کو نبی پاک ﷺ سے نسبت ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے دونوں کی تعظیم وتوقیر کرنا اہل سنت کا ہی طرہ امتیاز ہے۔ نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام کو آسمانِ رشد وہدایت کے ستارے قرار دیا اور اہل بیت اطہار کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی۔ لہٰذا اہل سنت اہلِ بیت اطہار کی کشتی پر بیٹھ کر صحابہ کرام کو اپنی نشان منزل قرار دیتے ہیں، اسی میں ان کی فلاح مضمر ہے۔ مجدد مائۃ حاضرۃ، صاحب حجت قاہرہ، مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہلِ سنت کا ہے بیڑہ پار کہ اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فرامین رسول ﷺ کو اپنی پلکوں کی زینت بنا دیا جاتا اور ان

ارشادات کے سامنے گردن جھکا دی جاتی مگر ستیاناس ہو تعصب وہٹ دھرمی کا کہ یہ دل سے خلوص، عقل سے فہم، اور زبان سے سچائی کا خاتمہ کر دیتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی توفیق بندے کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو انسان علم کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود ایسی بہکی بہکی اور بے سروپا باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے کہ سبحان اللہ! ان کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے۔

محقق العصر، شیخ التفسیر والحدیث استاذی المکرم، عالم باعمل، علوم عقلیہ ونقلیہ میں ید طولیٰ رکھنے کے ساتھ ساتھ نڈر وبے باک "القول بالحق وان المقول له کبیر" کے مصداق بھی ہیں۔ اسی لئے آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی افکار کی ترجمانی فرماتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف "**نجوم التحقیق**" (جو کہ سورۃ النساء کی آیت 137 کی تفسیر ہے) میں خلفائے راشدین، اہلِ بیت اطہار کے فضائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ نیز فریقِ مخالف کی طرف سے مذعومہ ارتدادِ صحابہ کرام، خلافتِ بلافصل اور خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر رطب ویابس سے لبریز تاریخ کے آئینے میں کئے جانے والے اشکالاتِ فاسدہ اور خرافاتِ خود ساختہ کے مسکت جواب ارشاد فرمائے ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم کے حکم کے مطابق ""فضائل صحابہ کرام واہل بیت اطہار" پر "**انوار التحقیق**" اور افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر "**جواھر التحقیق**" ان شاء اللہ عنقریب ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کریں گے۔

جامعہ جماعتیہ مہر العلوم کا شعبہ نشر واشاعت "**مکتبہ امام احمد رضا**" جو کہ اعلیٰ حضرت کے نظریات کا ترجمان ہے، مسلکِ حق کی ترویج واشاعت کے لئے سرگرم عمل ہے اور بہت قلیل عرصے میں بڑی سعادتوں سے بہرہ ور ہوا ہے۔

قارئین کرام! جہاں آپ اپنے والدین اور عزیز واقارب کے لئے دعا فرماتے ہیں وہاں ہمارے ادارے کی ترقی اور قبلہ استاذی المکرم کی صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

تراب نعال علماء اهل الحق

حافظ محمد اسحاق ہزاروی

تقریظ جلیل

پاسبانِ مسلک اعلیٰ حضرت، پیرطریقت، رہبرشریعت، امیرمحترم

سیدشاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ

خلیفہ مجاز بریلی شریف وصدر جماعت اہلسنت پاکستان، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے!!

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(سورۂ فتح، آیت ۲۹)

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتداء میں اسلام کے ماننے والے کم تھے رب کریم نے صحابہ کے ذریعے اسے طاقت دی اور اللہ ورسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا"۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت مقدسہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صفات بیان ہوئی ہیں کہ وہ آپس میں مہربان ونرم دل ہیں اور کافروں پر سخت ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان کی صفات توریت وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی راہ حق پر استقامت اور باہم خلوص ومحبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ تو خوش ہوتے ہیں مگر کافروں کے دل جلنے کڑھنے لگتے ہیں۔ جن کے ایمان وتقویٰ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ گواہی دی ہے اور ان سے جلنے والوں کو کافر بتایا ہے۔

صحابی وہ خوش نصیب شخص ہے کہ جس نے ایمان اور ہوش کے ساتھ حضور سید عالم ﷺ کو ایک نظر دیکھا ہو یا ان کی صحبت میں رہا ہو اور ایمان پر جس کا خاتمہ ہوا ہو۔ اسلام میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بڑا رتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے، کوئی کتنا ہی بڑا ولی، غوث، قطب، ابدال کیوں نہ ہو کسی صحابی کے مقام ومرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ وہ عظیم جماعت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا، ارشاد ہوا!! "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" "اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی"۔ حضور سید عالم ﷺ نے ان کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا!! "اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ" "میرے تمام صحابہ ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔ نیز ارشاد فرمایا کہ!! "اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ" "صحابہ کی عزت کرو کہ وہ تم میں بہترین ہیں"۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ مقدس افراد ہیں کہ جن کی محبت ایمان کی علامت ہے اور جن سے بغض ایمان سے محرومی کا سبب ہے ان کے درجات اور مراتب میں ضرور فرق ہے لیکن نفس صحابیت میں ان میں باہم کوئی تفریق نہیں۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے کچھ سنی، حنفی بریلوی کہلانے والے، عوام نہیں علماء، بعض صحابہ کرام سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور بعض سے بغض کا اظہار کرتے ہیں خصوصاً حضرت سیدنا امیر

معاویہ اور ان کے والد حضرت سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما پر اپنی تقاریر میں تنقید کرنے سے نہیں چوکتے۔

اس تنقید کے بھی دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ اسلام لانے سے پہلے جوانہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں یا مخالفت کی۔ اس حوالے سے ان کا تذکرہ کرنا، تو عرض ہے کہ پھر سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہی کیوں؟ سیف اللہ کا خطاب پانے والے حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سمیت کئی صحابہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل ایسی جنگوں میں حصہ لیا اور خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کہ جن کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ابن خطاب ہوتے، جیسی شخصیت سمیت کئی جلیل القدر صحابہ نے قبول اسلام سے قبل اسلام کی مخالفت کی، تو کیا اب بھی ان واقعات کو بیان کر کے ان پر تنقید کرنا درست ہوگا، یقیناً نہیں جب اللہ تعالیٰ نے کلمہ پڑھنے سے کفر جیسا گناہ معاف کر دیا تو کیا جنگ میں حصہ لینا، لڑنا اور مخالفت کرنا اس سے بڑے گناہ ہیں۔

تنقید کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد صحابہ کرام کے باہم اختلافات کو بیان کر کے ان میں سے ایک پر طعن کیا جائے۔ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ کا واضح ارشاد گرامی ہے کہ!! ''اِیَّاکُمْ وَمَاشَجَرَبَیْنَ اَصْحَابِیْ'' ''میرے صحابہ کے آپس کے اختلافات میں خاموش رہو''

نیز فرمایا!! ''اِذَاذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا'' جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو''۔
اور فرمایا!! ''اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا'' ''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انہیں اعتراض کا نشانہ نہ بناؤ''۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ!! ''تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلیطھر عنھا السنتنا'' ''اس خون سے

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا تو مناسب ہے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھیں''۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!!

''اہلسنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے صحابہ کو ہمیشہ نیک الفاظ سے یاد کرنا چاہیے۔ بغض سب وشتم، اعتراضات وانکار ان کی ذات پر کرنا نامناسب ہے اور ان کے معاملہ میں کسی کی بے ادبی روا نہیں رکھنی چاہیے۔ کیونکہ ان لوگوں کو سرکار دوعالم ﷺ کی پاکیزہ محبت نے پاک کر دیا تھا۔ ان کے فضائل، مناقب اور درجات میں اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ موجود ہیں۔ صحابہ کرام کے بعض اختلافات یا محاربات یا اہل بیت کے حقوق میں کوتاہی اور ان کے آداب میں کمی کی روایات ملتی ہیں۔ ان سے اعراض کرنا ضروری ہے۔ اور نظر انداز کر دینا چاہیے اور گفتہ ناگفتہ اور شنیدہ ناشنیدہ پر عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی محبت اور مجلس یقینی امر ہے۔ مگر اہل بیت کے ساتھ معاملات محض ظنی ہیں۔ اور یقین کی فضیلت کو چھوڑ کر ظن اور گمان کے اختلافات میں پڑنا درست نہیں۔''

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!!

''صحابہ کرام کے سینے آپس کے کینہ، بغض وحسد سے بالکل پاک وصاف تھے کیوں کہ قرآن کریم ان کے متعلق اس طرح صفائی بیان فرما رہا ہے'' والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ''اور وہ جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم وکرم والے'' (سورۂ فتح، آیت ۲۹)

جب رب تعالیٰ ان کے متعلق اعلان فرما رہا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔

ایک مومن مسلمان، تمام صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبت سے سرشار ہوتا ہے،

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”خبردار ہو جاؤ!! تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا“۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

نیز حضور ﷺ نے فرمایا!! ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے“۔ اس حدیث میں صحابہ کرام کو آسمانِ ہدایت کے ستارے فرمایا اور مذکورہ بالا حدیث میں اپنے اہل بیت کو کشتی کی مثل قرار دیا۔ گویا منزل پر پہنچنے کیلئے اہل بیت اطہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہونا بھی ضروری ہے اور منزل کے حصول کیلئے ستاروں سے رہنمائی لینا بھی ضروری ہے۔ الحمد للہ! اہلسنّت ہی اہلِ بیت اطہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہو کر نجومِ ہدایت یعنی صحابہ کرام سے روشنی لیتے ہوئے منزلِ مقصود حاصل کرتے ہیں۔

لہٰذا جو حضرات اس معاملہ میں بیباک ہوتے جا رہے ہیں ان سے میری گزارش ہے کہ روافض اور متعصب مؤرخین کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے صحابہ کرام کی نفوسِ قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کر کے اپنے ایمان کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء میں فرماتے ہیں: جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (اعتقاد الاحباب، ۴۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہلِ بیت اطہار کی شان میں آیات و احادیث اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث مقدسہ فقیر کی کتاب ”فضائل صحابہ و اہل بیت“ میں دیکھی جا سکتی ہیں یہاں اس کی گنجائش نہیں۔

مخدوم و محترم شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد الرزاق بھترالوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی، اللہ تعالیٰ ان کو سلامت با کرامت رکھے، انہوں نے نہایت مختصر وقت میں اس ضخیم کتاب کو لکھ کر مجھ سمیت بہت سوں کو حیران کر دیا ہے۔ تدریسی اور دیگر تصنیفی مصروفیات اور

خصوصاً تفسیر نجوم الفرقان کی تصنیف، دار العلوم کے معاملات اس کے انتظام و انصرام کے ساتھ ساتھ اس قدر ضخیم کتاب کا اتنے مختصر وقت میں مکمل ہونا یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم کا مظہر ہے۔ اور حضور سید عالم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی تعمیل ہے کہ!! ”اِذَاظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْقَالَ بِدَعٌ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ“ جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے، پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے“۔

حضرت علامہ بھترالوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے دلائل و براہین سے حق کو واضح فرما دیا ہے، اب اسکو قبول کرنے میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو نافع ہر خاص و عام بنائے۔ آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہلسنّت پاکستان، کراچی

تقریظ جلیل

استاذ العلماء، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

استاذ العلماء، فخر المدرسین، شیخ الحدیث، مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالرزاق چشتی بھترالوی دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک بلند پایہ محقق ومدرس، عالم باعمل اور سریع القلم کہنہ مشق مصنف ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی متعدد علمی وتحقیقی (درسی وغیر درسی) تصانیف منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر اہلِ علم سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں جبکہ قرآن مجید سمیت کئی کتابیں زیرِ قلم ہیں۔

پیشِ نظر کتاب "**نجوم التحقیق**" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں موصوف نے سورۃ النساء کی آیت 137 کی تفسیر پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے، جس کو بعض مقامات سے راقم نے پڑھا ہے۔ کتاب ہذا میں مصنف مدظلہ العالی نے مختلف تفسیری اقوال ذکر کر کے قول راجح کا انتخاب فرماتے ہوئے دلائل وبراہین سے وجوہِ ترجیح کو ذکر کیا اور اقوال مرجوحہ کے ضعف پر مدلل گفتگو فرماتے ہوئے اعتراضات واشکالات کے زوردار جوابات دیئے ہیں۔

فضائل صحابہ کرام، ان کی ترتیبِ افضلیت خصوصاً عظمت وفضیلت خلفاءِ اربعہ وترتیب خلافت، اقسام وشرائطِ خلافت اور اوصاف خلافتِ راشدہ جیسے اہم حساس موضوعات پر اہل سنت وجماعت کی کما حقہ ترجمانی کی ہے۔ نیز روافض کی طرف سے صحابہ

کرام پر ارتداد کا الزام، عقیدہ خلافت بلافصل اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر معاندانہ تنقید جیسے خرافات کا علمی محاسبہ فرماتے ہوئے ان کے استدلالاتِ فاسدہ کے دندان شکن جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصنف مدظلہ کی مساعی جمیلہ اور علمی کاوشوں میں مزید برکتیں عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تقریظ جلیل

استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد گل احمد خان عتیقی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ
شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ، جامعہ ہجویریہ لاہور

باسمہ سبحانہ وتعالی حامدا مصلیا مسلما:

ماضی میں ہمارے جلیل القدر ہمیں داغِ مفارقت دے کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان میں ہمارے عظیم مصنفین ان میں سے ایک نامور شخصیت بحر العلوم جامع معقول ومنقول شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی شارحِ بخاری مہتمم جامعہ سراجیہ فیصل آباد اعظم آباد مرحوم ومغفور بھی تھے۔ علاوہ ازیں ۲۰۱۰ء کی کثیر التصانیف شخصیت شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا فیض احمد اویسی مرحوم ومغفور کے علاوہ خصوصاً محقق اہل سنت شرف ملت ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ مولانا عبد الحکیم شرف قادری مرحوم کے وصال کے بعد بظاہر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ تحریری دنیا میں پیدا ہونے والا خلاء شاید کبھی پر نہ ہو سکے گا لیکن مسلکِ حق نے تا قیامِ قیامت غالب وبرقرار رہنا ہے اس لئے اسے اللہ تعالی کی تائید ونصرت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالی اس نشر واشاعت کے کچھ نہ کچھ اسباب مہیا فرما دیتے ہیں اور اسی تائید الٰہی سے ایک طرف دعوت اسلامی کے فاضلین ومحققین بڑے منظم طریقے سے میدان عمل میں اتر پڑے اور انہوں نے ہر شعبہ اور ہر فن میں تصانیف وتحریرات کے انبار لگا دیئے اور ان کے علاوہ آصفِ وقت ترجمانِ اہلِ سنت مخدومِ ملت حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی نے باطل فرق کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے میدان مناظرہ اور میدان تحریر میں مخالفین کے چھکے چھڑا دیئے مگر باوجود ایں ہمہ شرف ملت کا خلاء پر ہوتا نظر نہیں آتا تھا تو اللہ کریم نے اہل سنت کی تائید ونصرت سے فخر المحققین، عمدۃ المدرسین، رئیس المفسرین فی زمانہ ترجمانِ اہلِ حق علامہ عبد الرزاق بھترالوی کی صورت میں ہمیں عظیم

محقق عطا ہوا، جو شاید شرف ملت کا نعم البدل نہ ہو لیکن بدل ضرور ہے کیونکہ آپ بھی شرف ملت کی طرح مسلک کی سربلندی کے لئے چومکھی لڑائی لڑ رہے ہیں۔

راقم کی آپ سے اس وقت سے شناسائی ہے، جب آپ اہلِ سنت کی قدیمی مرکزی درس گاہ ''حزب الاحناف لاہور'' میں مسند تدریس پر فائز تھے۔ آپ کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نواز رکھا ہے۔ آپ نہایت سلجھے ہوئے مدرس بالغ النظر محقق اور کثیر التصانیف شخصیت ہیں۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ''تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان'' جس کی برکت سے آپ نے تصانیف کے انبار لگا دیئے، جس کا اظہار آپ نے خود فرمایا۔ ویسے تو آپ کی ہر تصنیف قابلِ صد ستائش اور قابل مطالعہ ہے لیکن درسی کتب پر آپکے عام فہم اردو عربی حواشی خاص کر فقہ حنفی کی مشہور ومستند اور مشکل ترین کتاب ''ہدایہ'' پر آپکے عربی حاشیہ نے علمی حلقوں میں آپکی علمی شہرت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپکی تصانیف میں سے آپ کی تفسیر ''نجوم الفرقان'' آپکا عظیم علمی شاہکار ہے، جس میں آپ نے موقع محل کی مناسبت سے ٹھوس اور مدلل انداز میں مسلک حق اہل سنت وجماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے نہایت محققانہ انداز میں نت نئے معرض وجود میں آنے والے فرقوں اور فتنوں کی سرکوبی بھی کی ہے اور آپکی زندگی کا مقصد وحید بھی اسلام کی سربلندی احقاق حق اور ابطال باطل ہے۔

زیر نظر کتاب ''**نجوم التحقیق**'' بھی سورہ نساء آیت نمبر ۱۳۷ کی تفسیر کی ہے اور موقع ومحل کی مناسبت کے پیش نظر یہاں متعدد مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔

آپ کا انداز تحریر نہایت عام فہم، محققانہ، مدللانہ، مدبرانہ، ناصحانہ، غیر معاندانہ اور غیر جارحانہ ہے۔ جس کا مقصد مخالف کو زچ اور خاموش کرانا نہیں ہوتا بلکہ دلائل کی روشنی سے دعوت حق دے کر گمراہی کے دلدل میں پھنستے ہوئے بے راہ رو کو راہ راست پر لا کر اس کی عاقبت کو سوارنا ہوتا ہے اس موقع پر اگر یہ کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا کہ ''مشک آں باشد کہ خود

بوید نہ کہ عطار بگوید۔'' اسلاف کے ساتھ عقیدت ومحبت مسلکِ حق اہل سنت کے ساتھ وابستگی عقائد ونظریات میں پختگی' متانت' سنجیدگی آپ کا طرہ امتیاز ہے۔

موجودہ دور میں اگر کسی کو کچھ لکھنا پڑھنا آجائے تو وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ ''ہمچوں ما دیگرے نیست۔'' یہ سمجھتے ہوئے وہ اسلاف سے کٹ کر اور اہل سنت سے ہٹ کر اپنی دنیا علیحدہ بسانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح وہ ایک نئے فرقے بالفاظِ دیگر ایک نئے فتنے کا موجد بننے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

آپ نے سخنِ اولین میں اسلاف کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:

''میرے عقائد ونظریات وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی ؒ نے قرآن وحدیث کی تشریحات بیان فرمائی ہیں۔''

اور عقائد ونظریات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سب صحابہ سے افضل ہیں۔ خلفاء راشدین کے فضائل پہلے ہی اسی ترتیب پر تھے جس پر قدرتی طور پر ان کی خلافت کی ترتیب بھی قائم ہوگی۔''

فاضلِ محترم نے جس عقیدہ کا ذکر کیا' اہل سنت وجماعت کا یہی اجماعی عقیدہ اور کتب عقائد کے متون وشروح سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ موجودہ دور کے فتنوں میں سے یہ بھی ایک بڑا فتنہ ہے کہ حضرت علی مولا مشکل کشا ؓ کی افضلیت کی آڑ میں تنقیصِ شانِ صدیقی کی جارہی ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کی عظمتِ شان میں آنے والی درجنوں آیات اور متعدد احادیث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے یہ کہا جارہا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کی افضلیت کے بارے میں صرف ایک حدیث ہے' وہ بھی معارضے سے خالی نہیں اور دوسری طرف حضرت مولا علی مشکل کشا ؓ کی عظمتِ شان بیان کرنے کے لئے موضوع احادیث کا سہارا لیا جارہا ہے اور اس انداز سے حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کا

تذکرہ کیا جاتا ہے' جس سے واضح طور پر شانِ صدیقی کی تنقیص معلوم ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ:

''خلافت کے لئے افضل ہونا کوئی ضروری نہیں خلافت کے لئے ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو عمر رسیدہ اور بردبار ہو۔''

واضح ہوا اس قسم کے باطل نظریات کی تردید فوری طور پر اشد ضروری تھی۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ''**نجوم التحقیق**'' کی فوری اشاعت ضروری تھی' اس لئے فاضلِ اجل نے دیگر تصانیف کی اشاعت کو مؤخر کرتے ہوئے ''**نجوم التحقیق**'' کی اشاعت کو مقدم رکھا۔ اللھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم موصوف کی عمر دراز فرمائے اور انہیں دینِ متین کی خدمت کی مزید توفیق عنایت فرمائے اور اس پرفتن دور میں ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے آخرت میں آپ ﷺ کی شفاعت نصیب فرماتے ہوئے اپنے دیدار سے نوازے۔

حررہ

مفتی محمد گل احمد خان عتیقی

خادم الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار داتا صاحب لاہور

خادم الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج عقب دربار داتا صاحب لاہور

15/06/2011

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❁............سخن اولین............❁

میرے عقائد ونظریات وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت مولینا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کی تشریحات بیان فرمائی ہیں۔ابتداء تعلیم سے لے کر آج تک اسی مسلک پر قائم ہوں' اللہ تعالیٰ اسی پر قائم رکھے' اسی پر قائم رہتے ہی ان شاء اللہ خاتمہ بالایمان نصیب ہونا ہے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔خلفاء راشدین کے فضائل پہلے ہی اسی ترتیب پر تھے جس پر قدرتی طور پر ان کی خلافت کی ترتیب بھی قائم ہوگئی۔اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان' حضرت ہندہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نجباء صحابہ سے ہیں۔میں کسی صحابی کو کم درجہ یا زمین کی طرح پست نہیں کہتا بلکہ سب کو آسمانِ رشد کے روشن ستارے مانتا ہوں' البتہ بعض کی بعض پر فضیلت ضرور مانتا ہوں' کسی کو دوسرے سے سفل درجہ دے کر صحابی کی توہین کا مرتکب نہیں ہوتا۔یہ سبق مجھے رب تعالیٰ کے ارشاد گرامی سے ملا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ' (سورۃ البقرہ ۲:۲۵۳)

"یہ رسول ہیں فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض پر۔"

رب تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے بعض کو بعض سے پست کیا۔اگر کوئی شخص کسی نبی کا اسم گرامی ذکر کرکے یہ کہے "فلاں نبی تو زمین ہے" اور دوسرے نبی کا نام لے کر کہے "وہ تو آسمان ہے" تو جس نبی کو زمین کہا' اس کی شان میں گستاخی کی گئی' اور یہی سبق مجھے نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ملا:

"عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف

اصحابی من بعدی فأوحی الی یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولكل نور فمن اخذ شیٔ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی قال وقال رسول الله ﷺ اصحابی كالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم"۔

(رواہ رزین' مشکوۃ مناقب الصحابہ ص ۵۵۴)

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے میرے بعد اختلاف کے بارے میں پوچھا تو رب تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد ﷺ! بیشک تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں' جس طرح وہ بعض دوسرے بعض سے قوی ہیں' اور ہر ایک کو نور حاصل ہے جس نے ان کے اختلاف میں سے کسی پر بھی عمل کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔"

نتیجہ واضح ہے:

سب صحابہ ستاروں کی طرح نورانی ہیں کوئی پست نہیں البتہ بعض بعض سے قوی ہیں' ستاروں کی راہنمائی حاصل نہ کرنے والا ابھی بھٹکا ہوا ہے' اور اہل بیت اطہار سے محبت نہ کرنے والا' ان کی محبت کی کشتی میں نہ بیٹھنے والا ابھی بھٹکا ہوا ہے۔

"عن أبی ذر أنه قال وهو آخذ بباب الكعبة سمعت النبی ﷺ یقول الا ان مثل اهل بیتی فیكم مثل سفینة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها هلك"۔

(رواہ احمد، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت)

"حضرت ابوذر نے کعبہ شریف کے دروازہ کو پکڑ کر کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا خبردار بیشک تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات حاصل کرگیا اور جو اس میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔"

کیا خوب کہا علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے:

"نحن معاشر اهل السنة بحمد الله ركبنا سفينة محبة اهل البيت واهتدينا بنجم هدى اصحاب النبى ﷺ فنرجوا النجاة من اهوال القيامة ودركات الجحيم والهداية الى ما يوجب درجات الجنان والنعيم المقيم"۔

(مرقاۃ فی شرح الحدیث المذکور)

''ہم اہل سنت بحمد اللہ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور صحابہ کرام کی ہدایت کے ستاروں سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ ہمیں قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے تمام طبقات سے نجات حاصل ہو گی اور ایسے راستے کی ہدایت حاصل ہوگی جو ہمیں جنت اور نعیم مقیم میں پہنچادے گی۔''

یہی میرا عقیدہ ہے:

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبت میرا جزءِ ایمان ہے ایسی شانِ صحابہ بھی نہیں بیان کرتا کہ مجھے کوئی خارجی سمجھنے لگے اور ایسی شان اہل بیت بھی نہیں بیان کرتا کہ مجھے رافضی سمجھا جائے۔ کسی اور صحابی کا تقابلی طور پر ذکر نہ کرنا صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیش کرنا بغضِ معاویہ کی غماضی کرتا ہے تمام خلفاء راشدین کی خلافت کی ترتیب کو برحق مانتا ہوں اس قول کو غلط مانتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو اپنا خلیفہ بلافصل مقرر فرمایا اس لئے اہل سنت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا مقرر کردہ کوئی خلیفہ بلافصل نہیں۔ نجم الملۃ والدین عمر بن محمد بن نسفی متوفی ۵۳۷ھ اپنی کتاب ''عقائد نسفیہ'' میں فرماتے ہیں:

"افضل البشر بعد نبينا ابوبكر الصديق ثم عمر فاروق ثم عثمان ذوالنورين ثم على المرتضى"

''ہمارے نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ کے بعد یا یہ کہیں سب انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضی

(رضی اللہ عنہم) ہیں۔''

علامہ نسفی خلفاء راشدین کی خلافت کے متعلق فرماتے ہیں:

"وخلافتهم ثابتة على هذا الترتيب يعنى ان الخلافة بعد رسول الله ﷺ لابى بكر ثم لعمر ثم لعثمان ثم لعلى" (رضى الله عنهم)

''بیشک خلافت رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کیلئے اسی ترتیب مذکور کے مطابق ثابت برحق ہے۔''

مسئلہ خلافت میں اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف:

اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی اپنا خلیفہ بلافصل مقرر کر دیا تھا اس میں ان کے اس عقیدہ پر ان کی اذان بہت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے جس میں انہوں نے یہ الفاظ شامل کر رکھے ہیں:

"اشهد ان امير المؤمنين امام المتقين على ولى الله وصى رسول الله خليفة بلا فصل"

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اجماع امت سے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول اور خلیفہ بلافصل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کو خلیفہ بلافصل نہیں نامزد کیا البتہ نبی کریم ﷺ کی احادیث سے آپ کے خلیفہ اول ہونے کے اشارات ملتے ہیں۔ (زیادہ تفصیل راقم کی نجوم الفرقان کے حصہ دوم میں دیکھیئے)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم ہیں ان کی خلافت بالترتیب کا حق ہونے کا ثبوت موجود ہے جو عقائد نسفیہ سے نقل کر دیا گیا عقائد نسفیہ کی شرح کا نام ہی ''شرح عقائد'' ہے جسے پڑھا اور پڑھایا انہی عقائد پر بفضلہ تعالیٰ قائم ہوں۔

اہل تشیع کے نزدیک پہلے تین خلفاء کی خلافت ناحق ہے کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی وصیت پر عمل نہیں کیا اس طرح انہوں نے ظالمانہ طریقے سے خلافت حاصل

کی گویا کہ تینوں خلفاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق چھین لیا۔ جھگڑا اس بات میں ہے کیا چار خلفاء اپنے اپنے وقت پر حق پر تھے یا تین کی خلافت باطل تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی وصیت پر عمل نہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق چھین لیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل اہل تشیع بھی نہیں کہتے وہ تو حسین حسین کہتے ہیں، حسن حسن نہیں کہتے کیونکہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے اس لئے ناراض ہیں کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی، کاش کہ ان کو نبی کریم ﷺ کا ارشاد نظر آتا۔

"ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین"۔
(رواہ البخاری عن ابی بکرۃ، مشکوۃ باب مناقب اہل البیت)

"بیشک یہ میرا بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

یہی وجہ ہے کہ نعرہ تحقیق کا جواب "حق چار یار" دینا، اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے یہی میرا عقیدہ ہے، کیونکہ اس میں اہل تشیع کا رد ہے، جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل مقرر کر رکھا ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک یہ جواب درست نہیں، اس لئے کہ "حق چار یار" کہنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلافصل ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

"حدثنا محمد بن المسکین ثنا محمد الفریابی قال سمعت سفیان یقول من زعم ان علیا رضی الله عنه کان أحق بالولایة فقد اخطأ ابا بکر وعمر والمهاجرین والانصار وما أراه یرتفع له مع هذا عمل الی السماء"۔
(ابوداؤد ج۲ ص۲۹۱ باب فی التفضیل)

"حضرت سفیان فرماتے ہیں: جس شخص نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ولایت کے زیادہ حق دار تھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے تو اس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو خطاء کا مرتکب ٹھہرایا اور تمام مہاجرین و انصار کو خطاء وار کہا اور میں ان کے عمل کو آسمان کی طرف اٹھتا ہوا نہیں دیکھتا"۔

یعنی ان کا عمل درجہ قبولیت میں نہیں آئے گا کیونکہ اجماع امت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنے پر صحابہ کرام کا اعتراض نہ کرنا اجماع سکوتی ہے، یعنی آپ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہے۔

"حق چار یار" کا یہ مطلب ہی نہیں کہ صرف چار یاروں کی خلافت حق ہے باقیوں کی خلافت باطل ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چار یاروں کی خلافت کی ترتیب حق ہے، کہ وہ اپنے اپنے وقت میں چار خلیفہ برحق ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل نہیں۔

رافضیوں کا "نعرہ تحقیق" کا جواب "حق چار یار" سے منع کرنا اسی وجہ سے ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل ثابت کرنا چاہتے ہیں، جو اس نعرہ سے ان کیلئے مشکل ہے۔ اہل تشیع کی اختراعی صورت کی کوئی حقیقت نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر "حق چار یار" سے خلافت مراد لیتے ہو تو "حق پانچ یار" کہو کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی حق ہے۔ آیئے! حدیث پاک دیکھئے جس میں پانچ کا ذکر ہے جن کا عادل ہونا مشہور ہے، اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

"حدثنا یحیی بن فارسی ثنا قبیصة ثنا عباد السماك قال سمعت سفیان یقول الخلفاء خمسة ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وعمر بن عبد العزیز"۔
(ابوداؤد ج۲ ص۲۹۱ باب التفضیل)

"عباد سماک کہتے ہیں: میں نے سفیان رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ خلفاء پانچ ہیں ابوبکر، اور عمر، اور عثمان، اور علی اور عمر بن عبد العزیز"۔ (رضی اللہ عنہم)

اگرچہ اس حدیث پاک سے پانچ خلفاء تو سمجھ آئے لیکن "حق چار یار" میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئے، ان کو کسی نے خلیفہ بلافصل نہیں کہا، اور وہ تابعی ہیں، وہ میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کے یار نہیں، بلکہ وہ یاروں کے یار ہیں۔ یار تو خاص دوست اور مددگار کو کہا جاتا ہے، اس لئے حدیث مذکور بالا کو دیکھ کر نعرہ تحقیق کا جواب "حق پانچ یار" نہیں دیا جائے گا۔

اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو میرے پیارے مصطفیٰ ﷺ نے "ابنی" (میرا بیٹا) کہا "یار" نہیں کہا وہ تو سات آٹھ سال کی عمر میں تھے' جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا وہ نواسۂ رسول اللہ ﷺ ہیں' اس لئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی آڑ میں یہ کہنا بھی غلط ہے کہ "نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق پانچ یار" دو۔

شیعہ حضرات کا دوسرا اختراعی قول یہ ہے کہ یا "نعرہ تحقیق" کے جواب میں "سب یار کہو" کیونکہ کہ نبی کریم ﷺ کے سب صحابہ کرام حق پر تھے' باطل پر نہیں تھے۔ ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں' اس لئے کہ جھگڑا اس بات کا نہیں کہ صحابہ کرام حق پر تھے یا باطل پر تھے کہ "حق چار یار" کہا جائے تو باقیوں کا ناحق ہونا ثابت ہوگا۔ جھگڑا اس بات کا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل تھے اور باقی تین خلفاء کی خلافت باطل تھی یا کہ چار خلفاء راشدین کی خلافت حق تھی۔

اہل سنت "نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق چار یار" دے کر ثابت کرتے ہیں کہ چار خلفاء راشدین کی خلافت حق پر تھی۔ رافضی "نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق سب یار" دے کر اصل اختلاف سے سادہ عوام کو پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیعہ حضرات کا تیسرا اختراعی قول یہ ہے کہ "نعرۂ تحقیق" نئی ایجاد ہے باقی نعرے قدیم ہیں۔ ان کا یہ قول بھی لغو اور باطل ہے آج کل کے مروج نعرے سب نئی ایجاد ہیں' سب ہی بدعات حسنہ ہیں۔ صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین کے زمانہ میں بلکہ تیرھویں صدی ہجری سے پہلے کس زمانہ میں یہ نعرۂ تھا کہ ایک ایک شخص کہے "نعرۂ تکبیر" دوسرے لوگ جواب دیں "اللہ اکبر" اور ایک کہے "نعرہ رسالت" تو دوسرے کہیں "یارسول اللہ" اور ایک کہے "نعرۂ حیدری" تو دوسرے کہیں "یاعلی" اور ایک کہے "نعرۂ غوثیہ" تو دوسرے کہے "یاغوث اعظم"۔

جب سب نعرے نئی ایجاد ہیں' بدعات حسنہ ہیں تو اسی طرح "نعرۂ تحقیق" بھی بدعت حسنہ ہے۔ اصل وجہ وہی ہے کہ شیعہ حضرات "نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق چار یار" دینے سے منع کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کرنا ثابت کرنا چاہتے ہیں ورنہ خود

کتنی بدعات پر عمل کر رہے ہیں۔

"حق چار یار" کی بات قدیم بزرگان دین سے آرہی ہے' اس سے پھیرنے کی کوشش دراصل نئی ہے۔

ہاں! ہاں! میرا عقیدہ وہی ہے جو سلف صالحین کا ہے:

بندہ پروردگارم امت احمد نبی
دوست دار چہار یارم تابع اولاد علی
مذہب حنیفہ دارم ملت حضرت خلیل
خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

میں رب تعالیٰ کا بندہ ہوں' نبی کریم ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کا امتی ہوں' چار یاروں کو میں دوست رکھتا ہوں' اولاد علی رضی اللہ عنہ کا تابع' حنفی مذہب رکھتا ہوں' حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملت پر ہوں' حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی خاک ہوں' ہر ولی کے سایہ کے نیچے ہوں۔

میں نے دینی تعلیم کو شروع کیا تو پہلے سال ہی پندنامہ عطار پڑھا۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنکہ شد یارش ابوبکر وعمر
از سر انگشت اوشق قمر
یکے اورا رفیق غار بود
واں دگر لشکر کش ابرار بود
صاحبش بودند عثمان و علی
بہر آن گشتند درعالم ولی
آں یکے کان حیاء وحلم بود
واں دگر باب مدینہ علم بود

آں رسول حق خیر الناس بود
عم پاکش حمزہ عباس بود
ہر دم از ما صد درود وصد سلام
بررسول و آل و اصحابش تمام

ترجمہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہوئے' آپ کی انگلی کے کنارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ وہ پہلے آپ کے غار کے ساتھی ہوئے' اور دوسرے مسلمانوں کے ایک لشکر کے قائد ہوئے۔ آپ کے یار عثمان وعلی رضی اللہ عنہما ہوئے آپ جہاں میں مددگار ہوئے' وہ ایک حیاء اور بردباری کی کان تھے' اور وہ دوسرے علم کے شہر کے دروازہ تھے۔ وہ رسول حق سب لوگوں سے بہتر ہیں' آپ کے چچا پاک حمزہ وعباس ہیں' ہر دم ہماری طرف سے سو درود وسلام ہوں' رسول اللہ پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر۔

''چار یاروں'' کا ذکر شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ یہ نئی ایجاد نہیں' بلکہ اس سے روکنا نئی کوشش ہے' پھر آپ نے دو پاک چچا یعنی ایمان لانے والے آپ کے دو ہی چچا تھے جن کا علیحدہ ذکر کیا' وہ صحابہ کرام تو تھے لیکن ان کو چچا کہا ''یار'' نہیں کہا۔

نوٹ: اعلیٰ حضرت مولٰنا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''شرح المطالب فی مبحث ابی طالب'' میں نے چھپوادی' اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

سیدالاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور ''حق چار یار'':

آپ سے جب ایک مولوی صاحب نے پوچھا کہ ''زائرین فرید فرید کیوں پکارتے ہیں' اللہ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ حضرت نے فرمایا: عرس کے موقعہ پر زائرین کا پورا نعرہ یہ ہوتا ہے:

اللہ محمد چار یار
حاجی خواجہ قطب فرید

(مہر منیر ص ۴۳۱)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ''چار یار'':

لحد میں عشق رُخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے
جناں بنے گی محبانِ چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

(حدائق بخشش دوم ص ۵۱، فرید بک سٹال لاہور)

ان مندرجہ بالا مضامین کو میں نے اپنی نجوم الفرقان پارہ پانچ سورۃ نساء کی آیۃ ۱۳۷ ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا'' کے تحت شامل کیا' کیونکہ اس کی تفسیر میں شیعہ حضرات نے تین صحابہ کرام کے سوا سب کو مرتد کہا۔ (العیاذ باللہ) کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل نہیں بنایا۔

پھر اہل تشیع زیادہ ہی حضرت ابوسفیان، حضرت ہندہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اچھال رہے تھے اور نعرہ تحقیق کی مخالفت میں زیادہ زور لگا رہے تھے تو اس وجہ سے ان مضامین کو ذکر کیا گیا' اگرچہ بحث طویل ہوگئی لیکن شیعہ حضرات کی یلغار اور پکار نے مجبور کیا' پھر دو آیات کریمہ بھی مدنظر تھیں:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝
(سورہ البقرہ ۲:۲۵۱)

''اور اگر اللہ لوگوں میں بعض کو بعض سے دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہاں پر فضل کرنے والا ہے۔''
(کنزالایمان)

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ ''اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے

لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ○

(سورۃ الحج ۱۷:۴۰)

سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دی جائیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بیشک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کے مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔" (کنزالایمان)

نوٹ:

جن مضامین کا میں نے ذکر کیا ہے کہ وہ میں نے نجوم الفرقان میں سورۃ نساء کی آیۃ ۱۳۷ کے تحت ذکر کئے ہیں ان کو تحریر کئے ہوئے تقریباً دو سال ہو چکے ہیں' کیونکہ اب تک بفضلہٖ تعالیٰ آٹھ پارے مکمل کر چکا ہوں۔

نجوم الفرقان کی طباعت میں تاخیر اس لئے ہوگئی کہ ہدایہ کا عربی حاشیہ "الجواہر السنایۃ" کے نام سے میں نے بفضلہٖ تعالیٰ مکمل کر لیا ہے اس کی طباعت کو پہلے ترجیح دی گئی' جس کی دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ارادہ تو یہی تھا کہ یہ مضامین نجوم الفرقان میں ہی چھپیں کچھ بزرگوں اور دوستوں کے مطالبہ پر ان کو علیحدہ بھی کتابی شکل میں چھاپنے کا ارادہ کر لیا ہے' جس کا نام "**نجوم التحقیق**" منتخب کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے اپنی عزت بھی گنوا بیٹھے اور مسلک حق کو بھی بہت نقصان پہنچایا' شیعہ کے نظریات کی پرچار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قارئین کرام کو فائدہ عطاء فرمائے' وہ نہ بکیں' نہ بہکیں بلکہ مسلک حق پر قائم رہیں۔

ابھی مندرجہ ذیل مضامین پر قلم اٹھانے کی ضرورت ہے:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضیلت حاصل ہے تمام انسانوں پر سوائے انبیاء کرام کے یا صرف فضیلت حاصل ہے۔

۲۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت پر اجماع امت ہے یا نہیں' اجماع کیا ہے' اجماع کی کتنی قسمیں ہیں؟

۳۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت دس صدیوں کے بعد راتوں رات گھڑ لی گئی؟ یہ صحیح ہے یا غلط ہے' بلکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے فضیلت حاصل تھی۔

۴۔ کسی ولی کو نبی کے مقابل پیش کرنا کہ فلاں ولی نے اتنے لوگوں کو کلمہ پڑھایا کہ اتنے لوگوں کو کلمہ کسی نبی نے بھی نہیں پڑھایا بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتنے لوگوں کو ایماندار نہیں بنایا۔ (معاذ اللہ)

اس تقابلی بیہودہ قول کا کیا حکم ہے؟ ایسا شخص کیا مومن بھی رہتا ہے؟ ایسے قول والے کے بارے میں علماء حق کیا کہتے ہیں؟

۵۔ امام مہدی کے آنے والی روایات کس درجہ کی ہیں' کیا یہ کہنا کہ امام مہدی اسلام پھیلائیں گے کوئی کافر نہیں رہے گا یہ کام تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کر سکے' یہ کہنے والا کیا صرف گنہگار ہے یا ایمان سے خارج ہے۔ اس میں علماء محققین کی آراء حاصل کر کے ہی ان شاء اللہ قلم اٹھایا جائے گا' بشرطیکہ یہ کام کسی اور بزرگ نے بغیر بکواس بازی کے مسائل کی حد تک نہ لکھا ہو۔

۶۔ اہل بیت صرف حضرت علیؓ' حضرت فاطمہ' حضرت امام حسنؓ' حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہم) ہیں یا اور بھی ہیں۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا کعبہ شریف میں پیدا ہوئے یا نہیں؟ اگر پیدا ہوئے تو کعبہ شریف میں پیدا ہونا کیا زمانہ جاہلیت کی رسم ہے یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان ہے' کیا کعبہ شریف میں تولد کعبہ شریف کی توہین ہے یا نہیں' کعبہ شریف کو خون آلود کرنا کیا حکم رکھتا ہے' کیا کعبہ شریف میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے یا

کوئی اور بھی۔

اس طرح کے کئی مسائل جو اہل بیت کی شان بیان کرنے کی آڑ میں پیش کر رہے ہیں اُن کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے' کاش کہ علماء اہل سنت سنجیدگی سے بغیر طیش میں آئے' بغیر بکواس لکھنے کے ان مسائل پر کام کریں۔

راقم نے تصنیف کا کام ۱۹۸۷ء میں سب سے پہلے ''تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان'' سے شروع کیا' اسی کی برکت کی وجہ سے تصنیف کا کام اتنا کیا جو میرے اپنے تصور سے بھی بالاتر ہے۔ میری کتاب ''شمع ہدایت'' جو میری دوسری تصنیف ہے اور میری ''نجوم الفرقان'' میں جابجا آپ کو شان صحابہ کرام اور شان اہل بیت اظہار نظر آئے گی۔

اگر تمام میرے اقتباس ان کتب سے نکال کر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ ''**نجوم التحقیق**'' بھی میرے خیال میں چار سو صفحات کے قریب بنے گی جس کی کتابت کا کام جاری ہے جو جلد ہی ان شاء اللہ منظر عام پر آ جائے گی۔

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی

28.4.2011

بسم الله الرحمن الرحيم

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا O (سورۃ النساء آیہ ۱۳۷)

❶ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔ (کنز الایمان)

❷ بیشک وہ جنہوں نے ایمان لایا پھر کفر کیا' پھر ایمان لایا پھر کفر کیا' پھر بڑھے کفر میں' نہ ہی اللہ ان کی بخشش کرے گا اور نہ ہی ہدایت دے گا راہ کی۔ (نجوم الفرقان)

ماقبل سے تعلق:

پچھلی آیۃ کریمہ میں ایمان اور کفر کا ذکر کیا۔ اس آیۃ کریمہ میں ایمان کے بعد کفر اور کفر کے بعد ایمان اور کفر میں اور ہی زیادہ بڑھنے کا ذکر کیا۔

آیۃ کریمہ کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں:

لیکن سب سے زیادہ صحیح اور معتبر قول جس پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی اس کے جواب کی ضرورت ہے۔ آیئے! وہ قول علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں دیکھئے:

"ان المراد منه الذين يتكرر منهم الكفر بعد الايمان مرات و كرات فان ذلك يدل على أنه لا وقع للايمان فى قلوبهم ورتبة فى قلوبهم لما تركوه بأدنى سبب ومن لايكون للايمان فى قلبه وقع فالظاهر أنه لايؤمن بالله ايمانا صحيحا معتبرا فهذا هو المراد بقوله (لم يكن الله ليغفرلهم) و ليس المراد أنه لوأتى بالايمان الصحيح لم

''بیشک مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو بار بار ایمان کے بعد کفر کرتے ہیں' اور بار بار دعوی بھی کرتے ہیں' ان کا یہ فعل اور یہ طریقہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہ واقع ہوا' نہ ہی قائم رہا۔ اگر ان کے دلوں میں ایمان اثر کرتا تو وہ ادنی سبب سے ایمان کو نہ چھوڑتے' جب ان کے دلوں میں ایمان اثر انداز ہی ہوا تو ظاہر بات ہے ان

یکن معتبرا بل المراد منہ الاستبعاد ولاستغراب علی الوجہ الذی ذکرناہ"۔

(کبیر ج ۶ جز ۱۲ ص ۷۸)

کے دلوں میں ایمان صحیح طور پر اور معتبر طریقہ سے آیا ہی نہیں، یعنی ان کا ایمان صرف زبانی تھا دلی ایمان نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد (لم یکن اللہ لیغفرلھم) کا یہی مطلب ہے کہ جب ایمان صحیح اور ایمان معتبر ہے ہی نہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو نہیں بخشا، یہ مراد ہی نہیں کہ جس کا ایمان معتبر ہوا سے رب تعالیٰ نے نہیں بخشا۔"

دوسرے اقوال:

ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا، پھر بچھڑے کی پوجا کر کے کفر کیا، پھر توراۃ پر ایمان لائے پھر عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر وہ لوگ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام سے کفر کر کے کفر میں اور زیادہ بڑھے۔

ایک اور قول اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد تمام اہل کتاب ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے انبیاء کرام پر ایمان لایا پھر ان سے ہی کفر کیا، پھر کتاب پر ایمان لایا، پھر اس کے بعض احکام کا انکار کر کے کفر کیا پھر نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کر کے اور زیادہ کفر میں بڑھے۔

ایک اور قول اس میں یہ بیان کیا گیا کہ اس سے مراد مرتد ہیں کہ ایمان لایا پھر مرتد ہو گئے پھر ایمان لایا پھر مرتد ہو گئے:

"حکی عن علی رضی اللہ عنہ أنہ لا یقبل توبۃ مثل ھذا لقولہ تعالیٰ "(لم یکن اللہ یغفر لھم)

(مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ)

"اس قسم کے تمام لوگوں کی توبہ قبول نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ان کی بخشش نہیں کرنی، یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت اور آپ سے اس کی حکایت غلط ہے یا آپ کے قول میں ضعف ہے، یا اس کی تاویل یہ کہ وہ جب تک اس حال سے نہیں پھریں گے تو ان کی توبہ قبول نہیں۔

اعتراض:

"ان الاجماع انعقد علی قبول توبتہ"

"اجماع منعقد ہے کہ ہر فاسق اور ہر کافر کی توبہ قبول ہے۔"

صرف اس وقت توبہ قبول نہیں جب غرغرہ کی حالت ہو، یعنی موت کی کشمکش میں ہو، جان حلقوم میں ہو، تو کیسے کہنا صحیح ہے کہ ان کی توبہ قبول نہیں؟

جواب نمبر۱:

"قال مجاھد معنی قولہ تعالیٰ (ثم ازدادوا کفرا) الی ماتوا علیہ"

"مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "ثم ازدادوا کفرا" (پھر وہ کفر میں بڑھے) کا مطلب یہ کہ پھر ان کی موت کفر پر آ گئی، جس کی موت کفر پر آ گئی تو یقینی بات ہے کہ اللہ نے اس کی بخشش نہیں کرنی۔"

جواب نمبر۲:

"و قیل قولہ تعالیٰ (لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا) انہ لیستبعد منھم ان یتوبوا من الکفر و یثبتوا علی الایمان فأنہ ران علی قلوبھم بکفرھم و عمیت ابصارھم عن الحق"

"اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی (لم یکن لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم ہوں گے تو وہ کفر سے توبہ کرنے سے ہی دور ہو جائیں گے، یعنی انہوں نے توبہ ہی نہیں کرنی، اور ایمان پر قائم رہنے سے ہی دور ہو

جائیں گے کیونکہ ان کے دل زنگ آلود ہو جائیں گے، اور ان کی نظریں حق دیکھنے سے اندھی ہو جائیں گی۔ (ماخوذ از تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ج ۲، ۲۶۲)

فائدہ:

آیۂ کریمہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ کفر زیادتی کو قبول کرتا ہے کیونکہ واضح طور پر بیان کیا "ثم ازدادوا کفرا" تقریباً مطلوب یہی ہے کہ "پھر ان کا کفر زیادہ ہوا" اسی طرح یہ بھی پتہ چل گیا کہ ایمان ضد ہے کفر کی۔ جب ایک ضد میں زیادتی اور کمی پائی جا سکتی ہے تو دوسری ضد میں بھی زیادتی و کمی پائی جا سکتی ہے، یعنی ایمان میں بھی زیادتی کمی پائی جا سکتی ہے، اور رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی بھی واضح طور پر دلالت کر رہا ہے "فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا"۔

زیادتی کفر کی چند وجوہ:

﴿۱﴾ ان کی موت کفر پر آئی، تو اسی کو زیادتی کفر سے تعبیر کر دیا۔

﴿۲﴾ کہ وہ حالت کفر میں گناہ کر کے زیادتی کفر کا سبب بنے لیکن یہ اسی وقت ثابت ہو سکے گا کہ کفر کی حالت میں گناہ کفر کی زیادتی کے سبب بننے کو اہل علم تسلیم کر لیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا کہ ایمان کی حالت میں طاعات زیادتی ایمان کا سبب ہیں۔

راقم کے نزدیک قوی صورت یہ ہے کہ کافر کبھی ایک آیۃ کا انکار کرتے اور کبھی دوسری آیۃ کا۔ کبھی ایک حکم کا اور کبھی دوسرے حکم کا، اس طرح وہ کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ ایمان والے جب کوئی آیۃ نازل ہوتی اس پر ایمان لائے، پھر اور نازل ہوتی تو پھر اس پر ایمان لے آتے اس طرح ان کے ایمان میں زیادتی ہوتی رہی۔

﴿۳﴾ ان کا یہ قول "اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ" (سوائے اس کے نہیں کہ ہم تو ان سے مزاح اڑاتے ہیں) کفر کی زیادتی کا سبب بنا:

"و ذلك يدل على ان الاستهزاء بالدين اعظم درجات الكفر وأقوى مراتبه"
(ماخوذ از کبیر ج ۶ جز ۱۲، ص ۷۹۴۸)

"اسی سے مسئلہ کھل کر سامنے آگیا کہ دین سے مزاح اڑانا کفر کا سب سے بڑا درجہ ہے اور کفر کا سب سے قوی مرتبہ ہے۔"

گذشتہ سے پیوستہ:

اس آیت کریمہ میں شیعہ حضرات کا مذہب دیکھئے کہ صحابہ کرام کی شان میں انہوں نے کیا کیا گستاخیاں کیں۔

آیئے! آنے والے مضمون کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں:

اگر شان صحابہ اس انداز پر بیان کریں جس سے اہل بیت اطہار کی شان میں گستاخی لازم آئے تو وہ شان صحابہ مردود ہے۔

اگر شان اہل بیت اسی انداز سے بیان کریں جس سے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی لازم آئے تو وہ شان اہل بیت اطہار بھی مردود ہے۔

ہاں! اگر شان صحابہ کرام و شان اہل بیت اطہار میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے مدارج و مراتب پر رکھیں تو یہ ایمان ہے۔

مدعیانِ محبتِ اہل بیت کی شان صحابہ کرام میں گستاخی:

آیئے! شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے چند مثالیں بطور نمونہ دیکھیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں:

صحابہ کرام مرتد ہیں (معاذ اللہ):

یہ شیعہ کا مذہب ہے۔

عن أبي عبدالله عليه السلام في قول الله عزوجل (ان الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا) "قال نزلت في فلان وفلان آمنوا بالنبي ﷺ

"(ان الذین آمنوا ثم کفروا) یہ آیت فلاں فلاں کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے نبی کریم اور ان کی آل پر ایمان لایا پھر جب نبی علیہ الصلوۃ و آلہ نے ان پر

وآله و کفرواحیث عرضت علیهم الولایة حین قال النبی ﷺ وآله من کنت مولاه فهذا علی مولاه ثم آمنوا بالبیعة لأمیر المؤمنین علیه السلام ثم کفرواحیث مضی رسول الله ﷺ فلم یقروا بالبیعة ثم ازدادوا کفراً بأخذهم من بایعه لهم فهؤلاء لم یبق فیهم من الایمان شئ۔

(صافی شرح اصول کافی ص ۹۸ کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ ۲)

ان الفاظ سے ''من کنت مولاه فهذا علی مولاه '' (جس کا میں مولی ہوں علی اس کے مولی ہیں) ولایت امیر المومنین کو پیش کیا تو کافر ہو گئے پھر امیر المومنین کی بیعت کر کے ایمان لے آئے، پھر رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بیعت پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے کافر ہو گئے' پھر ان کا کفر اور زیادہ ہوگیا جب انہوں نے ان لوگوں سے اپنے لئے بیعت لے لی جنہوں نے امیر المومنین کی بیعت کر لی تھی یہاں تک کہ ان کا ایمان ذرا بھی باقی نہ رہا۔''

عبارت کی شرح ''صافی'' میں دیکھیں:

کہ فلاں' فلاں' فلاں سے مراد کون ہیں؟ صافی میں ہے۔''ایں آیت نازل شد در ابوبکر وعمر وعثمان''۔

ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) شیعہ کی نظر میں مرتد ہیں:

''معاذ اللہ'' کہ یہ آیت ابوبکر وعمر وعثمان کے حق میں نازل ہوئی یعنی تینوں حضرات معاذ اللہ مرتد ہو گئے۔

کئی صحابہ مرتد ہو گئے' شیعہ کی ترقی:

اس کے بعد صافی میں ہی اسی مقام پر ہے کہ کچھ صحابہ (کرام) معاذ اللہ مرتد ہو گئے اور کچھ گمراہ ہو گئے' یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے والے تو تمام ہی صحابہ کرام تھے۔اس لئے ان حضرات کے قول کے مطابق کوئی صحابی گمراہی سے نہ بچ

سکا صافی کی عبارت یہ ہے:

''بعض تابعان ایشاں وہر کدام درباطن مؤمن بود مرتد شد مثل اکثر تابعان ائمہ ضلالت''

''بعض ان کی (ابو بکر وعمر وعثمان) تابعداری کرنے والے جو باطن میں مومن تھے وہ مرتد ہو گئے اور اکثر ان گمراہ اماموں کی تابعداری کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔''

اسی طرح اصول کافی کے اسی باب میں مندرجہ بالا مضمون سے آگے یہ ذکر ہے:

''(ان الذین ارتدوا علی ادبارهم من بعد ما تبین لهم الهدی) فلان وفلان وفلان ارتدوا عن الایمان فی ترک ولایة امیر المؤمنین''

''اللہ تعالی کے ارشاد گرامی ''ان الذین ارتدوا'' سے مراد فلاں' فلاں' فلاں ہیں جو امیر المومنین کی ولایت کو چھوڑنے کی وجہ سے ایمان سے مرتد ہو گئے۔''

اس پر شرح صافی کی یہ عبارت دیکھیں:

''امام گفت مراد عثمان وابوسفیان ومعاویہ است برگشتند از ایمان در مجلس منافقان سبب ترک ولایت امیر المومنین علیہ السلام۔''

''امام نے کہا: اس سے مراد (یعنی فلاں' فلاں' فلاں) سے مراد عثمان و ابوسفیان و معاویہ ہیں جو امیر المومنین کی ولایت کو ترک کرنے کی وجہ سے ایمان سے دور ہو گئے اور منافقوں کی جماعت میں آ گئے۔''

سوائے تین کے سب مہاجرین وانصار مرتد ہو گئے' معاذ اللہ:

رافضیوں کی معتبر کتب کی عبارات کو دیکھیں:

''المهاجرون والانصار ذهبوا الیه واشار بیده ثلاثة''

(اصول کافی کتاب الایمان باب فی قلۃ عدد المومنین)

''سوائے تین کے تمام مہاجرین وانصار (صحابہ) ایمان سے دور ہو گئے یہ ہاتھ کے اشارے سے حضرت جعفر نے بتایا۔''

"عن سدید عن ابی جعفر علیه السلام قال کان الناس اهل الردة بعد النبی ﷺ الا ثلاثة فقلت من الثلاثة فقال المقداد بن الأسود وابو ذر الغفاری وسلمان الفارسی۔"

(معرفت اخبار الرجال ص۴ بحوالہ تحفہ شیعہ ص۶۵)

"سدید کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں: سب لوگ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سوائے تین کے مرتد ہو گئے، میں نے کہا کہ وہ تین کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا مقداد ابن اسود، ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی۔"

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو دل سے نہیں مانا:

"فلما نزلت الولایة واخذ رسول الله ﷺ المیثاق علیهم لأمیر المؤمنین علیه السلام آمنوا اقراراً لا تصدیقاً فلما مضی رسول الله ﷺ وآله کفروا وارتدوا کفراً۔"

(تفسیر قمی جلد اول ص۱۵۶)

"جب ولایت کا حکم آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان (صحابہ) سے امیر المومنین علی علیہ السلام کیلئے وعدہ لیا انہوں نے صرف زبانی اقرار کیا لیکن دل سے تسلیم نہیں کیا، پھر جب رسول اللہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو وہ کافر ہو گئے اور ان کا کفر زیادہ شدید ہو گیا۔"

صحابہ وعدہ خلاف اور لعنت کے مستحق "معاذ اللہ"

"فبما نقضهم میثاقهم لعناهم" یعنی نقض (عهد) امیر المؤمنین علیه السلام"۔

(تفسیر قمی جلد اول ص۱۶۳)

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی یہود کے بارے میں ہے کہ ان لوگوں کے وعدہ توڑنے کی وجہ سے ان پر ہماری لعنت ہے لیکن شیعہ کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ صحابہ نے امیر المومنین کا وعدہ توڑا اور وہی معاذ اللہ لعنت کے مستحق ہوئے۔"

حضرت عمر اور ان کو ماننے والے کافر ہیں "معاذ اللہ"

جلاء العیون ص۴۵ پر جو عبارت ہے اسے دیکھیں کہ صحابہ کرام کی شان میں کہاں تک گستاخیاں کی گئی ہیں کافر اور مرتد سے کم کسی فتوی پر انحصار نہیں کیا گیا، جلاء العیون میں اس طرح کہا گیا ہے:

"ای عزیز آیا بعد از این حدیث که همه عامه روایت کرده اند هیچ عاقل را مجال آن هست که شك کند در کفر کسیکه عمر را مسلمان داند"

"اے عزیز! کیا اس حدیث کے بعد (حدیث قرطاس) جس کو عام راویوں نے بیان ہے کیا کسی عاقل کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ عمر کے کفر یا جو شخص عمر کو مسلمان جانے اس کے کفر میں شک کرے۔"

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمان جاننے والے تمام مسلمانان عالم اہل تشیع کے نزدیک کافر ہیں کیونکہ تمام مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فقط مسلمان ہی نہیں بلکہ عظیم صحابی اور وزیر مصطفی ﷺ مانتے ہیں۔

تنبیہ: تفسیر قمی اور اصول کافی میں صحابہ کرام پر جو آیات پیش کی گئی ہیں وہ یہود و نصاری اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جن کو صحابہ کرام پر پیش کر کے وہ لوگ تحریف معنوی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

حدیث پاک سے غلط استدلال:

جس حدیث پاک کی وجہ سے صحابہ کرام کو مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے اس سے استدلال اور اس کے جوابات جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں پیش کئے ہیں ان کو مختصر طور پر ذکر کیا جا رہا ہے۔

❁ حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام غدیر خم میں جلوہ افروز

ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس وقت جتنے مسلمان حاضر تھے ان کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یا معشر المسلمین ألست أولی بکم من انفسکم قالو ابلی، قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"

''اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ تم پر حقدار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یارسول اللہ ﷺ! آپ ہم تمام سے بلکہ ہماری جانوں سے بھی اولی ہیں (حقدار ہیں) آپ نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں اس کے علی مولی ہیں۔ اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو علی سے دشمنی کرے تو بھی اسے اس کی دشمنی کا بدلہ دے۔''

اس حدیث سے دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مولی کا معنی ''اولی بالتصرف'' ہے (یعنی تمام تصرفات کا والی ہونا) اولی بالتصرف اور ولایت ایک ہی چیز ہیں۔لہذا واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ نامزد فرمایا اس وجہ سے جن صحابہ نے ابوبکر کی بیعت کی وہ ایمان سے پھر گئے اور ابوبکر نے جب صحابہ سے بیعت لی تو وہ بھی ایمان سے پھر گئے۔ ''معاذ اللہ ثم معاذ اللہ''

پہلا جواب:

اہل عربیت نے ''مولی'' بمعنی ''اولی'' لینا غلط قرار دیا ہے بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ کسی مادے میں اور کسی جگہ بھی ''مفعل'' ''کا وزن'' ''افعل'' کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا، البتہ ابوزید لغوی نے اسے جائز کہا ہے اور اس نے جواز پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ ابوعبیدہ نے ''ھی مولاکم'' کی تفسیر ''اولی بکم'' سے کی ہے لیکن جمہور اہل عربیت نے اس کے استدلال

اور تمسک کو غلط کہا ہے۔اس لئے کہ اگر کوئی شخص یہ کہنا چاہتا ہو کہ ''فلان اولی منک'' فلاں آدمی تم سے بہتر ہے تو چاہئے یہ کہ وہ یہ بھی کہہ سکے ''فلان مولی منک'' فلاں آدمی تم سے بہتر ہے تو حالانکہ یہ بالاتفاق باطل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابوعبیدہ نے یہ نہیں بیان کیا کہ ''مولی'' بمعنی ''اولی'' ہے بلکہ اس نے حاصل معنی بیان کیا ہے "مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ" کا مطلب یہ ہے کہ آگ تمہارا ٹھکانا ہے اور تمہارے لوٹ کر جانے کا مقام ہے یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اگر یہاں مولی بمعنی اولی لیا جائے اور اس سے مراد والی اور خلیفہ لیا جائے تو معنی یہ ہوگا آگ تمہاری حاکم ہوگی اور والی ہوگی حالانکہ یہ درست نہیں۔

دوسرا جواب:

اگر بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ''مولی'' کا معنی ''اولی'' ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اولی بالتصرف ہوں گے یعنی ان کو ولایت حاصل ہوگی میرے بعد وہ میرے خلیفہ بلافصل ہوں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ محبت اور تعظیم کے لحاظ سے اولی ہیں آپ اس کے حقدار ہیں کہ آپ سے محبت کی جائے اور آپ کی تعظیم کی جائے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ○

''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حقدار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے۔''

یہاں بھی لفظ ''اولی'' استعمال ہوا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے حق میں ابراہیم علیہ السلام اولی بالتصرف ہیں یہاں یہ مطلب ہے کہ آپ سے محبت کرنے والے اور آپ کے قرب کے حقدار ہیں۔

تیسرا جواب:

لفظ مولی یا اَولیٰ سے جو ولایت سمجھ میں آرہی ہے اس کا معنی محبت ہے کیونکہ اس کے بعد آنے والے الفاظ مبارکہ اس پر دلالت کررہے ہیں کہ مراد محبت ہی ہے نبی کریم ﷺ کے ارشادگرامی کے الفاظ مبارکہ ایک مرتبہ پھر دیکھئے:

"اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" "اے اللہ! جو شخص حضرت علی سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو آپ سے عداوت کرے تو بھی اسے اس کی عدوات کا بدلہ دے۔"

اگر یہاں مراد "اولی بالتصرف" ہوتا تو اس طرح کہا جاتا:

"اللھم وال من کان فی تصرفه وعاد من لم یکن کذلك" "اے اللہ! تو اس شخص سے محبت کر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے ولایت میں ہو اور اس شخص کو سزا دے جو آپ کے ولایت تصرف میں نہ ہو۔"

حالانکہ ایسا نہیں فرمایا' بلکہ واضح طور پر محبت اور عداوت کا ذکر ہے' جس سے مقصد بہت ظاہر ہے کہ مراد محبت کا ضروری ہونا اور عداوت سے بچنا ضروری ہے۔

جب ظاہر کلام سے مقصد یہی واضح ہے اگر اس کے بغیر کوئی اور مقصد نکالنے کی کوشش کی جائے تو نبی کریم ﷺ کی شان میں حرف آئے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے واجبات بلکہ مستحسنات و مستحبات بھی لوگوں کو فصیح اور بلیغ زبان میں اس طرح سمجھا دیئے کہ حاضرین نے ان کو سمجھا اور بعد میں آنے والے جو لغت عرب سے واقف ہوں وہ بھی سمجھ جاتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے لیکن اگر یہ اتنا اہم مسئلہ ایسے الفاظ میں بیان کیا گیا ہو جو ظاہری الفاظ سے اس کا مقصود سمجھ نہ آسکتا ہو تو لازم یہ آئے گا کہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ اور ہدایت دینے میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا اور فصیح و بلیغ زبان کو نہیں استعمال فرمایا۔

معلوم یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا مقصود یہی تھا جو کلام سے ظاہراً سمجھ میں آرہا ہے۔

اور عربی زبان کے منشأ کے مطابق ہے یعنی ارشاد مصطفیٰ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح میری محبت تم پر فرض ہے اسی طرح علی کی محبت تم پر فرض ہے اور جس طرح میرے ساتھ تمہیں عداوت رکھنا حرام ہے اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھنا بھی حرام ہے یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور خود اہل بیت نے بھی اس حدیث کا یہی مقصد لیا ہے۔

اس حدیث کا مطلب اہل بیت سے پوچھئے:

ابو نعیم نے حسن مثنیٰ ابن حسن السبط رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ حدیث "من کنت مولاہ" کیا ہے؟ کیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ اس سے خلافت کا ارادہ فرماتے تو یقیناً واضح طور پر ارشاد فرماتے جس سے تمام مسلمان سمجھ جاتے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ فصیح کلام کرنے والے تھے یقیناً آپ اس طرح ارشاد فرماتے:

"یا ایھا الناس ھذا والی امری والقائم علیکم بعدی فاسمعوا له واطیعوا" "اے لوگو! یہ (علی) میرے تمام امور کے والی ہوں گے اور میرے بعد تمہارے حاکم ہوں گے تم ان کی بات کو سننا اور اطاعت کرنا۔"

اس کے بعد آپ (حسن مثنیٰ) نے فرمایا: اگر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کیلئے اختیار کیا ہوتا تو آپ پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت لازم ہوتی اور آپ کا اس امر سے پیچھے رہنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا سبب بنتا جو بہت بڑا گناہ ہے یعنی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سے گناہگار ہونا لازم آتا۔

اس کے بعد ایک شخص نے کہا: کیا نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"' حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: یاد رکھو! خدا کی قسم اگر نبی کریم ﷺ خلافت کا ارادہ فرماتے تو آپ واضح طور پر اس طرح ارشاد فرماتے جس طرح نماز اور زکوۃ کو واضح بیان کیا یعنی

اس طرح ارشاد ہوتا:

"یا ایها الناس ان علیا والی أمر کم من بعدی والقائم فی الناس بأمری"

''اے لوگو! بے شک علی میرے بعد تمہارے حاکم ہوں گے اور لوگوں میں میرے تمام امور کو قائم کریں گے یعنی میرے جانشین ہوں گے۔''

چوتھا جواب:

حدیث پاک سے ظاہر طور پر یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ یہاں دونوں ولایتیں یعنی نبی کریم ﷺ کی ولایت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت ایک زمانے میں مجتمع ہیں کیونکہ حدیث شریف میں لفظ ''بعدی'' نہیں ہے، جس سے پتہ چلے کہ حضرت علی نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حضرت علی کا والی ہونا یعنی مسلمانوں کا حاکم ہونا عقلاً منع ہے' البتہ اگر ولایت سے مراد محبت لی جائے تو دونوں ولایتوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا منع نہیں کیونکہ دونوں سے ایک زمانہ میں محبت کرنا جائز ہے لیکن دو کا ایک زمانہ میں حاکم ہونا اور امور میں تصرف کا والی ہونا' اس میں کئی خرابیاں ہیں جو محتاج بیان نہیں۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت فی الحال نہیں بلکہ صرف اتنا ثابت ہے کہ آپ خلیفہ ہوں گے تو بہت اچھی بات ہے کیونکہ اہل سنت بھی اسی کے قائل ہیں کہ آپ بعد میں خلیفہ ہوں گے لیکن اس سے خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہو سکتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تخصیص کیوں؟

نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم تھا کہ بعد میں اختلافات ہوں گے اور کئی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کریں گے' اس لئے تاکید فرمائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا بغض وعناد نہ رکھنا جب آپ کی خلافت کا وقت آئے آپ کی خلافت کو تسلیم کرنا انکار نہ کرنا۔

حدیث شریف میں واقع لفظ ''اولی'' کا مطلب:

حدیث شریف کی ابتداء میں جو لفظ اولی واقع ہے بعض حضرات نے اس کا مطلب اولی بالتصرف کیا ہے حالانکہ یہ بھی درست نہیں بلکہ اس کا معنی بھی محبت۔ مقصود کلام اس طرح ہوگا" الست أولی بالمؤمنین من انفسهم فی المحبة " کیا میں محبت میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار نہیں کیونکہ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر جہاں لفظ اولی استعمال ہے' وہاں بھی محبت اور شفقت کے معنی میں لیا گیا ہے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو نبی کریم ﷺ نے متبنّٰی بنایا ہوا تھا یعنی منہ بولا بیٹا۔ لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے تو اس سے منع فرمایا کہ متبنّٰی بنانے والے کی طرف نسب منسوب نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم ﷺ تمام مسلمانوں پر باپ کی طرح شفیق بلکہ باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات اہل اسلام کی مائیں ہیں نسب کے لحاظ پر انسان اپنے اقرباء کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور یہ ہی حق ہے کہ اس کو اپنے آباء واجداد کی طرف منسوب کیا جائے غیر کی طرف منسوب نہ کیا جائے' البتہ شفقت غیر سے زیادہ ہو سکتی ہے' تعظیم کے لحاظ سے غیر اپنے آباء سے زیادہ معظم ہو سکتا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ تمام مسلمانوں کے نسبی باپ نہیں لیکن باپ سے زیادہ شفیق اور باپ سے زیادہ معظم ہیں اسی مضمون کو قرآن پاک میں ان الفاظ مبارکہ سے پیش کیا گیا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ

(سورۃ الاحزاب ۶:۲۱)

''یہ نبی مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ شفیق ومہربان ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں، اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔''

اعتراض:

اگر اس حدیث سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہو تو حدیث کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے کہ محبت کرنے کا حکم قرآن پاک میں آچکا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ" "مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' یعنی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔"

جواب:

اس آیۂ کریمہ سے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ثابت ہو رہی ہے' لیکن وہ عام مسلمانوں کی محبت کی ضمن میں ہو رہی ہے اور حدیث پاک میں آپ کی محبت کا خصوصی حکم دیا جا رہا ہے۔ عمومی ثبوت اور خصوصی حکم میں بہت بڑا فرق ہے' جیسے کوئی شخص کہے کہ میں تمام انبیاء کرام پر ایمان رکھتا ہوں لیکن وہ خصوصی طور پر نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کو ذکر نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان نبی کریم ﷺ پر بھی ہے تو اس شخص کا ایمان معتبر نہیں حالانکہ وہ کہہ رہا ہے کہ میرا تمام انبیاء پر ایمان ہے۔ انبیاء کرام کے ضمن میں نبی کریم ﷺ بھی آگئے لیکن خصوصی ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس شخص کا ایمان معتبر نہیں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کا خصوصی حکم اعلیٰ حیثیت رکھتا ہے۔ آیۂ کریمہ سے جو مضمون سمجھ میں آ رہا ہو وہی مضمون اگر حدیث پاک سے سمجھ آ رہا ہو تو اس میں کیا حرج ہے جبکہ نبی کریم ﷺ قرآن پاک کے مضامین کی وضاحت اور تاکید فرماتے ہیں۔

(ماخوذ از تحفہ اثنا عشریہ ترجمہ و ترتیب از راقم)

اسی حدیث غدیر خم کے متعلق حسنی حسینی سید کے ارشادات:

سید الاولیا حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور آپ کے دلائل دیکھئے تاکہ آپ کسی ضال و مضل کے جال میں پھنس کر اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

روایت ہے کہ خم غدیر (ایک جگہ کا نام ہے جہاں پانی کا جوہڑ تھا) میں آنحضرت ﷺ بحضر کل صحابہ کرام سب کو مخاطب بنایا اور فرمایا:

" الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنين من انفسهم" "کیا تم نہیں جانتے کہ میں ایمان والوں سے بنسبت ان کے نفوس کے نزدیک تر اور دوست تر ہوں۔"

یعنی میں مومنوں کا خیر خواہ ہوں اور ان کو انہی امور کی ہدایت کرتا ہوں جو ان کیلئے موجب فلاح و نجات و بہتری ہوں۔ اس کے جواب میں سب نے عرض کیا "بلیٰ یا رسول اللہ" یعنی یقیناً آپ صحیح فرماتے ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا گویا مجھے اس عالم میں بلایا گیا ہے اور میں نے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے، جان لو کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان امر چھوڑ چلا ہوں یعنی قرآن اور میرے اہل بیت۔ خبردار! ہوش کرنا اور میرے جانے کے بعد ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھنا اور یہ دونوں امر میرے بعد ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ سب حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے' بعد ازاں فرمایا "میرا مولیٰ خدائے عز و جل ہے اور میں سب مومنوں کا مولا ہوں۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

" اللهم من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه" "اے اللہ جس کا مولیٰ میں ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی سے عداوت رکھے۔"

ایک اور روایت میں علاوہ فرمان مذکور یہ بھی آیا ہے:

" وانصر من نصره واخذل من خذله وادر" "مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے اور رسوا کر

"الحق حیث دار" اسے جو علی کو رسوا کرے اور حق کو علی کے
ساتھ رکھ یعنی جدھر علی جائے ادھر حق کو
لے جا۔"

بلاشبہ اس حدیث شریف سے بدیہی طور پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی غایت درجہ فضیلت اور تکریم ظاہر ہوتی ہے اور ہر اہل ایمان کیلئے ترغیب بھی ہے کہ وہ عترت پاک کے ساتھ اسی طرح محبت رکھے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ کہ اس پر ایمان کا دارومدار ہے۔اس کے سننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اثنائے ملاقات کہا کہ اے ابو طالب کے بیٹے! خوش ہو اور تجھے بشارت ہو کہ تو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا مولی ہو گیا۔

اس حدیث شریف کی تقریب کے متعلق بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر یمن بھیجا تھا اور میں بھی اس لشکر میں تھا۔فتح کے بعد جب خمس (مال غنیمت کا وہ حصہ جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اہل بیت وغیرہ کیلئے تھا) غنائم سے علیحدہ کیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں میں سے ایک نہایت خوبصورت لونڈی لے کر اپنی صحبت میں رکھ لی۔ان کے ایسا کرنے سے میرے دل میں ان کی طرف سے کدورت اور انکار پیدا ہوا۔میں نے خالد بن ولید سے کہا:"تم نے دیکھا یہ مرد (علی) کیا کر رہا ہے،اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی میں نے کہا یا ابالحسن آپ یہ کیا کر رہے ہیں،آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جاریہ (لونڈی) قیدیوں کے خمس (پانچویں حصہ) اور مال غنیمت میں آئی جو آنحضرت ﷺ کے حصہ میں سے علی کے حصہ میں آگئی اور میں نے اسے اپنی صحبت میں رکھا ہے،گویا کہ آنحضرت ﷺ کے خمس ذوی القربی کے تقسیم کرنے کا اذن سیدنا علی کو حاصل تھا۔

بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب واپسی پر میں خم غدیر میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو میں نے وہاں بھی یہ ماجرا عرض کیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا:"اے بریدہ شاید تو

نے علی کو دشمن جانا میں نے عرض کیا' ہاں! یا رسول اللہ ﷺ اس پر آپ نے فرمایا: اے بریدہ علی کو دشمن نہ سمجھ' اور اگر پہلے اس سے کچھ محبت رکھتا ہے تو اب اس سے زیادہ محبت رکھ علی کا حصہ خمس میں سے اس لونڈی کے علاوہ اور بھی تھا۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسی واقعہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ میری بات سن کر آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اے بریدہ! علی کی طرف سے بدگمان نہ ہو" علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں (یعنی کمال اتحاد) اور وہ تمہارا مولا کیونکہ جس کا مولا میں ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔بریدہ کہتا ہے کہ اس کے بعد مجھے سب اصحاب میں سے کسی کے ساتھ ایسا پیار نہ تھا جیسا علی سے تھا۔ (تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص ۳۲،ص ۳۳)

''غدیر خم'' والی حدیث کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل سے کوئی تعلق نہیں:

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بریدہ اسلمی کے بیان واقعات و مبشرات اور اپنے مقام پر بیان شدہ نصوص قرآنیہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ خم غدیر والی حدیث کو سیدنا علی کی خلافت بلافصل سے کوئی تعلق نہیں۔اگر اس حدیث کا یہ مطلب ہوتا تو آنحضرت ﷺ ایام مرض میں عبدالرحمن بن ابی بکر کو نہ فرماتے کہ سامان کتابت لے آ کہ ابو بکر کیلئے عہد نامہ لکھ دوں تا کہ کوئی اختلاف نہ کرے جب عبدالرحمن نے سامان کتابت لانے کا قصد کیا تو آپ نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالی اور اہل ایمان ابو بکر کے بارے میں اختلاف کرنے سے انکاری ہیں۔ایام مرض میں تین روز کی نمازیں اور بقول بعض سترہ نمازیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں' جو آنحضرت ﷺ کے ارشاد مکرر اور اصرار مؤکد سے امام بنائے گئے اس پر علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا" قد ملك رسول الله فمن ذا الذی یؤخرك" یعنی تمہیں رسول اللہ ﷺ نے مقدم کیا پھر کون ہے جو تمہیں پیچھے کرے۔

حسن بصری حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے ابو

بکر کو مقدم کیا اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور میں وہاں موجود تھا غیر حاضر نہیں تھا، میں تندرست تھا بیمار نہیں تھا کیونکہ آپ ﷺ کا منشاء یہ تھا اس لئے ہم سب اپنی دنیا کیلئے بھی اس شخص پر راضی ہوئے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنی رضا سے ہمارا دینی پیشوا بنایا یعنی ہم ابو بکر کی خلافت پر راضی ہوئے۔ (ماخوذ از تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص ۳۴)

وہ شخص جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر ایمان نہ رکھے وہ دشمن علی رضی اللہ عنہ تو ہو سکتا ہے لیکن محب علی رضی اللہ عنہ نہیں ہو سکتا حضرت علی رضی اللہ عنہ تو یوں کہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میری موجودگی میں ہمارا دینی پیشوا بنایا تو ہم آپ کی خلافت پر بھی راضی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دینی خلیفہ بلا فصل بھی ہیں اور سیاسی خلیفہ بلا فصل بھی ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ "آپ صرف سیاسی خلیفہ بلا فصل ہیں، دینی اور روحانی خلیفہ بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں" تو وہ حقیقت میں دشمن علی رضی اللہ عنہ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے قول سے انحراف کر رہا ہے۔ محب علی رضی اللہ عنہ تو وہی ہو سکتا ہے جو آپ کے ارشاد گرامی کو تسلیم کرے، جو آپ کے ارشاد گرامی سے انحراف کرے وہ کبھی بھی آپ کی محبت کے دعوی میں سچا نہیں ہو سکتا۔ (راقم)

حدیث ثقلین کا امامیہ کو جواب:

طعنہ دینے والوں کا یہ طعنہ کہ اہل سنت و جماعت نے کبھی حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا۔ اور حضرات امامیہ یعنی ہم رافضی ہی اس پر عمل کر رہے ہیں۔ ان کا یہ دعوی غلط ہے، حقیقت میں معاملہ اس کے الٹ ہے کیونکہ اہل سنت نے تو اسی قرآن کو شرقاً غرباً دستور العمل بنایا ہوا ہے جو ان کے پاس ہے اور غیر محرف و کامل کلام الہی ہے، اور جس کے حق میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی "واعلموا أنه ليس على أحد بعد القرآن حجة" (نہج البلاغة) (جان لو کہ قرآن بعد کسی پر کوئی حجت نہیں) فرمایا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان فیصلہ کر دیتا ہے کہ حدیث ثقلین (کتاب اور اہل بیت تم

میں چھوڑ کر جا رہا ہوں) میں عترت (اہل بیت) سے تمسک سے مراد "ثقل اکبر" (قرآن پاک) ہے، جس پر اہل بیت یعنی عترت پاک رضی اللہ عنہم موجود ہوں (خدا کی طرف سے عطا کردہ) اور خدا داد فہم کے مطابق عمل کرنا، اور یہ عمل خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت میں باتفاق رائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہوتا رہا، جس سے خدا کے پسندیدہ دین کے غلبہ کا خداوندی وعدہ بھی پورا ہوا۔ اتمام وعدہ الہیہ درباره تمکین دین مرتضی بھی ہوا۔

اور حدیث ثقلین کی تعمیل درباره تمسک بالعترة (اہل بیت سے تمسک) بھی ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف طاعنین کا عقیدہ ہے کہ ثقل اکبر یعنی قرآن کریم کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے غائب کر دیا تھا، اور تیسری صدی ہجری سے امام غائب علیہ السلام کے پاس غار سرمن رای" (بغداد کے قریب ایک شہر ہے جسے آجکل سامرہ کہتے ہیں) میں بتایا جاتا ہے، تو ان حضرات کو تو آج تک تمسک بالقرآن نصیب ہی نہ ہوا۔

رہا تمسک بثقل اصغر یعنی اہل بیت سے تمسک تو قرآن پاک کے فقدان اور گم ہو جانے کی صورت میں (جیسے ان کا خیال ہے) وہ موہوبی فہم بھی متحقق نہ ہو سکا، جس کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" ہم اہل بیت کے پاس خداداد فہم ہے" لہذا ان حضرات کا دعوی تمسک بالثقلین سراسر غلط اور بے معنی ہے"۔

(ماخوذ از تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص ۳۶ تسہیل الالفاظ مصنفہ سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ)

اقسام خلافت:

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلافت اور ریاست از روئے اسلام دو قسم کی ہیں۔ "خلافت عام" اور "خلافت خاص"

خلافت عام کی شرائط:

(۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا

(۴) حر (یعنی آزاد) ہونا (۵) سمع و بصر و کلام میں بے عیب ہونا۔

⑥ کافی ہونا یعنی امور خلافت کے سرانجام دینے میں پورا ہونا۔

⑦ مجتہد ہونا اگرچہ مستقل نہ ہو منتسب ہی سہی یعنی اچھی رائے رکھنے کی طرف منسوب ہو۔

⑧ عادل ہونا ⑨ قریشی ہونا

⑩ کاتب ہونا۔ (یہ اختلافی شرط ہے اس میں اتفاق نہیں)

خلافت خاص کی شرائط:

اس کی شرائط میں علاوہ امور مذکورہ بالا وہ اوصاف بھی ہیں جن کی تصریح قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی خلافت خاصہ کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ دنیا میں کچھ عرصہ نبوت ورحمت، پھر میرے بعد تیس سال خلافت ورحمت۔ اس کے بعد آمرانہ سلطنت اور پھر اس کے بعد قہر اور حدود الہیہ سے تجاوز ہوگا۔ خلفاء اربعہ اور سیدنا حسن علیہم الرضوان کا زمانہ تیس سال ہے جس پر خلافت ورحمت کا خاتمہ ہوگیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت کو ترک کرنا، اس وجہ سے بھی تھا کہ آپ آمرانہ بادشاہت سے بحکم "الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تصیر ملکا عضوضا" میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی اس کے بعد یہ دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیت ہو جائے گی۔ بچنا چاہتے تھے۔ (تصفیہ بین السنی والشیعہ ص ۷)

خلافت راشدہ کے اوصاف یہ ہیں:

① خلیفہ مہاجرین اولین سے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْفٰسِقُوْنَ ○ (سورۃ النور ۱۸:۵۵)

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے تم میں سے ان لوگوں کو جو باایمان ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ البتہ وہ ان کو زمین پر خلیفہ کرے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور البتہ ان کیلئے ان کا دین جو ان کیلئے پسند فرمایا ہے محکم کرے گا اور البتہ ان کے حق میں خوف کو امن سے بدل ڈالے گا، وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں گے اور جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہ لوگ فاسق ہیں۔"

ارشاد باری تعالیٰ "لیستخلفنھم" میں استخلاف یعنی خلیفہ بنانے کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، اور مہاجرین اولین میں بعض کو اپنا جانشین بنانے کا وعدہ فرمایا ہے یعنی مہاجرین اولین کو بعد از ہلاکت مشرکین خطہ عرب میں صرف جگہ دینے ہی کا نہیں بلکہ ان میں سے بعض کو خلیفہ اور بادشاہ بنانے کا وعدہ بھی فرمایا ہے، کیونکہ استخلاف کے معنی بادشاہ بنانا بھی ہے، اگر کسی گروہ میں سے ایک شخص کو بادشاہ بنا دیا جائے تو اس کا فائدہ سارے گروہ کو پہنچتا ہے، لہذا "لیستخلفن" کی نسبت ضمیر "ھم" کی جانب یعنی جملہ مہاجرین اولین کی طرف باراده "لیستخلفن بعضا منھم" (کہ بعض کو ان میں سے وہ خلیفہ بنائے گا) حسب محاورہ درست اور صحیح ٹھہری مثلہ فقرہ "استخلف بنو عباس" اور فقرہ "اثری بنو التمیم" میں گو بنی عباس میں سے بادشاہ اور بنی تمیم میں سے صاحب ثروت وقتاً فوقتاً ایک ہی شخص ہو مگر صورت مذکورہ میں شخصی بادشاہت اور شخصی ثروت کا فائدہ چونکہ سارے عباسی اور سارے بنی تمیم اٹھاتے ہیں لہٰذا خلافت اور ثروت کی نسبت سارے بنو عباس اور بنو تمیم کی جانب درست ٹھہری اور بلحاظ محاورہ اسی معنی ظاہری کہلانے کا استحقاق ہے نہ معنی تاویلی کمافی ازالۃ الخلفاء"۔

حق تعالیٰ جل وعلاء نے مہاجرین اولین کو وعدہ دیا کہ ان میں سے بعض یکے بعد دیگرے خلیفہ بنائے جائیں گے کیونکہ ان میں سے خلیفہ اور بادشاہ بنائے بغیر ظہور معانی تمکین واستحکام دین اسلام وتبدیلی خوف بالامن۔ محالات عادیہ سے ہے "قال ﷺ الامام جنة

یقاتل من ورائہ" یعنی بادشاہ رعایا کے بچاؤ کیلئے سپر (ڈھال) ہے۔ یہ سب کچھ یعنی وعدہ، موعود بہ اور موعود لہم اپنی اپنی جگہ ٹھیک تھے مگر سخت دِقت (مشکل) یہ تھی کہ قبل از ظہور وتحقق کسی کو معلوم نہ تھا کہ کون کون خلیفہ ہوگا، کون پہلے ہوگا اور کون پیچھے اور ان کی مدت خلافت کتنی کتنی ہوگی۔

مُستخلف یعنی حق سبحانہ تعالیٰ چونکہ علیم وقدیر تھا۔ اس نے جب اپنا وعدہ پورا کرنا چاہا تو خلیفہ یا جماعت کے دل میں پہلے ہی یا رفتہ رفتہ الہامی طریقہ پر ڈال دیا کہ فلاں شخص کو خلیفہ بنایا جائے۔ سب کو وقتاً فوقتاً اوصاف موعود بہا کے ظاہر ہونے پر صاف صاف معلوم ہو گیا کہ آیۃ استخلاف وغیرہ میں موعود لہم بالخلافۃ اور مالک اوصاف مذکورہ فی النصوص یہی حضرات اربعہ علیہم الرضوان ہیں۔ واقعات پر غور کرنے سے ہر ایک کو معلوم ہوگیا کہ وعدۂ استخلاف کے متحقق اور موجود ہونے کیلئے (آدم علی نبینا وعلیہم السلام کے زمانہ سے لے کر موجود زمانہ تک) کوئی اور خلافت بغیر خلافت اربعہ علیہم الرضوان مستحق نہیں۔ فتح عرب وشام اس عظیم الشان انداز میں اور تالیف واطمینان قلوب مسلمین وتمکین دین اس طریق پر ظہور میں آئیں کہ ان سے اوپر کا کوئی تصور نہیں، اور نہ ہی کسی ملت اور کسی زمانہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر موجودہ زمانہ تک اس کا عشر عشیر (سواں حصہ) بھی ظہور آیا ہوگا۔

(تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص ۴۳)

خلافت خاص کی اور شرائط یہ ہیں:

۲ خلیفہ کا مشاہد خیر مثل بدر وحدیبیہ وغیرہما کے حاضرین میں سے ہونا۔

۳ حسن عبادات الٰہیہ سے مزین ہونا۔

۴ حسن معاملات با خلق (مخلوق سے اچھے معاملات) سے مزین ہونا۔

۵ جہاد "اعداء اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ" میں آنحضرت ﷺ کی اعانت کرنا۔

۶ متمم افعال وموعودات نبویہ مثلاً ختم ہو جانے ملت قیصر وکسریٰ وفتح بلدان ونشر علم کا

ہونا بھی شامل ہے۔ یہ سب اوصاف مومنین حاضرین بوقت سورۃ نور میں عموماً اور خلفاء اربعہ علیہم الرضوان میں خصوصاً بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ آیۃ استخلاف میں مہاجرین اولین کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ اور انہی سے وعدہ کیا گیا ہے کہ دین پسندیدہ آسمانی کا غلبہ سب ادیان پر ان ہی کے ہاتھوں ہو گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور احادیث میں "لتفتحن" کی پیش گوئی بھی ان ہی کے ہاتھ پر اور جن کے زمانہ میں فارس اور روم کو (باج گذاران کے اس وقت تقریباً کل اہل زمین تھے) فتح کیا گیا، اور ان کے خزائن مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں صرف یمن، تہامہ، نجد اور بعض نواح شام ہی آپ کے تصرف میں تھے، پھر خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کی وساطت سے جو بمنزلہ جوارح نبویہ کے تھے "لیظھرہ علی الدین کلہ" (تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے) کا کامل ظہور ہو کر اسے آنحضرت ﷺ کے حسنات کے پلہ میں رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ اس آیۃ استخلاف اور اس قسم کی آیات مبارکہ اور پیش گوئی والی احادیث کا مصداق یہی خلفائے راشدہ تھے نہ کوئی اور "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء"۔

(ماخوذ از تصفیہ ما بین السنی والشیعہ مصنفہ سید الاولیا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ ص ۹)

فائدہ جلیلہ:

حسنی وحسینی سید، سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بعنوان "آیۃ استخلاف کے نتائج کا خلاصہ" ارشاد فرماتے ہیں:

"سورۃ النور کی آیۃ استخلاف میں غور کرنے سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔"

۱ "لیستخلفنھم" سے یہ مطلب نہیں کہ سارے مہاجرین اولین حاضرین مشاہد خیر سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم سب کو خلیفہ بنایا جائے گا، بلکہ مراد یہ ہے کہ تم میں سے بعض کو اقامت دین الٰہی کیلئے خلیفہ ونائب رسول ﷺ اور صاحب تصرف عام

بنایا جائے گا، جس سے ثمرات ونتائج خلافت سب پر مرتب ہوں گے، جیسا کہ اوپر تشریحاً اور تفصیلاً لکھا گیا۔

② جب اللہ تعالیٰ نے دین مرضی وپسندیدہ کی اقامت کیلئے ان حضرات کو نائب رسول ﷺ بنایا تو ان کی اطاعت اہل اسلام پر واجب ٹھہری۔

③ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیفہ بنانے کا مقصد اس طرح پورا فرمایا کہ امت موجودہ کے قلوب میں اصلاح عالم کیلئے الہامی طریق پر یہ ڈال دیا کہ فلاں شخص کو نائب رسول ﷺ واجب الاطاعۃ ٹھہرایا جائے ورنہ اسلامی سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔

④ "لیستخلفن" میں استخلاف کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے جو خلفاء کیلئے اعلیٰ درجہ کا شرف ہے چنانچہ الفاظ "عبادی بیت اللہ" میرے بندے اللہ کا گھر ہیں۔

"وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" "میں نے پھونکی اس میں اپنی (جانب سے) روح۔" (سورۃ ص ۷۲:۲۳)

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى "لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا اور نہیں پھینکی آپ نے جب پھینکی آپ نے اور لیکن اللہ نے پھینکی۔" (سورۃ الانفال ۹:۱۷)

میں گو سب حوادث من وجہ منسوب بحق سبحانہ وتعالیٰ ہیں، مگر بعض حوادث بوجہ الہام وسبب خیر ہونے کے دوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ لہٰذا امداد غیبی وتصرف الٰہی وخرق عوائد کہلانے کا استحقاق ان ہی کیلئے ہے، کیا کہ اس خلافت کو غصب وظلم کہا جائے۔

⑤ آیۃ استخلاف میں لفظ "منکم" کے مخاطب ومراد وہ لوگ ہیں جو نزول آیۃ کے وقت مشرف بایمان واعمال صالحہ تھے۔

⑥ اس آیۃ میں استخلاف میں تاکیدات بلیغہ یکے بعد دیگرے کس قدر بشارت ہذا کے قطعی التحقق ہونے کا ثبوت دے رہی ہیں۔ لفظ (وعدہ) ذکر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ بحسب

"ان الله لا یخلف المیعاد" اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرماتا ہے "لیستخلفن" "ولیمکنن" اور "ولیبدلن" کا لام قسم محذوف پر دلالت کر رہا ہے یعنی واللہ "لیستخلفنھم" مجھے اپنی ذات کی قسم کہ میں ضرور ضرور مؤمنین اولین کو خلیفہ بناؤں گا، ان الفاظ میں نون تاکید ہے۔

(تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص۱۰)

خلفائے اربعہ کو آیۃ استخلاف کا مصداق تسلیم نہ کرنے کے مفاسد:

حسنی حسینی سید، سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آیۃ استخلاف کو اگر خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کے حق میں نہ مانا جائے تو مفاسد ذیل کا سامنا ہوتا ہے۔

① تخلف در وعدۂ الٰہیہ یعنی معاذ اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے حسب اعتقاد شیعی سائر ائمہ کے ہاتھوں پر دین مرتضیٰ وپسندیدہ کے قائم کرنے کا وعدہ فرما کر پھر اسے پورا نہ فرمایا، اور "مستخلفین" "موعودین" کے بجائے ظالمین اور غاصبین دین غیر مقبول کی اشاعت کرتے رہے، حالانکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ کبھی وعدۂ خداوندی خلاف واقعہ نہیں ہوتا۔

② حق سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے افضل الانبیاء ﷺ کے دین سے ایسا برتاؤ کرنا جو دیگر انبیاء ومفضولین سے جائز نہیں رکھا گیا، حالانکہ "لیظھرہ علی الدین کلہ" تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اور "انا لہ لحافظون" بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔ اسی دن کے غلبہ اور محفوظ رکھنے کیلئے وارد ہو چکے ہیں یعنی وفات شریف نبوی کے روز ہی قبل از تکفین وتدفین غصب وظلم شروع ہو گیا۔ (معاذ اللہ)

③ حق سبحانہ وتعالیٰ کی پیشین گوئی کا مندرجہ آیۃ استخلاف میں (معاذ اللہ) جھوٹا اور کاذب ہونا لازم آئے گا۔

④ آنحضرت ﷺ کا تربیت اور تعلیمات اور آپ کی صحبت مبارک کا اس قدر بے

اثر و بے فیض ثابت ہونا کہ آپ کے فوراً بعد سوائے چند اشخاص قلیل التعداد کے آپ کے جمیع صحاب مرتد۔ (معاذ اللہ)

﴿۵﴾ اگر خلفائے ثلاثہ غاصب وظالم ٹھہرائے جائیں تو سب روایات وارده در مدح وثنائے مہاجرین اولین واہل بیت شجرہ وانصار جو ان خلفاء کے معاون وناصر تھے (معاذ اللہ) بے معنی اور غلط ہوں گی اور کلام الٰہی میں تدلیس ماننا پڑے گی، حالانکہ اللہ تعالیٰ تدلیس سے منزہ ہے، ایسے ہی وہ آیات واحادیث جو بالخصوص شخصی طور پر فرداً فرداً ان خلفاء کے بارہ میں ہیں وہ بھی غلط ہو جائیں گی۔

(تصفیہ مابین السنی والشیعہ ۱۱)

اعتراض:

استخلاف کا معنی ایک قوم کو دوسری قوم کی جگہ بٹھانے کا ہے، جیسے ایک قرن کے لوگ مر گئے ان کے بعد دوسرے لوگ آ گئے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک شخص کو پہلے کا جانشین اور بادشاہ بنایا۔ لہذا آیۃ استخلاف سے خلافت خلفاء ثابت نہیں ہوتی۔

جواب:

بقول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے استخلاف کا معنی خلیفہ بنانے کا ہے، امام بغوی اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قال قتادة كما استخلف داؤد وسليمان وغيرهما من الانبياء عليهم السلام" "جیسا کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام اور دیگر انبیاء کرام نے خلفاء مقرر کئے۔"

بالفرض دوسرے معنی لئے جائیں تو بھی بلحاظ "وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم" مآل دونوں معانی کا ایک ہی ہو جاتا ہے، کیونکہ تمکین فی الارض باقامت دین بغیر اس کے مختار قوم کو امام اور والی امر مانا جائے ہو ہی نہیں سکتا۔ آیۃ "وان الله على نصرهم لقدير" نیز "وليبدلنهم من خوفهم امنا" سے قطعاً واضح ہے کہ دین مرتضیٰ وپسندیدہ کے اظہار

کے وقت خلفاء مطمئن اور باامن ہوں گے اس سارے بیان سے پھر یہ ثابت ہو گیا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ دین الٰہی اور دین مرتضیٰ ہمیشہ مخفی رہا ہے اور اہل بیت علیہم الرضوان ہمیشہ تقیہ فرماتے رہے ہیں اور کبھی اس کے ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوئے نصوص قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے۔

(تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص ۱۶)

اعتراض:

جمیع امور عموماً خواہ جائز ہوں یا ناجائز بغیر ارادہ ومشیت ایزدی عز اسمہ ہرگز نہیں ہو سکتے تو باری تعالیٰ کے مستخلف اور ممکن اور مبدل ہونے سے خلافت کی حقانیت بہ ترتیب کذائی کیسے ثابت ہوئی کاروائی اگر غاصبانہ ہو تو پھر بھی تو "فعال لما يريد" وہی ہے۔

جواب:

کہ ارادۂ الٰہیہ کا تعلق سب مکونات سے ہے، مگر یہاں پر وعدہ الٰہیہ بمقابلہ ایمان واعمال صالحہ موعود لہم اور تقید وتوصیف دین بوصف ارتضی لہم اور تزکیہ موعود لہم کا بقولہ تعالیٰ "يعبدوننى لا يشركون بى شيئا" (وہ میری عبادت کرتے ہیں اور کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے) صاف بتلا رہے ہیں کہ امر استخلاف وخلافت خلفاء مراد ہونے کے علاوہ منجملہ مرضیات حق سے بھی ہیں، یعنی آیۃ استخلاف کے مصداق لوگ فقط سربراہ ہی نہیں ہوں گے بلکہ وہ امت مسلمہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کے نیک اور پسندیدہ بندے بھی ہوں گے جنہیں ان کے نیک عقائد واعمال کے پیش نظر یہ مقام عطا ہوگا۔

(تصفیہ مابین السنی والشیعہ تا ص ۲۱)

تمام صحابہ کرام مغفور و جنتی ہیں:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

(سورۃ الحدید ۲۷:۱۰)

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔" (کنز الایمان)

"(و کلا) من الفریقین (وعدالله الحسنی) ای الجنة"

(جلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

"فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے اور فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والوں سے ہر ایک فریق سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔"

(الحسنی) کا معنیٰ "جنت" حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے اور حضرت عطا نے بھی یہی معنیٰ لیا ہے (کمالین) راقم کے نزدیک اس پر اجماع امت ہے۔

اس آیۂ کریمہ کے بعد بھی کوئی یہ کہے گا "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی علیحدہ مرفوع حدیث دکھاؤ۔" راقم نے تو قرآن پاک کی آیۂ کریمہ سے ثابت کر دیا ہے کہ ہر صحابی جنتی ہے۔

کیا تمام صحابہ کرام کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ جس صحابی کے متعلق علیحدہ حدیث نہیں ملے گی اس کی شان کو ہم نہیں مانیں گے۔ کسی کے نہ ماننے سے صحابہ کرام کی شان میں تو فرق نہیں آئے گا' البتہ ایسا کہنے والا شخص اپنی عاقبت برباد کر دے گا۔

کیا کوئی مولوی یہ کہہ سکے گا کہ میں سب انبیاء کرام کے نام جانتا ہوں اور ہر نبی کی

شان میں علیحدہ علیحدہ کوئی آیۂ کریمہ اور کوئی حدیث جانتا ہوں؟ یقیناً ایسا دعویٰ کرنا قرآن پاک کی صریح نص کے مخالف ہے رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی تو یہ ہے:

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ (سورۃ النساء ۶:۱۶۴)

"بعض رسولوں کے واقعات ہم نے بیان کر دیئے ہیں آپ پر اس سے پہلے اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کئے آپ پر۔"

لوگ تو یقیناً تمام انبیاء کراموں کے ناموں سے بے خبر ہیں سوائے چند انبیاء کرام کے اسماء گرامی کے۔ ہر نبی کی شان میں علیحدہ کوئی آیت یا کوئی حدیث پیش کرنا ممکن ہی نہیں۔ جب نام ہی کوئی نہیں جانتا تو علیحدہ علیحدہ شان کیا جانے گا؟

انبیاء کرام کی شان میں مجموعی ذکر ہی کافی ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ

"سب رسول بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے) بن کر آئے۔"

اس طرح کی مختلف آیات مبارکہ میں تمام انبیاء کرام کا مجموعی ذکر کیا گیا ہے، اس لئے یہ ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" "اللہ خوب جانتا ہے کہ جہاں رسالت کو رکھنا ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ منصب رسالت کا کوئی اہل نہیں سوائے اس کے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس منصب کے لائق بنایا ہے۔ یہ ایمان رکھنا ضروری ہے کہ تمام انبیاء کرام کی بلند شان ہے' کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

نتیجہ واضح ہوا:

کہ تمام صحابہ کرام کی شان غیر صحابہ پر بلند و بالا ہے۔ کوئی غیر صحابی کسی صحابی سے بلند نہیں ہوسکتا۔ غیر صحابی کی تمام عمر کی نیکیاں ایک طرف اور صحابی کا ایک لمحہ بھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرنا ایک طرف کر کے پھر موازنہ نہ کریں۔ کسی صاحب ایمان اہل علم سے

پوچھئے تو آپ کو یہی پتہ چلے گا کہ صحابی کا ایک لمحہ بھر رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرنا بہت ہی بلند و بالا ہے اس کے مقابل کسی غیر صحابی شان میں برابر نہیں ہو سکتیں۔

تنبیہ:

یہ کہنا تو ممکن ہے کہ کسی غیر صحابی کے سجدے زیادہ ہوں، حج زیادہ ہوں، روزے وغیرہ زیادہ ہوں لیکن غیر صحابی کی نیکیاں کبھی صحابی کی صحابیت کے شان کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

مہاجرین و انصار کے جنتی ہونے پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

(سورہ التوبہ ۱۱:۱۰۰)

"مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہوئے اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

(کنزالایمان)

مہاجرین صحابہ کرام کے بہت بڑے اجر کا ذکر رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ النحل ۱۴:۴۱)

"جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اپنے مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش وہ جانیں۔"

مہاجرین صحابہ کرام کی بہت بڑی کامیابی:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ○

(سورۃ التوبہ ۱۰:۲۰)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں، اور وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔"

مہاجرین صحابہ کرام کو رحمت و جنت کی خوشخبری:

خدا ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سناتا ہے اور بہشتوں کی جہاں وہ عیش حاصل کریں گے۔

صحابہ کرام کی مغفرت اور اجر عظیم کا رب تعالیٰ کی طرف سے وعدہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ښ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○

(سورۃ محمد ۲۶:۲۹)

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت زورآور ہیں اور آپس میں محبت کرنے والے ہیں تو ان کو دیکھتا ہے رکوع اور سجود کرتے ہوئے وہ خدا کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان موجود ہیں۔ تورات اور انجیل میں ان کی داستان ایسے ہے جیسے کھیتی (پہلے) اپنے سبز گھاس کو نکالے پھر اسے قوی کرلے پس وہ موٹی ہو جائے اور اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے (اسے دیکھ کر) کھیتی والے خوش ہوتے ہیں اور کفار غصہ سے بل کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے

اچھے کام کئے بخشش اور ثواب بزرگ کا وعدہ
دیا ہے۔"

آیۃ کریمہ کی وضاحت:

اس تمہید کو سمجھئے! ظہور اسلام کے وقت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دین پاک کو اپنی ارتقاء (ترقی) میں چار مراحل سے گزرنا پڑا۔"

① بعثت نبوی جو مکہ معظمہ میں واقعہ ہوئی، گویا اسلام کا تولد اس وقت ہوا (یعنی اعلان نبوت پر اسلام کا دور شروع ہوا) مگر اس وقت کے مسلمانوں کو اس کے اظہار کی قدرت نہ تھی۔ یہ مرحلہ ہجرت مدینہ منورہ تک رہا۔

② دوسرا مرحلہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ جا کر شروع ہوا اس دور میں مشرکین مکہ سے قصداً اور اوروں سے تبعاً جہاد وقتال شروع ہو گیا مکہ فتح ہونے پر بادشاہی کی صورت ظہور میں آئی، سارا حجاز مطیع ہوا، اور پھر آپ انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

③ تیسرا مرحلہ آپ کے انتقال کے بعد شروع ہوا، اس میں غلظت وقوت اسلام یہاں تک بڑھی کہ دو نامی اور زبردست بادشاہوں یعنی قیصر (روم کا بادشاہ جو نصرانی تھا) اور کسریٰ (ایران کا بادشاہ جو مجوسی تھا) کو جن کی حکومت اس وقت تقریباً ساری دنیا پر پھیلی ہوئی تھی، جہاد ومقاتلہ کرنے کے بعد مغلوب ونیست ونابود کر دیا گیا۔

④ بلادِ مفتوحہ میں اسلام کی ترویج اور مساجد کی تعمیر، پہلے اور دوسرے مراحل خود آنحضرت ﷺ کے سامنے گزرے، تیسرا مرحلہ بعہد صدیقی وفاروقی طے ہوا، اور چوتھا جسے تیسرے کا ثمرہ سمجھنا چاہئے بعہد عثمانی ومرتضوی واقعہ ہوا۔

اس مذکورہ آیۃ شریفہ میں اسلام کے چاروں ادوار مذکورہ بالا کا ذکر ہے "اخرج شطاہ" "کھیتی پہلے اپنا سبز گھاس نکالے" بیان ہے اسلام کے پہلے دور کا یعنی بعثت نبوی سے ہجرت تک" فآزرہ" (پھر اسے قوی کرے) بیان ہے دوسرے دور کا، یعنی اس زمانے کا جو

ہجرت سے لے کر وفاتِ سرور کائنات علیہ افضل التحیات تک ہے۔

" فاستغلظ " (پھر وہ موٹی ہو جائے) بیان ہے اسلام کے تیسرے دور کا" اور" فاستوی علی سوقه" (اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے) بیان ہے اسلام کے چوتھے دور کا۔

فائدہ جلیلہ:

اس ترجمہ سے معلوم ہوا کہ "ذلك" اشارہ ہے مابعد یعنی "کزرع" کی طرف اور یہ اشارہ بجانب مابعد حضرات ناظرین کے لئے تعجب نہ ہو کیونکہ قرآن کریم میں اس کے علاوہ بھی "ذلک" سے اشارہ مابعد کی طرف واقع ہوا ہے: ارشاد باری تعالیٰ:

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ۝ "اور ہم نے (لوط کی طرف) وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوئے کاٹ دی جائے گی۔" (سورہ حجر ٦٦:١٤)

تنبیہ:

"فاستغلظ" بیان ہے اسلام کے تیسرے دور کا اور درجہ کی ترقی کا اسی طرح" لیظھرہ علی الدین کله" (سورۃ الصف آیۃ ۹) بھی دال ہے تیسرے دور پر گویا ان آیات کے یہ دونوں جملے بطریق پیشن گوئی عہد صدیقی وفاروقی سے خبر دے رہے ہیں۔ اس وقت کسریٰ وقیصر زمین پر دو زبردست بادشاہ تھے اور ان ہی کا دین سب ادیان پر غالب تھا روم، روس، فرنگ، الیمان، افریقہ، شام، مصر وبعض بلادِ مغرب وحبشہ نصرانی قبضہ میں تھے، اور قیصر کے تابع تھے، اور خراسان، توران، ترکستان، زابلستان، باختر وغیرہ مجوسی تھے اور کسریٰ کے تابع تھے، باقی ادیان مثل یہودیت ودینِ مشرکین ودین ہنود ودین صائبین پامال اور ضعیف ہو گئے تھے، حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب چاہا کہ دین حق دین اسلام کو سب ادیان پر" کما قال الله تعالیٰ" "لیظھرہ علی الدین کله" اور "فاستغلظ" غالب وظاہر کرے تو بحسب وعدہ مندرجہ آیۃ " ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم" صحابہ کرام برسرپرستی شیخین جن

کی مدح میں آیۃ سورۃ فتح "محمد رسول اللہ والذین اشداء علی الکفار" بھی وارد ہے، اقامت دین حق کی توفیق ان ہی کو عطاء فرمائی اور ان ہی کے ذریعے قیصر و کسریٰ اور ان کا دین پامال اور نیست و نابود ہو گیا۔

عہد نبوی میں چونکہ مسلمانوں کا غلبہ نصاریٰ نجران اور مجوسی ہجر اور یہود خیبر تک محدود تھا، اور ان ہی سے خراج اور جزیہ لینا ٹھہرا تھا' اس لئے "فاستغلظ" اور "لیظھرہ علی الدین کلہ" کا مصداق حضور کا زمانہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ختنین (دو دامادوں حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما) کا زمانہ کہا جا سکتا ہے جو یوماً فیوماً (روز بروز) تنزل کا دور تھا۔

(تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص ۱۴)

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلفاءِ ثلاثہ کی شان بیان کرتے ہیں:

آیئے! حسنی و حسینی سید سے قرآن پاک سیکھئے تمہاری زبان گنگ ہو جائے لیکن ایمان کے بغیر زبان کو بند کرنا ممکن ہی نہیں' آپ فرماتے ہیں:

"دوسری آیۃ جس میں بیان شدہ پیشن گوئی خلفاء ثلاثہ کے عہد میں متحقق ہوئی وہ سورۃ فتح کی مندرجہ ذیل ہے:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○

(سورۃ فتح ۱۶:۲۶)

"جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم جلد ایک جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے، یا وہ اسلام لے آئیں گے۔ اگر تم حکم مانو گے تو خدا تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بڑی تکلیف کی سزا دے گا۔"

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایسی کوئی دعوت وقوع میں نہیں آئی جس کا ذکر اوپر آیا ہے، اس آیۃ کا نزول واقعہ حدیبیہ میں ہوا ہے اور حدیبیہ کے متصل غزوہ خیبر میں ہوا ہے اور اس غزوہ میں اعراب کو نہیں بلایا گیا بلکہ ان لوگوں کے علاوہ جو حدیبیہ میں حاضر تھے سب روک دیئے گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ

"آپ فرما دیجئے تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو گے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہی فرما دیا ہے۔"

بعد ازاں فتح مکہ کا غزوہ ہوا۔ اس میں بھی ایسی قوم کے لئے دعوت نہ تھی جو پہلی قوم سے مغائر، حدیبیہ اور فتح مکہ دونوں مواقع پر دعوت قریش ہی کو قریش ہی کے مقابلہ کے لئے ہوئی تھی' اور آیۃ مذکورہ کے نظم کلام سے پایا جاتا ہے کہ ہر دو قوم متغائر ہوں گی۔

در صورت اتحاد بجائے الفاظ "ستدعون الی قوم" کے "ستدعون الیھم مرۃ اخری" فرمائے جاتے۔ اسی طرح غزوہ حنین بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس غزوہ میں مقابلہ قوم ہوازن کے ساتھ تھا اور آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب دس ہزار افراد کا لشکر تھا جن کے مقابل ہوازن جیسی حقیر اور کمزور قوم (جو چار ہزار تھے) (اولی باس شدید) سے تعبیر نہیں کی جا سکتی۔ ایسے ہی غزوہ تبوک بھی مراد نہیں ہو سکتا، کیونکہ غزوہ تبوک میں مقصود صرف اہل شام و روم کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب و ہیبت کا قائم کرنا تھا۔

ہرقل (بادشاہ) نے جنبش نہ کی اور نہ کوئی فوج مقابلہ پر آئی۔ اس لئے آپ نے جنگ کے بغیر مراجعت فرمائی (لوٹے) جبکہ مندرجہ بالا آیۃ میں صاف فرمایا گیا ہے کہ "تقاتلونھم اویسلمون" یعنی تمہارے ان سے لڑنے کی غایت اور انتہاء یہ ہوگی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے غرضیکہ عہد نبوی میں کوئی دعوت ایسی نہ ہوئی جو اس آیت کا مصداق ٹھہرائی جا سکے۔ ایسا ہی اس دعوت تحقق عہد مرتضوی میں بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس عہد میں جو دعوت ہوئی تھی وہ خلافت کی پختگی اور مسلمان باغیوں کی شکست کے لئے دی گئی تھی، نہ کہ ایسی دعوت

جو کسی قوم "اولی باس شدید" کے لئے ہو اور مقاتلہ کا انجام اس قوم کا اسلام قبول کرنا ہو۔

اسی طرح بعد انقضائے زمانہ خلافت راشدہ جس کی میعاد حدیث صحیح میں تیس سال فرمائی گئی ہے، بنو امیہ اور بنو عباس اور جو ان کے بعد ہوئے ہیں کسی کے عہد میں کبھی حجاز اور یمن کے اعراب یعنی بادیہ نشین مقاتلہ کفار کے لئے نہیں بلائے گئے بلکہ آج ترکوں کے زمانہ میں بھی نہیں بلائے گئے۔ لہذا قطعی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ یہ دعوت مندرجہ آیۃ مذکورہ بالا بغیر عہد خلفاء ثلاثہ وقوع میں نہیں آئی۔ ان ہی کے دور میں نصرانیوں اور مجوسیوں کے خلاف جو دونوں غیر قوم تھے۔ جنگ کرنے کے لئے اعراب کو دعوت دی گئی، اور ان ہی جنگوں کا نتیجہ ان کے اسلام قبول کر لینے کی صورت میں نکلا اور چونکہ یہ دعوت ایسی تھی کہ جس کی تعمیل پر اجر حسن اور تخلف پر عذاب الیم مرتب ہے۔

پس ثابت ہوا کہ دعوت کرنے والے اور کفار کے ساتھ جنگ کے لئے بلانے والے واجب الاطاعات ہیں اور یہی معنی ہے خلافت کا یعنی ان خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق اور عین منشائے ایزدی کے مطابق تھی۔ (تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص ۱۵)

صحابہ کرام کی شان میں خوبصورت عقیدہ:

"واتفق اهل السنة علی ان افضلهم ابو بکر ثم عمر قال جمهور هم ثم عثمان ثم علی، وقال بعض اهل السنة من اهل الکوفة بتقدیم علی علی عثمان و الصحیح المشهور تقدیم عثمان قال ابو منصور البغدادی اصحابنا مجمعون علی ان افضلهم الخلفاء الاربعة علی الترتیب المذکور۔" (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸۰)

"اہل سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ سب صحابہ سے افضل ابوبکر پھر عمر، جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان کا درجہ ہے۔ ہاں! بعض اہل سنت علماء کوفہ نے کہا ہے کہ حضرت علی کا درجہ مقدم ہے حضرت عثمان سے لیکن صحیح اور مشہور قول یہی ہے کہ حضرت عثمان کا درجہ مقدم ہے حضرت علی پر۔ ابو منصور بغدادی فرماتے ہیں:

کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ چار خلفاء کی افضلیت کی جو ترتیب ہے وہی ان کی خلافت کی بھی ترتیب ہے۔" (رضی اللہ عنہم)

"ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بیعة الرضوان و ممن له مزیة اهل العقبتین من الانصار و کذلك السابقون الاولون"۔
(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸۰ فضائل صحابہ)

چار خلفاء کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھ صحابہ کرام کا درجہ ہے، اس کے بعد بدر میں شریک صحابہ کرام کا درجہ ہے، اس کے بعد انصار میں سے عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ میں بیعت کرنے والے، پھر السابقون الاولون تمام صحابہ کرام کا درجہ ہے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت میں شہید ہوئے:

"واما عثمان رضی الله عنه فخلافته صحیحة بالاجماع وقتل مظلوما"۔

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اجماع امت ہے، آپ کو مظلومیت کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں:

"ولم یشارك فی قتله احد من الصحابة وانما قتله همج ورعاء من غوغاء القبائل وسفلة الاطراف والارذال تخربوا وقصدوه من مصر فعجزت الصحابة الحاضرون عن دفعهم فحصروه حتی قتلوه رضی الله عنه"۔
(نووی ج ۲ ص ۲۸۰)

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کوئی ایک صحابی شریک نہیں ہوا، آپ کو قتل کرنے والے شتر بے مہار اور بے لگام گھوڑوں کی طرح لوگ تھے۔ خیال رہے "ہمج" (اس فوج کو کہتے ہیں جس کا کوئی سربراہ نہ ہو) اور آپ کو شہید کرنے والے مختلف قبائل کے شور و غل کرنے والے چرواہے تھے، آپ

کوشہید کرنے والے مختلف اطراف کے کمینے اور ذلیل لوگ تھے جو مصر کے علاقہ سے حالات کوخراب کرنے کیلئے آئے تھے۔ مدینہ طیبہ میں حاضر صحابہ کرام ان کا دفاع کرنے سے عاجز ہوگئے تو ان کمینوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور آپ کوشہید کردیا گیا۔"

(سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں سے لڑائی کرنے کی اس وجہ سے اجازت نہیں دے رہے تھے کہ میری وجہ سے مدینہ طیبہ کی سرزمین خون سے رنگین نہ ہو۔)

تنبیہ:

تاریخ کی کتابوں میں رطب ویابس بھرا ہوا ہے' واقعہ کربلا کو افسانہ بنادیا گیا، اگر کوئی تواریخ کے حوالہ سے صحابہ کرام کو قاتل عثمان کہے تو وہ کذاب ہوگا، کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنے والا کسی تاریخ کا حوالہ دے گا تو ایسے شخص کی کوئی بات نہ سنی جائے' وہ اپنی عاقبت خراب کررہا ہے' کسی کا کوئی نقصان نہیں کررہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق ہے:

"واما علی رضی الله عنه فخلافته صحيحة بالاجماع وكان هو الخليفة فی وقته لاخلافة لغيره"۔

(نووی ج۲ص۲۸۰ فضائل صحابہ)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ان کے دور میں صحیح برحق تھی اس پر اجماع امت ہے۔ جب آپ خلیفہ تھے اس وقت میں کوئی خلیفہ نہ تھا نہ ہی خلافت کا کوئی حقدار تھا۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نجباء صحابہ میں سے تھے:

واما معاوية رضی الله عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء واما الحروب التی فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب انفسها بسببها وكلهم عدول رضی الله عنهم ومتأولون فی حروبهم وغيرها ولم يخرج

شئ من ذلك احدامنهم من العدالة لأنهم المجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل من الدماء وغيرها ولا يلزم من ذالك نقص احد منهم"۔

(نووی شرح مسلم ج۲ص۲۸۰ فضائل صحابہ)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل اور فاضل حضرات سے ہیں یعنی آپ عادل اور فاضل صحابی ہیں' اور آپ شرفاء صحابہ میں شریف صحابی ہیں او ر آپ شریف خاندان سے ہیں' (النجباء جمع ہے نجیب کی' النجیب' شریف' شریف خاندان (المنجد) یہ اس لئے حوالہ نقل کیا ہے کہ کوئی راقم کے ترجمہ کو غلط نہ کہہ سکے) جو لڑائیاں صحابہ کرام کے درمیان ہوئیں ہر طرف کے حضرات کو کچھ شبہات حاصل تھے' ہر فریق اپنے آپ کو صحیح کہہ رہا تھا کہ اس مسئلہ میں میرا عقیدہ ہی صحیح ہے۔ میں ہی حق بجانب ہوں' اس لئے سب صحابہ کرام عادل صحابہ تھے' کوئی صحابی (معاذاللہ) ظالم نہیں تھا۔ ان کی لڑائیاں او ر اختلافات تاویلات پر مبنی تھے' ان لڑائیوں اور خنلاف کی وجہ سے کسی صحابی کی عدالت ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ سب اپنے اپنے اختلاف میں مجتہد تھے، ان کا اختلاف اجتہادی اختلاف تھا۔"

طلباء کرام بخوبی جانتے ہیں:

کہ اجتہادی اختلاف میں مُصِیب (حق راہ پر) تو ایک ہی ہوتا ہے' لیکن دوسرے خطاء کار نہیں ہوتے بلکہ اجتہاد کا ثواب ان کو بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کا اختلاف اجتہادی ہونے کی وجہ سے یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہادی خطاء کے باوجود عادل' فاضل اور شریف صحابی تھے اور اجتہاد کا ثواب ان کو بھی حاصل تھا۔

کوئی صحابی ثواب سے محروم نہ تھا' یہ اجتہاد بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ بعد میں آنے والے امامین مجتہدین کا کئی مسائل میں اختلاف ہوا قتل کے مسائل میں اختلاف ہوا قتل شبہ عمد کیا

ہے؟ وغیرہ دیگر کئی مسائل میں اختلاف تھا لیکن مسائل میں اختلاف کے باوجود ائمہ مجتہدین کی شان میں کوئی نقص لازم نہیں آیا۔ اب کوئی شخص یہ کہے کہ میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل کو نہیں مانتا اور نہ ہی بیان کرتا ہوں کیونکہ میرے راہنما غیر مقلدین بھی ان کی شان نہیں بیان کرتے۔

تیرے یا تیرے راہنماؤں کی شان ائمہ کرام نہ بیان کرنے سے کیا بزرگان دین کی شان کم ہو جائے گی؟ نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا ”ان شاء اللہ“ سورج و چاند اپنی آب وتاب سے قائم ودائم ہیں، روشن ہیں چمک رہے ہیں۔ مخالف لوگ صدیوں سے ان کی چمک ودمک کو دیکھ رہے ہیں، مخالفین ختم ہوتے گئے لیکن چاند اور سورج کی شان میں کوئی فرق نہ آیا۔

صحابہ کرام کے اختلاف میں علماء ربانیین کا عقیدہ:

واعلم ان سبب تلك الحروب ان القضايا كانت مشتبهة فلشدة اشتباهها اختلف اجتهادهم وصاروا ثلاثة اقسام قسم ظهرلهم بالاجتهاد وان الحق فى هذا الطرف وان مخالفه باغ فوجب عليهم نصرته وقتال الباغى عليه فيما اعتقدوه ففعلوا ذلك ولم يكن يحل لمن هذه صفته التأخر عن مساعدة امام العدل فى قتال البغاة فى اعتقاده وقسم عكس هؤلاء ظهرلهم بالاجتهاد وان الحق فى الطرف الآخر فوجب عليهم مساعدته وقتال الباغى عليه وقسم ثالث اشتبهت عليهم

صحابہ کرام کے درمیان لڑائیاں اور اختلاف کے اسباب یہ تھے کہ ان پر واقعات مشتبہ تھے کہ کس کی بات حق ہے اور کس کی بات غلط اور کس کے دلائل صحیح ہیں اور کس کے غلط ہیں، اس شدت اختلاف کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں بھی اختلاف ہوا۔ صحابہ کرام اپنے اپنے اجتہاد کی وجہ سے تین قسموں پر منقسم ہو گئے۔ (۱) ایک قسم وہ تھے جنہوں نے ایک فریق کو حق سمجھا اور دوسرے کو باغی سمجھا، ان پر یہ واجب ہو گیا کہ وہ اس شخص کی امداد کریں جسے وہ حق سمجھتے ہیں اور دوسرے کو قتل کریں جسے وہ باغی سمجھتے ہیں، انہوں نے

القضية وتحيروا فيها ولم يظهرلهم ترجيح احد الطرفين فاعتزلوا الفريقين وكان هذا الاعتزال هوالواجب فى حقهم لأنه لا يحل الاقدام على قتال مسلم حتى يظهر أنه مستحق لذلك ولو ظهر لهؤلاء رجحان احد الطرفين وان الحق معه لما جازلهم التأخر نصرته فى قتال البغاة عليه فكلهم معذورون رضى الله عنهم ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتدبه فى الاجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضى الله عنهم اجمعين۔

(نووی شرح مسلم ج۲ص۲۸۰ فضائل صحابہ)

اپنے عقیدہ کے مطابق دوسرے سے قتال کیا، ان کا یہ فعل صحیح تھا، بلکہ ان کیلئے جائز ہی نہ تھا کہ وہ امام عادل کی امداد نہ کریں اور باغی سے قتال نہ کریں، کیونکہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایک کو امام حق سمجھا اور دوسرے کو باغی۔ (۲) صحابہ کرام کی دوسری قسم یہ ہے کہ انہوں نے پہلے حضرات کے مخالف اجتہاد سے کام لیا جسے پہلا فریق امام حق سمجھ رہا تھا اسے انہوں نے باغی سمجھا اور جسے پہلا فریق باغی کہہ رہا تھا انہوں نے اسے امام حق سمجھا ان پر اپنے اجتہاد کی وجہ سے واجب ہو گیا کہ وہ امام حق کا ساتھ دیں اور باغی سے قتال کریں۔“

(۳) تیسری قسم صحابہ کرام وہ تھے جن پر فیصلہ مشتبہ ہو گیا وہ اس میں حیران ہو گئے، ان پر یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ کس کو ترجیح دیں وہ دونوں فریقوں سے جدا ہو گئے۔ یہ جدا ہونا ان پر واجب تھا کیونکہ کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں جب تک اس کا مستحق قتل ہونا ظاہر نہ ہو۔ اگر ان پر ایک فریق کا راجح ہونا حق پر ہو جاتا تو ان کا باغیوں سے قتال اور اہل حق کی امداد سے پیچھے ہٹنا جائز ہی نہ ہوتا۔ اس لئے سب صحابہ کرام کا عذر سمجھا جائے گا، اسی وجہ سے اہل حق کا اس میں اتفاق ہے جو اجماع میں معتبر ہیں کہ سب صحابہ کرام کی شہادت اور روایات قبول ہیں، اور سب کامل عادل ہیں ”رضی اللہ عنہم اجمعین“۔

«شان صحابہ میں احادیث مبارکہ»

بغض صحابی درحقیقت بغض خدا اور رسول ﷺ ہے:

"عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ الله الله فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن آذاھم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ فیوشك ان یاخذہ"۔

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب)

''عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ سے ڈرتے رہو میرے صحابہ کے بارے میں۔ ان کو میرے بعد (طعن و تشنیع کا) نشانہ نہ بنانا، جس شخص نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ہی تو ان سے محبت کی، اور جس شخص نے ان سے بغض رکھا، اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا، اور جس شخص نے صحابہ کو اذیت پہنچائی تو تحقیق اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس شخص نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت دی، جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ اسے اپنی گرفت میں لے لے۔''

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

(1) نبی کریم ﷺ کو یہ علم حاصل تھا کہ میرے بعد صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے لوگ آئیں گے، اسی لئے فرمایا کہ ''میرے بعد صحابہ کو (طعن و تشنیع کا) نشانہ نہ بنانا۔

(2) صحابہ کرام کی محبت حقیقت میں محبت رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام سے محبت نہ کرنے

والا محبت مصطفیٰ کے دعوی میں کذاب ہے۔

(3) بغض صحابہ بغض رسول اللہ ﷺ ہے، صحابہ کرام سے بغض رکھنے والا ہزار دعوے کرے کہ مجھے تو نبی کریم ﷺ سے کوئی بغض نہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے میں رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھوں؟ اس کا یہ کہنا درست نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد واضح ہے ''صحابہ سے بغض رکھنے والا میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہی تو ان سے بغض رکھ رہا ہے۔

(4) صحابہ کرام کو کسی طرح بھی اذیت پہنچانا، خواہ بغض رکھ کر اذیت پہنچائے، خواہ کسی اور طریقہ سے ان کو اذیت پہنچائے وہ درحقیقت مصطفیٰ کریم ﷺ کو اذیت پہنچا رہا ہے۔ اور جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچا رہا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائے وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔

یعنی صحابہ کرام سے بغض رکھنے اور اذیت پہنچانے والا کسی کا کوئی نقصان نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے والوں کا انجام کیا ہوگا۔ آیئے! ارشاد باری تعالیٰ دیکھئے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝

(سورۃ الاحزاب ۳۳:۵۷)

''بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (کنزالایمان)

نتیجہ واضح ہوا:

صحابہ کرام کو اذیت پہنچانے والے پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ دنیا والے ہر طرف سے لعنت پہنچا رہے ہیں جسے ہم سن رہے ہیں۔ بہت لوگوں سے سن چکے ہیں اور ان شاء اللہ سنتے رہیں گے۔ اور آخرت کی لعنت پر اس لئے یقین ہے کہ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا

"یُخْلِفُ الْمِیْعَادِ" اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور ان کو اللہ تعالیٰ ذلت کا عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دینے والوں پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ایمان والوں کو ایذاء پہنچانا کھلا بہتان ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا O (سورۃ احزاب۲۲:۵۸)

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (کنزالایمان)

شان نزول:

یہ آیۂ کریمہ ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔ (خزائن العرفان)

حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو ایذاء دینا حرام ہے:

قرآن پاک کے الفاظ کے عموم کے پیش نظر یوں کہنا پڑے گا کہ کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا درحقیقت صحابی کو ایذاء دینا ہے جو حرام ہے، حلال نہیں۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی گستاخی کرے تو وہ بھی منحوس ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کی شان میں گستاخی کرے تو وہ بھی منحوس ہے، بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار سے مومنین و مومنات دل و جان سے محبت کرتے ہیں، اس لئے اہل بیت اور صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والا حقیقت میں سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ایذاء دے رہا ہے، جو کھلے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ (راقم)

اعتراض:

تم نے جو حدیث بیان کی ہے وہ تو ضعیف ہے اس کا اعتبار کیسے کیا جائے؟

جواب:

یہ اعتراض جہالت و حماقت پر مبنی ہے، ترمذی نے حدیث بیان کر کے کہا ہے "ہٰذا حدیث غریب" یہ نہیں کہا (ہٰذا حدیث ضعیف، یہ حدیث ضعیف ہے) غریب کو ضعیف کہنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے غریب کا تعلق راویوں کی تعداد سے ہے، ضعیف کا تعلق راوی کی صفات سے ہے۔

غریب حدیث:

وہ ہے جس کے راوی دو ہوں۔ اگر دونوں راوی ثقہ عادل ہوں ان میں وہ صفات پائی جائیں جو صحیح کے راویوں میں پائی جاتی ہیں، تو وہ حدیث غریب ہونے کے ساتھ صحیح بھی ہے۔

غریب حدیث کو کب چھوڑا جاتا ہے؟:

اگر غریب حدیث نص قطعی کے مخالف ہو، یعنی قرآن پاک کے مخالف ہو، یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور کے مخالف ہو، کوئی وجہ، اجماع کی تاویل نہ پائی جائے تو حدیث غریب کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص قرآن پاک کی آیۂ مبارکہ یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور سے مندرجہ بالا حدیث غریب کے خلاف یہ ثابت کردے کہ "صحابہ کرام سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں اور صحابہ کرام سے بغض رکھنا نبی کریم ﷺ سے بغض نہیں اور صحابہ کرام کو ایذاء دینا نبی کریم ﷺ کو ایذاء دینا نہیں اور مصطفیٰ کریم ﷺ کو ایذاء دینا اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینا نہیں۔ اور اللہ کو ایذاء دینے سے اللہ اسے اپنی گرفت میں نہیں لے گا" تو حدیث غریب کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اگر کوئی صرف زبانی طور پر کہتا پھرے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو اس ضعیف الایمان کی بات کو کون تسلیم کرے گا؟

صحابہ کرام اصلاح امت تھے:

وعن انس قال قال رسول الله ﷺ مثل اصحابی فی امتی کالملح فی الطعام لایصلح الطعام الا بالملح قال الحسن فقد ذهب ملحنا فكيف نصلح"

(رواہ فی شرح السنۃ مشکوۃ مناقب صحابہ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کی مثال امت میں ایسے ہے جیسے نمک طعام میں ہوتا ہے' کھانا سوائے نمک کے درست نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ہمارا نمک چلا گیا اب ہم کیسے صلاحیت (وخیر) میں ہوں گے؟''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت:

قوله فكيف نصلح اى فى حالنا قلت نصلح بكلامهم ورواياتهم ومعرفة مقاماتهم وحالاتهم وبالاقتداء بأخلاقهم وصفاتهم فان العبرة بهذه الاشياء دون صورهم وذواتهم"

(مرقاۃ' علامہ علی قاری رحمہ اللہ)

''حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول ''فکیف نصلح'' کا مطلب یہ ہے کہ ہم صحابہ کرام کے کلام اور ان کی روایات اور ان کے مقامات کی معرفت اور ان کے حالات کو دیکھنے اور ان کے اخلاق وصفات کی اقتداء سے اپنے احوال کو باصلاحیت بناتے تھے' اب ہم اپنے حالات کو کیسے سنواریں گے؟''

اصل اعتبار ان مذکورہ بالا اشیاء کا ہی ہے جو صحابہ کرام میں کامل طور پر پائی جاتی ہیں' صرف صورتوں اور ذاتوں کا نہیں۔

تنبیہ: نبی کریم ﷺ نے یہ شان تمام صحابہ کرام کی بیان فرمائی ہے' کوئی صحابی بھی اس

سے مستثنی نہیں۔ (راقم)

"عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ مامن أحد من اصحابی يموت بأرض الا بعث قائدا ونورا لهم يوم القيامة"۔

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب' مشکوۃ مناقب صحابہ)

''عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ میں سے کوئی ایک میرا صحابی نہیں جو کسی زمین پر فوت ہو مگر یہ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کیلئے (جن میں وہ فوت ہوا) اسے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔''

سبحان اللہ! ہر صحابی جس سرزمین پر فوت ہوتا ہے' ان لوگوں کی قسمت جاگ اٹھتی ہے کیونکہ وہ ان لوگوں کیلئے قیامت میں قائد ہوگا۔ جسے صحابی رسول ﷺ کی قیادت نصیب ہو جائے وہ بھٹک نہیں سکتا' پھر اس زمین کے لوگوں کیلئے قیامت کے دن وہ صحابی نور ہوں گے۔ صحابی جب اس کیلئے راہ کو منور کریں گے تو کون ہوگا جو اسے تاریکی میں مبتلاء کرے؟
(راقم)

صحابہ کرام کو گالی دینے والے پر اللہ کی لعنت بھیجو:

"عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الذين يسبون اصحابی فقولوا لعنة الله على شركم"۔

(رواہ الترمذی مشکوۃ مناقب الصحابہ)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہوں تو تم کہو اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔''

وضاحت حدیث:

"قوله لعنة الله على شركم اى لعنة الله عليكم بناء على شركم او هو احتياط اللعن على فعله دون ذاته ورعاية للانصاف

''نبی کریم ﷺ کے ارشاد ''فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم'' اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کہو تم پر اللہ کی لعنت ہو بوجہ تمہارے شر کے'

وان کان فی الحقیقة راجعا الی الفاعل فافهم"۔ (لمعات)

(یعنی صحابہ کرام کو گالیاں دینا ان کا شر ہے۔ وہ شر ہی ان پر لعنت بھیجنے کا سبب ہے) دوسری وجہ یہ ہے کہ لعنت میں احتیاط یہ ہے کہ لعنت فعل پر بھیجی جائے' نہ کسی کی ذات پر ۔یہ صرف انصاف کا تقاضا تھا ورنہ حقیقت میں لعنت فاعل کی طرف ہی جاتی ہے۔"

تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں:

"وعن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فأوحی الیّ یامحمد ان اصحابك عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن أخذ شیأ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی قال وقال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم"۔

(رواہ رزین، مشکوۃ مناقب صحابہ)

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے میرے بعد میرے صحابہ میں ہونے والے اختلاف کے متعلق سوال کیا' تو میری طرف وحی کی گئی' اے محمد (ﷺ)! بیشک تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی طرح ہیں بعض ان ستاروں میں سے بعض پر زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک کو نورانیت حاصل ہے' جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کچھ حصہ لے لیا۔ (یعنی کسی صحابی کی تابعداری کرلی) وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی اقتداء کرلو گے ہدایت پاجاؤ گے۔"

وضاحت حدیث:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ میرے رب نے کہا کہ آپ کے صحابہ میں اختلافات پائے جانے کے باوجود جو شخص کسی صحابی کی اقتداء کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔

اسی سے یہ فائدہ حاصل ہوگیا "ان اختلاف الائمة رحمة للأمة" ائمہ کا اختلاف امت کیلئے رحمت کا سبب ہے" ہاں البتہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "المراد به الاختلاف فی الفروع لافی الأصول "اختلاف اگر فروع دین میں ہو تو وہ رحمت ہے۔ اگر اختلاف اصول دین میں ہو تو وہ رحمت نہیں (بلکہ راقم کے نزدیک وہ بربادی کا سبب ہے' بلکہ باطل راہ پر چلنے والے کو وہ اختلاف کفر تک پہنچائے گا)۔

لیکن خدارا! انصاف کریں کیا صحابہ کرام میں اصول دین میں اختلاف تھا؟ نہیں نہیں ایسا نہیں کوئی ایمان والا شخص تو کبھی نہیں کہہ سکتا بلکہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہاں کوئی ایمان سے ہی خالی ہو تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

"قال السید جمال الدین الظاهر ان مراده ﷺ الاختلاف الذی فی الدین من غیر اختلاف للغرض الدنیوی"

"سید جمال الدین نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مراد وہ اختلاف ہے جو دین میں تھا، دنیاوی غرض کی وجہ سے اختلاف مراد نہیں۔"

اعتراض:

صحابہ کرام کا اختلاف فروع دین میں اختلاف تو نہیں تھا بلکہ وہ اختلاف تو حکومت کا اختلاف تھا' اس اختلاف کو ہدایت کیسے کہا جائے؟

جواب:

"قلت الظاهر ان اختلاف الخلافة ایضا من باب اختلاف فروع الدین لنا شئ عن

"علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظاہر بات یہی ہے کہ اختلاف خلافت بھی فروع

اجتهاد کل لا من الغرض الدنیوی الصادر عن الحظ النفسی فلایقاس الملوك بالحدادین"۔ (مرقاۃ)

دین کا ہی اختلاف تھا کیونکہ وہ اختلاف حقیقت میں اختلاف اجتہاد تھا۔اس میں دنیاوی اغراض نہیں تھیں ٗ اور نہ ہی اس میں نفسانی مفاد کا حصول تھا۔صحابہ کرام کے اختلاف کو عام بادشاہوں کے اختلاف جیسا نہ سمجھا جائے جو ایک دوسرے کو کاٹ کھاتے ہیں۔"

سبحان اللہ! علماء ربانیین ٗ ہادیین ومہتدین نے کیا خوب مسائل کا حل پیش کیا ہے۔

اہل سنت کا شاندار عقیدہ:

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام سے بھی محبت کرے اور ان کی اتباع کرے اور اہل بیت اطہار سے بھی محبت کرے اور ان کی اتباع بھی کرے۔صحابہ کرام تمام ستاروں کی طرح ہیں ٗ جس صحابی کی بھی کوئی اقتداء کرے ہدایت پا جائے گا۔یہ حدیث ابھی بمع شرح کے ذکر ہو چکی ہے۔

آیئے! ایک اور حدیث اہل بیت کی شان میں سنئے ٗ پھر علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار وضاحت اور صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی شان میں حسین امتزاج دیکھئے۔

"عن ابی ذر انہ قال وھو آخذ بباب الکعبة سمعت النبی ﷺ یقول الا ان مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلك" (مسند احمد)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ٗ وہ کعبہ شریف کے دروازہ کو پکڑ کر فرما رہے تھے میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا خبردار! تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔"

اس حدیث پاک کی شرح میں علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صنعانی نے کشف الحجاب میں کیا خوب فرمایا کہ دنیا وراس میں کفر ٗ گمراہیاں ٗ بدعات ٗ جہالتیں اور غلط قسم کی خواہشات کو

فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

"یا جیسے اندھیرے کسی گہرے دریا میں اس کے اوپر موج ٗ موج کے اوپر موج ٗ اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک کے اوپر ایک

سے تشبیہ دی۔ گہرے دریا کی ظلمات سے بغیر کشتی کے نکلنا ممکن نہیں۔اور وہ کشتی اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی محبت کی ہے۔

کتنا ہی خوب نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ارشادات میں رابطہ قائم فرمایا ہے صحابہ کرام کو ستاروں سے تشبیہ دی اور فرمایا جس نے ان کی اقتداء کی وہ ہدایت پا جائے گا، اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی:

"ونعم ما قال الامام فخر الدین رازی فی تفسیرہ نحن معاشر أھل السنة بحمد الله رکبنا سفینة محبة اھل البیت واھتدینا بنجم ھدی اصحاب النبی ﷺ فنرجوا

"علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا ہی اچھا اپنی تفسیر میں بیان فرمایا: ہم اہل سنت بحمد اللہ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور صحابہ کرام کی ہدایت کے ستاروں سے

النجاة من أهوال القیامه ودرکات الجحیم والهدایة الی مایوجب درجات الجنان والنعیم المقیم"

ہدایت حاصل کررہے ہیں۔ہمیں امید ہے کہ ہمیں قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے تمام طبقات سے نجات حاصل ہوگی اور ایسے راستے کی ہدایت حاصل ہوگی جو ہمیں جنت کے اعلیٰ درجات اور نعیم مقیم میں پہنچادے گا۔"

ضال ومضل اور ہادی ومہتدی میں فرق:

ابھی علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول بیان کیا ہے اس سے "ہادی ومہتدی" کا پتہ چل گیا کہ جو صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار دونوں سے محبت کرتا ہے وہ صاحب ایمان ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہے اور سیدھی راہ دکھانے اور سیدھی راہ پر چلانے والا ہے۔

ضال ومضل (گمراہ اور گمراہ کرنے والوں) کے متعلق علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں حدیثوں کی وضاحت یہ ہے۔

کہ جو شخص خارجیوں کی محبت سے اہل بیت کی کشتی میں داخل نہ ہوا وہ ابتدائی مرحلہ میں ہی تباہ ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہوجائے گا۔اور رافضیوں کی طرح جو شخص محبت اہل بیت کی کشتی میں داخل ہوگیا لیکن صحابہ کرام کی ہدایت کے ستاروں سے راہنمائی حاصل نہ کی وہ بھٹک جائے گا ایسا تاریکیوں میں پھنسے گا کہ اس کا نکلنا ممکن نہیں رہے گا۔

ہادی ومہتدی علماء کرام کی شان حدیث پاک سے:

رواہ احمد عن انس مرفوعا ان مثل العلماء فی الأرض کمثل النجوم فی السماء یهتدی بها فی ظلمات البر والبحر

"حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا حدیث بیان فرمائی: بیشک زمین میں علماء اس طرح ہیں جس طرح

فاذا انطمست النجوم اوشك ان تضل الهداة"

آسمان میں ستارے ہیں۔ان سے خشکی اور دریاؤں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے جب ستارے (رات کی تاریکی میں) تو راہ پر چلانے والوں کا بھٹک جانا قریب ہوجاتا ہے۔"

حدیث پاک سے واضح ہوا کہ جب علماء دنیا سے رخصت ہوجائیں۔ان کی جگہ جہلاء آجائیں گے تو وہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں لیکن دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہیں۔

اہل بیت اطہار باعث امن ہیں:

"قال رسول الله ﷺ النجوم أمان لأهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء واهل بیتی أمان لأهل الأرض فاذا ذهب أهل بیتی ذهب أهل الأرض"۔

(تمام بحث ماخوذ از مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۱۱، ص ۳۹۹، ۴۰۰)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کیلئے امن کا سبب ہیں۔جب ستارے چلے جائیں تو آسمان والے چلے جائیں گے۔اور میرے اہل بیت زمین والوں کیلئے امان ہیں جب میرے اہل بیت چلے جائیں گے زمین والے چلے جائیں گے۔"

کوئی عمل صحابیت کے برابر نہیں:

شرح مسلم باب تحریم سب الصحابہ میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فضیلة الصحبة ولو لحظة لایوازیها عمل ولاینال درجتها بشئ والفضائل لا تؤخذ بقیاس ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء"

"نبی کریم ﷺ کی ایک لحظہ بھر صحبت کا حاصل ہونا وہ فضیلت رکھتا ہے، جس کے برابر کوئی عمل بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی صحابیت کے درجہ کو کوئی اور عمل حاصل کرسکتا ہے۔

فضائل کا دارومدار عقل پر نہیں، بلکہ اس کا دارومدار اللہ کے فضل پر' اللہ تعالی جس پر چاہے اپنا فضل فرمادے۔"

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے یہ واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام کو افضلیت اللہ تعالی کے فضل سے حاصل ہے۔اب اگر کوئی شخص کسی صحابی کی فضیلت کو نہیں مانتا تو وہ اللہ تعالی کے فضل پر اعتراض کررہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقام معاویہ رضی اللہ عنہ:

"وقیل للأمام الجلیل عبد اللہ بن المبارک أمعاویۃ افضل أم عمر بن عبدالعزیز قال غبار فرس معاویۃ اذا غزا مع رسول اللہ ﷺ افضل من عمر"۔

(نبراس شرح شرح عقائد ص۵۵۱)

"امام جلیل عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کیا معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ انہوں نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو نبی کریم ﷺ کی معیت میں غزوہ میں گھوڑے کو استعمال فرمایا: اس گھوڑے کے پاؤں سے اٹھنے والا غبار عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔"

"قال القاضی عیاض المالکی فی الشفاء قال مالک من شتم أحدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ أبابکر أو عمر أو عثمان أو معاویۃ أو عمرو بن العاص رضی اللہ عنھم فان قال کانوا علی کفر وضلال قتل وان شتمھم بغیر ھذا من مشاتمۃ الناس نکل نکالا شدیدا"۔

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء میں فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس شخص نے صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو گالی دی خاص کر کے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت امیر معاویہ یا عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک کو گالی دیں یعنی ان کو کافر یا گمراہ کہا تو وہ واجب القتل ہے، یعنی قاضی اور حاکم اسکے

قتل کرنے کا حکم نافذ کریں' اور اگر کفر یا گمراہی کی گالیوں کے بغیر اور گالی دی (یعنی کسی طرح بھی گستاخی کی) اسے سخت سزا دی جائے"۔

(نبراس ص۵۵۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقام معاویہ رضی اللہ عنہ ومقام یزید:

"وسبہ (ای معاویۃ) رجل عند خلیفۃ الراشد عمر بن عبدالعزیز فجلدہ وقال آخر امیر المؤمنین یزید فجلدہ"۔

(نبراس، ص۵۵۱)

"ایک شخص نے نیک، رشد وہدایت والے خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں آپ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا، ایک اور دوسرے شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کہا "امیر المومنین یزید" تو آپ نے اسے بھی کوڑے لگانے کا حکم دیا۔"

کتنا ہی خوبصورت عقیدہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کردیا، یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے اور واجب التعظیم تھے۔اسی وجہ سے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے والے کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

یزید حقیر وذلیل تھا، ظالم تھا، امیر المومنین کہلانے کا حقدار نہیں تھا، اسی لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو "امیر المومنین" کہنے والے کو بھی کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

من گھڑت حدیثوں کو پیش کرنے والے جہنمی ہیں:

آیئے! پہلے من گھڑت حدیثوں کو دیکھئے اور حدیثیں گھڑنے والوں کی جہالت کو

دیکھئے پھران کاانجام دیکھئے:

"ان النبی ﷺ رأی یزید یحمله معاویة فقال اهل الجنة یحمل اهل النار" (هذه الحکایة موضوع)"

"نبی کریم ﷺ نے یزید کو دیکھا کہ اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: جنتی نے جہنمی کو اٹھایا ہوا ہے یہ حکایت من گھڑت ہے۔"

وکذا ماذکره الشیعة انه رآهما فقال هما فی النار" (ای هذا موضوع ایضا)

"اسی طرح شیعہ من گھڑت حدیث پیش کرتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ معاویہ اور یزید دونوں کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ دونوں جہنمی ہیں"۔

ان دونوں حدیثوں کووضع کرنے (گھڑنے) والوں کی جہالت کودیکھئے:

نبی کریم ﷺ ہجرت کے دس سال مکمل کرنے کے بعد وصال فرما گئے۔ اس وقت مکمل کیلنڈر نہیں تھا۔ سن نبوی یا سن ہجری کا حساب ہوتا تھا' محرم سے سال کی ابتداء والا کیلنڈر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جاری ہوا۔ اس کیلنڈر کے مطابق یزید کی پیدائش دیکھئے:

"ولد سنة خمس وعشرین وقیل ست وقیل سبع"

"یزید کی پیدائش پچیس یا چھبیس یا ستائیس سن ہجری کو ہوئی۔"

یعنی نبی کریم ﷺ کے وصال کے کم از کم ساڑھے پندرہ سال بعد یزید پیدا ہوا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے معاویہ ویزید کو کیسے دیکھا؟

آیئے! احادیث گھڑنے والوں کا انجام دیکھئے:

جان بوجھ کرموضوع (من گھڑت) حدیثوں کو پیش کرنے والوں کا انجام دیکھئے:

"عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ بلغوا عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار"۔

(رواہ البخاری، مشکوۃ باب العلم)

"عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیۃ ہی ہو، اور بنی اسرائیل کے متعلق بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا۔"

"قوله فلیتبوأ ای فلیتخذ منزلة من النار وهو امر معناه الخبر"

(مرقاۃ)

"یعنی اس نے جہنم کے مقاموں میں سے اپنے لئے ایک مکان بنالیا اور ساتھ ہی علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت بھی فرمائی کہ یہ لفظ اگرچہ امر ہے لیکن معنوی لحاظ پر خبر ہے۔"

اس لئے راقم نے خبر کا ہی معنی کیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعاء فرمائی:

"اللهم اجعله هادیا مهدیا واهد به" هذا حدیث حسن غریب۔" (ترمذی کتاب المناقب باب مناقب معاویہ ابن ابی سفیان)

"اے اللہ! ان کو ہدایت دینے والا بنا' ہدایت پر قائم فرما اوران کے ذریعے اوروں کو ہدایت فرما۔"

(نبراس ص ۵۵۰' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان)

"اللهم علم معاویة الکتاب والحساب وقه العذاب" (مسند احمد ای فی بحث مسند عرباض بن ساریہ نبراس ص ۵۵۰' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۰ ترجمۃ معاویۃ بن ابی سفیان)

"حضرت عرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطاء فرما اوران کو عذاب سے بچا۔"

عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سوائے بھلائی کے نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ "اللھم اھدہ"

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاویۃ ابن ابی سفیان البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۲۲ ترجمۃ معاویۃ ابن ابی سفیان)

تنبیہ: جو روایت مسند احمد سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی وہی حدیث مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ میں بھی مذکور ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واکتفینا بما أوردناہ من الأحادیث الصحاح والحسان والمستجادات عما سواھا من الموضوعات والمنکرات"

"ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ صحیح اور حسن ہیں اور جن کی سند جید ہے، کوئی موضوع اور منکر حدیث نہیں بیان کی۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۲ ترجمہ معاویہ ابن ابی سفیان)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث کا ذکر نہ ہونا غلط ہے:

"وما قیل من أنه لم یثبت فی فضله حدیث فمحل نظر"

(نبراس ص ۵۵۰)

"جو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی حدیث مذکور نہیں، یہ قول محل نظر ہے۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ تھے:

"وقیل لابن عباس ان معاویة صلی الوتر رکعة واحدة قال دعه فانه فقیه صحب رسول الله ﷺ، کما فی صحیح البخاری"

(نبراس ص ۵۵۱)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی۔ آپ نے فرمایا: انکو چھوڑ دو وہ فقیہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔"

حدیث ترمذی کی وضاحت مرقاۃ سے:

"عن عبدالرحمن بن أبی عمیرة عن النبی ﷺ أنه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا

مھدیا واھدبه" (رواہ الترمذی، مشکوۃ جامع المناقب)

"**أبی عمیرة**" بفتح وکسر یعنی لفظ مکبر ہے، مصغر نہیں، (عن النبی ﷺ لمعاویة) "الظاهر المتبادر من الاطلاق أنه معاویة بن أبی سفیان والا فمعاویة بن الحکم ومعاویة بن جاهمة ایضا من الصحابة" صحابہ میں "حضرت معاویہ" جب مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد "معاویة بن ابی سفیان" ہوتے ہیں، اگرچہ "معاویہ بن الحکم اور معاویہ بن جاہمہ" بھی صحابی ہیں لیکن وہ مراد نہیں۔

طلباء کرام بخوبی جانتے ہیں جب مطلقاً (عبداللہ) ذکر کیا جائے تو اس سے مراد عبداللہ بن مسعود ہوتے ہیں، اور جب مطلقاً ابن عمر ذکر کیا جائے تو اس مراد عبداللہ بن عمر ہوتے ہیں اور جب مطلقاً "انس" ذکر کیا جائے تو اس سے مراد انس ابن مالک ہوتے ہیں، وغیرہ کئی اور مثالیں موجود ہیں۔ (راقم)

"**اللھم اجعله هادیا**" ای للناس اودالا علی الخیر" (نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا: اے اللہ! اس کو ہادی بنا) اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے لوگوں کو ہدایت دینے والا بنا، اور اے اللہ! اسے خیر کی دلالت کرنے والا بنا۔ "**مھدیا**" "بفتح المیم و تشدید الیاء ای مهتدیا فی نفسه"

نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں جو یہ فرمایا: اے اللہ! اسے مہدی بنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اسے ہدایت پر قائم رکھ۔

(**واھدبه**) ای بمعاویة الناس فیه تاکید لمعنی الهدایة المتعدیة" نبی کریم ﷺ نے جب یہ جمع فرمایا "اے اللہ! اس کے ذریعے ہدایت دے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے اس میں تاکید ہے ہدایۃ متعدیہ کی۔

طلباء کرام توجہ فرمائیں:

"**واھد**" متعدی ہے، اس کے بعد باء کا ذکر ہے جس سے معنی متعدی کی تاکید کی گئی ہے۔

فائدہ جلیلہ:

علامہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولا ارتیاب ان دعاء النبی ﷺ مستجاب فمن کان ھذاحالہ کیف یرتاب فی حقہ"

(از مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۴۳۸ جامع المناقب)

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بیشک نبی کریم ﷺ کی دعاء قبول ہو چکی ہے۔ جس کو اللہ تعالی نے دعاءِ رسول اللہ ﷺ سے ہدایت دینے والا بنایا اور ہدایت پر قائم رکھا اور اس کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی تو اس شخصیت کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔"

خدا کا خوف کیجئے!

جس شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فقیہ اور صحابی رسول کہیں۔ اس کی فقاہت و صحابیت میں شک کرنے والے کیسے ہیں؟ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ دعا کریں: اے اللہ! اسے کتابت کا علم عطا فرما' اسے حساب کا علم عطا فرما' اسے عذاب سے بچا۔ اس کے بارے میں شک کرنا کہ وہ عذاب میں مبتلاء ہوگا' اس سے بندہ اپنی عاقبت ہی خراب کرے گا۔

کوئی کہے کہ وہ کاتب وحی نہیں تھے تو اس کی بات کو مانوں یا اکابر کی بات کو مانوں۔ آیئے! اکابرین کی کتب' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱' اور مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۷' اور الاستیعاب تحت الاصابہ ج ۳ ص ۳۷۵، کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چل جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے۔

طلباء کرام بخاری شریف کے بین السطور میں کرمانی کے حوالہ سے آپ کے کاتب وحی ہونے کو دیکھیں۔ کیا تمام صحابہ کرام کاتب وحی تھے' کاتب وحی ہونا تو اضافی فضیلت ہے' حقیقی فضیلت تو صحابی ہونے میں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کتابت حدیث پاک سے:

"حدثنا عکرمۃ حدثنا ابوزمیل حدثنی ابن عباس قال کان المسلمون لا ینظرون الی ابی سفیان ولا یقاعدونہ فقال یا نبی اللہ ثلاث اعطنیھن قال نعم قال عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان ازوجکھا قال نعم، قال و معاویۃ تجعلہ کاتبا بین یدیک قال نعم قال و تؤمرنی حتی اقاتل الکفار کما کنت اقاتل المسلمین قال نعم' قال ابوزمیل ولولا انہ طلب ذلک من النبی ﷺ مالم یکن یسأل اعطاہ ذلک لأنہ لم یکن یسأل شیئا الاقال نعم۔"

(مسلم ج ۲ ص ۳۱۲ باب فضائل ابی سفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسلمان (حضرت) ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی طرف نظر نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کے پاس بیٹھتے تھے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ! تین چیزیں آپ مجھے عطاء فرمائیں، تو آپ نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے)! انہوں نے عرض کیا: میرے پاس عرب کی حسین و جمیل ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہے (یعنی میرے بیٹی ام حبیبہ جو عرب کی عورتوں سے زیادہ حسینہ و جمیلہ ہے) میں اس کا نکاح آپ سے کروں، تو آپ نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے)! پھر انہوں نے عرض کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ اپنا کاتب بنالیں' آپ نے فرمایا: ہاں! (ٹھیک ہے)

پھر انہوں نے عرض کیا آپ مجھے کسی جنگ کا امیر بنا دیں یہاں تک کہ میں کافروں سے جنگ کروں جب میں مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے) ابوزمیل راوی (اپنی رائے بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں اگر یہ چیزیں نبی کریم ﷺ سے نہ طلب کرتے تو آپ ان کو نہ عطا کرتے کیونکہ انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا مگر یہ کہ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا "نعم" ہاں (ٹھیک ہے)۔

وضاحت حدیث:

آخری دوسوالوں میں تو کوئی بحث نہیں اس لئے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جب عرض کیا کہ آپ (میرے بیٹے) معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنالیں، تو میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول کرلیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنالیا۔

حدیث پاک کو دیکھ کر اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے، کیا یہ منصب کم ہے؟ محبِّ صحابہ تو یوں کہے گا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس لئے فضیلت رکھتے تھے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ آپ کا کاتب وحی ہونا بھی محققین کے نزدیک ثابت ہے لیکن کاتب مراسیل وخطوط ہونا کیا کم درجہ فضیلت ہے؟

لیکن جس کے دل میں بغض معاویہ رضی اللہ عنہ ہوگا وہ یہی راگ الاپتا رہے گا: "معاویہ کاتب وحی نہیں تھے"۔ اس کا یہ کہنا ہی دلالت کررہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی سے بغض رکھتا ہے۔ بغض صحابہ سے وہ اپنی عاقبت خراب کررہا ہے کسی کا کوئی نقصان نہیں۔

تیسرے سوال میں جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کرتے ہوئے کہا "تؤمرنی" زیادہ حضرات نے تو اس لفظ کو باب تفعیل سے لیا ہے اسی کے مطابق راقم نے ترجمہ کیا ہے مجھے (کسی جنگ) میں امیر بنادو لیکن باب افعال سے بھی لیا جاسکتا ہے، جس کا معنی یہ کہ آپ میرے لئے حکم فرمادیں نبی کریم ﷺ نے ان کی اس درخواست کو بھی قبول فرمالیا۔ کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دے دی۔

خیال رہے کہ صحابہ کرام کے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کی دشمنی کا ذکر کرنا بدترین جہالت ہے، اس لئے کہ "الاسلام یھدم ما مضی" اسلام تو پہلے تمام جرائم کو مٹادیتا ہے جب کفر مٹ جاتا ہے تو اور پیچھے کیا رہا۔ (راقم)

سب سے پہلے سوال میں یہ اشکال پیش کیا گیا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن آٹھ سن ہجری میں اسلام قبول کیا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پہلے سے اسلام قبول کیا

ہوا تھا، ان کا نکاح چھ یا سات سن ہجری میں حبشہ میں حاکم حبشہ کی وکالت سے ہوا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یہ کیسے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں؟

پہلا جواب:

"انہ سألہ تجدید عقد النکاح تطییبا لقلبہ" انہوں نے نبی کریم ﷺ سے تجدید نکاح کا مطالبہ کیا تاکہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہوجائے۔ کیونکہ وہ اپنے خاندان کے رئیس تھے ان پر یہ عیب لگایا جاتا تھا کہ تمہاری بیٹی نے تمہاری اجازت کے بغیر نکاح کرلیا ہے۔ (لیکن یہ جواب زیادہ قوی نہیں کیونکہ صراحتاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے تجدید نکاح کا مطالبہ نہیں کیا، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ سے تجدید نکاح کا ثبوت ملتا ہے۔ (راقم)

دوسرا جواب:

"فلعلہ ﷺ اراد بقولہ نعم ان مقصودک یحصل و ان لم یکن بحقیقہ عقد" واللہ اعلم۔

(نووی شرح مسلم ج۲ ص۳۱۲)

"نبی کریم ﷺ کے ارشاد "نعم" (ہاں! ٹھیک ہے) کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہاں تمہارا مقصود تو پہلے ہی حاصل ہوچکا ہے، حقیقی عقد مراد نہیں۔"

ابن حزم کی غلطی:

ابن حزم نے اسی اعتراض کو دیکھ کر کبھی یوں کہا:

"ھذا الحدیث وھم من بعض الرواۃ لأنہ لاخلاف بین الناس ان النبی ﷺ تزوج أم حبیبۃ قبل الفتح بدھر وھی بأرض الحبشۃ وابوھا کافر"

"یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ام حبیبہ سے فتح مکہ سے پہلے ہی کچھ زمانہ نکاح کرلیا تھا جبکہ وہ حبشہ میں تھیں اور ان کا باپ کافر تھا۔"

اور ابن حزم نے کبھی یوں کہا:

" أنه موضوع"" قال والآفة فيه من عكرمة بن عمار الراوی عن ابی زمیل" (مصغر)

"کہ یہ حدیث موضوع ہے' اس میں عکرمہ بن عمار راوی ہے جو ابو زمیل سے روایت کرتا ہے۔ (وہ ضعیف ہے)۔"

ابن حزم کا رد:

شیخ ابو عمرو بن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم کا رد بلیغ فرمایا۔ اس کی بدگوئی کو بہت ہی زیادہ واضح بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

" وهذا القول من جسارته فانه كان هجوما على تخطئة الائمة الكبار واطلاق اللسان فيهم قال ولانعلم أحد من ائمة الحديث نسب عكرمة بن عمار الى وضع الحديث وقد وثقه وكيع ويحيى بن معين وغيرهما وكان مستجاب الدعوة قال توهمه ابن حزم من منافاة هذا الحديث لتقدم زواجها غلط و غفلة و جهل"۔
(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۲)

"ابن حزم کا یہ قول اس کی جسارت ہے کیونکہ اس نے بڑے بڑے ائمہ کرام کی خطا بیان کر کے ان پر حملہ کیا ہے' اور ان کے حق میں اس نے زبان کھول دی ہے' پھر آپ نے کہا کہ ہمیں تو یہ کوئی پتہ نہیں چلا کہ ائمہ حدیث نے حضرت عکرمہ بن عمار کی نسبت وضع حدیث کی طرف کی ہو' حالانکہ عکرمہ بن عمار کو تو وکیع اور یحیی بن معین وغیرہ نے ثقہ راوی کہا ہے اور وہ مستجاب الدعا تھے۔ (حدیثوں کو گھڑنے والا جہنمی تو ہو سکتا' مستجاب الدعاء نہیں ہو سکتا) پھر شیخ ابو عمر نے کہا کہ ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے ام حبیبہ سے پہلے نکاح کی وجہ سے اس حدیث کے متعلق جو چہ میگوئیاں کی ہیں یہ اس کی غلطی اور غفلت اور جہالت ہے۔"

اس کے بعد علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جواب نقل فرمائے ہیں جو راقم نے پہلے ذکر کر دیئے ہیں۔

فائدہ:

شیخ ابو عمرو کی بحث سے یہ پتہ چل گیا کہ اکابرین کے خلاف زبان کو کھولنے والا اور ان پر بدگوئی کے حملے کرنے کی جسارت کرنے والا غلط راہ پر چلتا ہے' وہ دین حق کو سمجھنے سے غافل ہوتا ہے اور وہ بدترین جاہل ہوتا ہے۔ (راقم)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو رسول ﷺ کا انعام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک طویل حدیث میں مذکور ہے:

(جب انصار نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا قریش کو کاٹ دو تو ابوسفیان نے سمجھ لیا وہ اسلام قبول کر چکے تھے)

" فجاء ابو سفيان فقال يا رسول الله ابيحت خضراء قريش لا قريش بعد اليوم ثم من دخل دار أبي سفيان فهو آمن"۔
(مسلم ج ۲ ص ۱۱۰ باب فتح مکہ)

"تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا قریش کی جماعت کو (قتل کر دینا) مباح قرار دیا گیا؟ اس طرح تو قریش آج کے بعد ختم ہو جائیں گے پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہو گیا وہ امن میں ہے۔"

اس حدیث پاک کو دیکھ کر خدارا انصاف کیجئے! کیا نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان کے سابقہ کفر اور مسلمانوں کی دشمنی کو دیکھا؟ یا کہ ان کے اسلام کو دیکھا؟ یقیناً بات یہی ہے کہ آپ نے ان کے اسلام کو دیکھا اور اس کو عظیم انعام سے نوازا کہ جو بھی ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر داخل ہو کر دروازے بند کر دے گا وہ ہماری پناہ میں ہے اسے کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔

آیئے! انصار کی محبت کو بھی دیکھتے چلیں:

اسی حدیث میں آگے آ رہا ہے:

"فقالت الانصار بعضهم لبعض اما الرجل فادركته رغبة فی قریته ورأفه بعشیرته قال ابو هریرة وجاء الوحی وكان اذا جاء الوحی لا یخفی علینا فاذا جاء فلیس أحدی یرفع طرفه الی رسول الله ﷺ حتی ینقضی الوحی فلما انقضی الوحی قال قال رسول الله ﷺ یا معشر الانصار قالوا لبیك یا رسول الله قال قلتم أما الرجل فادركته رغبة فی قریته قالوا قد كان ذالك قال كلا انی عبدالله ورسوله هاجرت الی الله والیكم والمحیا محیاكم والممات مماتكم فاقبلوا الیه یبكون ویقولون والله ما قلنا الذی قلنا الا الضن بالله وبرسوله ﷺ فقال رسول الله ﷺ ان الله یصدقانكم ویعذرانكم قال فاقبل الناس الی دار أبی سفیان واغلق الناس ابوابهم"۔

(مسلم ج۲ص۱۱۰)

"انصار بعض کو کہنے لگے اس شخص کو اپنی بستی سے رغبت ہوگئی اور اپنے قبیلے پر مہربان ہو گئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ پر وحی آگئی آپ پر جب وحی آتی تھی تو ہم پر پوشیدہ نہیں رہتی تھی، جب وہ وحی ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انصار کے قبیلہ! انہوں نے عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا یہ کیا تم نے کہا کہ اس شخص کو اپنی بستی سے رغبت ہوگئی؟ انہوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بیشک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نے اللہ کی رضا کیلئے ہجرت کی اور تمہاری طرف ہجرت کی میری زندگی تمہاری زندگی کیساتھ ہے، میری (ظاہری) وفات تمہاری وفات کے ساتھ ہے۔ انصار صحابہ کرام آپ کی طرف روتے ہوئے متوجہ ہوئے، اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! ہم نے یہ بات صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حرص رکھنے کی وجہ سے کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور (تمہارے عذر کو قبول کرتے ہیں) لوگ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہو کر دروازے بند کرنے لگے۔

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا "انی عبداللہ ورسولہ" اس کے دو مطلب ہیں:

پہلا مطلب:

"انی رسول الله حقا فیأتینی الوحی واخبر بالمغیبات كهذه القضیة وشبهها فثقوا بما اقوله لكم واخبركم به فی جمیع الأحوال"

"آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے: "بیشک میں اللہ کا رسول ہوں یہ حق بات ہے میرے پاس وحی آتی ہے میں غیبی خبریں دیتا ہوں جب یہ واقعہ اور اس کی مثال اور واقعات میں آپ نے غیبی خبریں دیں، تاکہ میں جو تمہیں بتاؤں اس پر وثوق حاصل ہو جائے اور جو خبر بھی میں تمہیں تمام حالات کی دوں اس پر تمہیں وثوق حاصل ہو جائے۔"

"نبی کریم ﷺ غیبی خبریں دیتے ہیں" یہ علامہ نووی کا قول ہے مجھے کوئی کچھ نہ کہے کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے قائل ہیں۔ ہاں! ہاں! قائل تو ضرور ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور بزرگان دین اور علماء محققین کو دیکھ کر۔ (راقم)

دوسرا مطلب:

"لا تفتنوا بأخباری ایاكم بالمغیبات وتطرونی كما اطرت النصاری عیسی صلوات الله علیه فانی عبد الله ورسوله"

"میں تمہیں غیبی خبریں دیتا ہوں ان کی وجہ سے فتنہ میں نہ پڑ جانا، اور میری حد سے زیادہ تعریف نہ کرنا جیسے عیسی علیہ السلام کی نصاری نے حد سے زیادہ تعریف کر کے کسی فرقہ نے ان کو خدا کہا اور کسی نے خدا کا بیٹا کہا مجھے ایسے نہ کہنا کیونکہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔"

❁ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میری زندگی اور میری موت آپ کے ساتھ ہے۔ "ھذا ایضا من المعجزات" اور یہ بھی نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے معجزہ ہے۔ کہ آپ نے بتادیا کہ میرا وصال مدینہ طیبہ میں ہی ہوگا کسی اور جگہ نہیں ہوگا۔

اسی سے "وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ" کا مسئلہ بھی حل ہوگیا کہ امور خمسہ کا علم نبی کریم ﷺ کو ذاتی طور پر نہیں تھا عطائی طور پر آپ کو علم حاصل تھا۔ (حوالہ کیلئے مشکوۃ شریف کی دوسری حدیث کی شرح اشعۃ اللمعات کو دیکھئے)

"وما قلنا الذی قلنا الا الضن بك" هو بكسر الضاد ای شحا بك ان تفارقنا ويختص بك غيرنا"

"ان کا یہ کہنا "وما قلنا الذی قلنا الا الضن بك" کا لغوی معنی تو یہ ہے (کہ ہم نے نہیں کہا جو کہا مگر آپ کے ساتھ بخل کرتے ہوئے) کہ آپ ہم سے جدا نہ ہو جائیں اور ہمارے بغیر اوروں کو اپنا خاص نہ بنالیں۔"

لیکن اس کا مرادی معنی یہ ہے:

"الا حرصا علیك وعلی مصاحبتك ودوامك عندنا لنستفید منك ونتبرك بك وتهدینا الصراط المستقیم"۔ کما قال الله تعالیٰ (وانك لتهدی الی صراط مستقیم)

"ہم نے نہیں کہا جو کہا مگر آپ پر حرص کرتے ہوئے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ کی مصاحبت اور آپ کا دوام ہمیں ہی حاصل رہے تا کہ ہم آپ سے فائدہ حاصل کرتے رہیں اور ہم آپ سے برکت حاصل کرتے رہیں اور یہ کہ تم ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتے رہو جیسے (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (ترجمہ) "اور بیشک آپ ہدایت دیتے ہیں سیدھی راہ کی۔"

اعتراض:

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو معاویہ کو استخلاف سے خارج کیا آپ کا استخلاف سے خارج کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ معاویہ کی کوئی خاص فضیلت نہ تھی۔

جواب:

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے سیاق وسباق سے ہٹ کر ایک جملہ پیش کر کے بغض معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ آیئے! آپ کی عبارت دیکھئے شاید آپ کو اپنی جہالت کی وجہ سے بات نہ سمجھ آئے' اس لئے راقم کچھ وضاحت بھی ان شاء اللہ کردے گا۔

سورۃ نور میں مندرجہ بالا آیۃ استخلاف "وعد الله الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات" (الایۃ) کے مصداق بھی یہی حضرات اربعہ (چار خلفاء راشدین) مع الاعوان من الصحابہ (صحابہ کرام سے بمع مددگاروں کے) ہیں' بنوامیہ' جناب معاویہ رضی اللہ عنہ وبنوعباس آیۃ استخلاف سے خارج ہیں کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' مراد آیۃ استخلاف سے وہ لوگ ہیں جو سورۂ نور کے نزول کے وقت حاضر تھے۔

اس آیۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ مہاجرین اولین حاضرین بروقت نزول سورہ نور میں سے بعض کو وعدہ دیتا ہے۔ کہ میں ان کو خلیفہ بناؤں گا اور زمین میں ان کو تمکین اور تصرف وسلطنت مع اقامت دین عطا کردوں گا جس طرح ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا (مثلا حضرت موسیٰ کے بعد حضرت یوشع اور حضرت داؤد کے بعد حضرت سلیمان علی نبینا (صلوت اللہ وعلیہم) الفاظ "کما استخلف الذین من قبلهم" کے بڑھانے سے یہ دکھلانا مقصود ہے کہ جس طرح توراۃ میں بیان شدہ ایک سفر میں اللہ تعالیٰ نے بلاد شام کی فتح کا وعدہ موسی علیہ السلام سے فرمایا تھا جو بمقتضائے حکمت الٰہیہ موسوی زمانہ میں پورا نہ ہوا بلکہ ان کے خلیفہ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر اس بلاد کے فتح ہونے کے بعد پورا ہوا جو بحسب وصیت موسوی بنی اسرائیل

پر تقسیم ہوئی۔

اسی طرح سید الاولین والآخرین ﷺ سے جو وعدہ دین اسلام کو سارے ادیان پر غالب کرنے کا قرآن کریم میں کیا گیا تھا وہ بمقتضائے الٰہی خلفائے اربعہ کے عہد میں متحقق ہوا۔ چنانچہ اسی آیۃ استخلاف میں فرمایا "ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم" یعنی اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین حاضرین نزول سورۃ نور سے بدیں معنی خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے کہ مشرکین عرب کی ہلاکت کے بعد یہ لوگ نہ صرف عرب میں بسیرا کریں گے اور ان کے جانشین ہوں گے بلکہ ان کو سلطنت اور تصرف عطاء فرما کر ان ہی کے ہاتھ پر خدائی اور پسندیدہ دین قائم کیا جائے گا تمکین فی الارض با اقامت دین اسلام ہی معنی ہے خلافت راشدہ کا۔ (تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص ۶،۵)

سید الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی وضاحت:

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے نتیجہ یہ نکلا کہ چند امور کو مد نظر رکھا جائے۔

① اللہ تعالیٰ نے وعدہ استخلاف فرمایا کہ "اللہ نے وعدہ فرمایا ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے کہ ان کو ضرور بر ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

② دوسری چیز آپ نے خلافت خاصہ کا ذکر فرمایا (جس کا ذکر راقم نے گذشتہ اوراق میں کر دیا ہے) اس میں خلافت عامہ والی تمام شرائط پائے جانے کے ساتھ ایک خصوصی شرط کا ذکر آپ نے یوں فرمایا اسی خلافت خاصہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی کہ دنیا میں کچھ عرصہ نبوت و رحمت پھر میرے بعد تیس سال خلافت و رحمت اس کے بعد آمرانہ سلطنت اور پھر اس کے بعد کبر اور حدود الٰہیہ سے تجاوز ہوگا۔ خلفاء اربعہ اور سیدنا حسن علیہم الرضوان کا زمانہ تیس سال ہے

جس پر خلافت و رحمت کا خاتمہ ہو گیا۔ (تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص ۸)

نتیجہ واضح ہوا:

کہ پہلی قسم وعدہ استخلاف جو خلفائے اربعہ پر پورا ہوا۔ دوسری قسم خلافت و رحمت تیسری قسم آمرانہ سلطنت لیکن ظالمانہ نہیں لیکن چوتھی قسم کبر اور حدود الٰہیہ سے تجاوز۔

اعتراض:

ایک روایت میں اگر یہ ہے:

"الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا"

"میرے بعد خلافت تیس سال ہو گی اس کے بعد بادشاہت ہو گی۔"

لیکن دوسری روایت میں ہے:

"عن سماک بن حرب قال سمعت جابر بن سمرۃ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ ثم قال کلمۃ لم افھمھا فقلت لابی ما قال فقال کلھم من قریش"۔
(مسلم ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب الامارۃ)

"سماک بن حرب کہتے ہیں میں نے جابر بن سمرہ کو کہتے سنا وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا بارہ خلفاء تک اسلام ہمیشہ عزیز رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے کچھ ارشاد فرمایا جسے میں نہ سمجھ سکا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا وہ تمام قریش سے ہوں گے۔"

ان دونوں حدیثوں میں تعارض پایا گیا ہے اس لئے کہ تیس سال خلفاء اربعہ تک مکمل ہو جاتے ہیں۔ بلکہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام تک تیس سال مکمل ہوتے ہیں اسی طرح تیس سال پانچ خلفاء تک مکمل ہو جاتے ہیں، بارہ خلفاء کا ذکر کیسے؟

جواب:

"والجواب عن هذا ان المراد فی حدیث الخلافة ثلاثون سنة خلافة النبوة وقد جاء مفسرا فی بعض الروایات" خلافة النبوة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکا ولهم یشترط هذا فی اثنی عشر"۔
(نووی شرح مسلم ج ص ۱۲۷)

''اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس خلافت کا ذکر فرمایا ہے وہ خلافت نبوت ہے۔ اس لئے کہ بعض روایات میں واضح طور پر ذکر ہے خلافت نبوت میرے بعد تیس سال ہو گی، پھر بادشاہت ہو گی، خلافت نبوت کی شرط بارہ خلفاء میں ہو گی۔''

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے راقم نے یہ سمجھا:

پانچ خلفاء یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ تک خلافت نبوت ہو گی۔ ان کے علاوہ اور وہ ہوں گے جن کے دور میں اسلام عزیز رہے گا' اسلام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ وہ بارہ خلفاء لگاتار نہیں ہوں گے' وہ سب قریشی ہوں گے۔

ذرا غور کریں تو بہت واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' قریشی ہیں۔ تمام شرائط خلافت آپ میں پائی گئیں آپ کو خلافت نبوت تو حاصل نہیں لیکن آپ بارہ خلفاء میں یقیناً آتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بارہ خلفاء میں کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بارہ خلفاء میں نہ کیا جائے۔

اعتراض:

نبی کریم ﷺ نے تو فرمایا کہ تیس سال کے بعد بادشاہت قائم ہو گی تم کہتے ہو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے میں کہتا ہوں وہ بادشاہ تھے' خلیفہ نہیں تھے۔

جواب:

کاش! میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کا ارشاد سمجھ آئے' آپ کا ارشاد گرامی یہ

ہے "ثم ملکا" ذرا ان الفاظ کو اہل علم غور سے دیکھیں کہ لفظ "ثم" ذکر ہے۔

لفظ "ثم" تراخی زمانی کو چاہتا ہے تراخی کی کوئی حد نہیں قانون یہ ہے کہ جب کسی لفظ کا حقیقی معنی بن سکے تو مجازی معنی نہیں لیا جا سکتا کون سا صحیفہ آسمانی ظالموں پر اترا ہے: جس سے وہ معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ اور ظالم کہہ کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

آیئے! بیہقی کی حدیث دیکھئے:

"عن ابی عبید و معاذ بن جبل عن رسول اللہ ﷺ قال ان هذا الأمر بدأ نبوة ورحمة ثم یکون خلافة و رحمة ثم ملکا عضوضا ثم کائن جبریة و عتوا وفسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور یرزقون علی ذلك و ینصرون حتی یلقوا اللہ"
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان' مشکوۃ باب الانذار و التحذیر)

''حضرت عبید اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک یہ امر نبوت و رحمت سے شروع ہوا پھر خلافت و رحمت ہو گی پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی پھر جبر (ظلم) سرکشی اور زمین میں فساد ہو گا وہ ریشم کو حلال سمجھیں گے، اور زنا کو جائز سمجھیں گے اس پر انہیں شراب پلایا جائے گا اور ان کی امداد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آملیں گے۔''

وضاحت حدیث:

راقم کی رائے یہ ہے کہ جس طرح قرآن پاک بعض بعض کا بیان ہے، اسی طرح احادیث بھی ایک دوسری کا بیان ہیں۔ اس لئے اگر یوں بیان کیا جائے کہ ابتداء اس اُمر کی یعنی دین اسلام کی ابتداء نبوت و رحمت سے ہوئی پھر میرے بعد خلافت نبوت تیس سال رہے گی پھر مختلف دور میں بارہ خلفاء میں خلافت رہے گی پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی۔

اس کے بعد جبر و تشدد سرکشی اور زمین میں فساد ہوں گے یہ ان لوگوں کا دور ہو گا جن کی حکومت کے دوران ریشم اور زنا حلال سمجھے جائیں گے۔ اسی خوشی میں شراب پلائے

جائیں گے اوران کی (بے دینی کے رواج میں امداد کی جائے گی رب سے جب ملیں گے تو اپنا انجام دیکھ لیں گے۔(راقم)

آیئے! راقم کی رائے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "لمعات" میں دیکھیے:

"قوله ان هذا الأمر و معنى هذا الحديث انه كان اول الدين نزول الوحي والرحمة ثم بعد انقضاء زمن الخلفاء الراشدين زمان رحمة و شفقة و عدل ثم يوهن الأمر و ظهر بعض الظلم ثم كائن الخ"۔

"حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ بیشک دین کی ابتداء نزول وحی اور رحمت سے ہوئی، پھر خلفاء راشدین کے زمانہ کے ختم ہونے پر بھی رحمت وشفقت وعدل کا زمانہ قائم رہا۔اس کے بعد اس میں کمزوری آتی گئی، بعض مظالم ظاہر ہونے لگے' پھر یہ سلسلہ جاری رہے گا۔"

لمعات کی اس مذکورہ عبارت سے راقم کو یہی سمجھ آیا کہ دین کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہے پھر خلافت نبوت رہی پھر رحمت وشفقت اور عدل قائم رہے یہ وہ زمانہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔اجتہادی اختلاف بے دینی اور ظلم نہیں۔

تنبیہ:

خلفاء راشدین کے بعد کوئی سلسلہ بھی لگا تار جاری نہ رہا۔نہ ہی بارہ خلفاء لگا تار آئے اور نہ ہی ظالم حکمران لگا تار آئے کبھی کوئی خلیفہ برحق آ گیا' کبھی ظالم حاکم آ گیا' پھر کوئی خلیفہ برحق آ گیا' پھر کوئی ظالم آ گیا' یہ سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا۔

اعتراض:

"السوال الثاني انه قد ولي اكثر من هذا العدد قال و هذا اعتراض باطل لأنه ﷺ لم يقل لايلي الاثنا عشر خليفة و انما قال

"دوسرا سوال (پہلا سوال تیس سال خلافت اور بارہ خلفاء کے تعارض کا بیان ہو چکا ہے) یہ ہے کہ خلفاء تو بارہ سے زیادہ ہوئے ہیں۔

وقد ولي هذا العدد ولايضر كونه وجد بعدهم غيرهم"۔

بارہ کی حد کس طرح صحیح ہے۔"

جواب:

نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ صرف بارہ خلفاء ہوں گے بلکہ بارہ کا ذکر فرمایا بارہ کو خلافت حاصل ہونی ہے زیادہ کی نفی نہیں" ولا بد من تمام هذا العدد قبل قيام الساعة" یہ تعداد قیامت سے پہلے ضرور مکمل ہونی ہے۔ (نووی شرح مسلم ج۲ص۱۲۷)

بہتر جواب:

بارہ خلفاء کے علاوہ سب خلفاء کو نبی کریم ﷺ نے ظالم نہیں کہا' بلکہ مراد یہ ہے کہ بارہ خلفاء کو عدل وانصاف خلفاء راشدین کی طرح حاصل ہوگا وہ دیندار ہوں گے' دین کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔

ہاں! بارہ کے علاوہ خلفاء راشدین کی طرح کامل عادل تو نہیں ہوں گے لیکن ان میں بہت تعداد میں ایسے ہوں گے' جن کی اچھائیاں زیادہ ہوں گی اور برائیاں کم ہوں گی' عدل زیادہ ہوگا' ظلم کم ہوگا۔ہاں! بہت سی تعداد میں وہ بھی ہوں گے جن میں ظلم زیادہ ہوگا' انصاف تلاش کرنے پر نہیں ملے گا۔(واللہ اعلم بالصواب) (راقم)

راقم کے اس جواب کو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے تائید مل رہی ہے:

"ويحتمل، ان يكون المراد مستحق الخلافة العادلين"۔(نووی ج۲ص۱۲۷)

"بارہ خلفاء کے متعلق یہ ہے کہ خلافت کے مستحق اور کامل عادل ہوں گے۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نہ ماننے سے شانِ امام حسن رضی اللہ عنہ میں گستاخی لازم آتی ہے۔

"عن أبي بكرة قال رأيت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن بن علي الى جنبه وهو

"حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا جبکہ

یقبل الناس مرة و علیه أخری و یقول ان ابنی هذا سید و لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین"۔

(رواہ البخاری' مشکوۃ باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ کی ایک طرف میں تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کبھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ بیشک یہ میرا بیٹا سردار ہے' میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

وضاحت حدیث:

"ان ابنی هذا سید" اس کا ایک مطلب یہ ہے:

" وهو من لایغلبه غضبه"

"کہ اس پر غصہ غالب نہیں ہوتا۔"

اور دوسرا مطلب یہ ہے:

" وهو الذی یفوق فی الخیر یعنی نسبا و حسبا علما و عملا"

"کہ اسے خیر میں فوقیت حاصل ہے' یعنی حسب و نسب اور علم و عمل ہر لحاظ پر آپ کو فوقیت حاصل ہے۔"

(و لعل الله)"أتی بصیغة الرجاء ایماء الی عدم وجوب شئ علی المولی فالمعنی أرجو منه سبحانه"(ان یصلح به) ای بسببه بین فئتین عظیمتین من المسلمین)

"ترجی (امید کا اظہار کرنا) کا کلمہ "لعل" ذکر کیا ہے۔ اشارہ ہے کہ مولی پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اسلئے معنی یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں۔ اس (میرے بیٹے) کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

اسی سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عظیم شان سمجھ آگئی۔ اس لئے کہ رسول ﷺ نے ان کو "سید" کہا ہے کہ یہ حسب و نسب اور علم و عمل میں عظیم مقام رکھتا ہے۔

سبحان اللہ! جس کی سیادت کو میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ بیان فرمائیں اس سے بڑھ کر اس وقت جب خلفشار تھا کون بڑا ہو سکتا تھا؟

مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں سے مراد ایک جماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی کہ ان کے ساتھ بھی کثیر مسلمان تھے اور دوسری جماعت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تھی ان کے ساتھ بھی کثیر تعداد میں مسلمان تھے۔ چالیس ہزار شخص تو آپ پر جان قربان کرنے کی بیعت کر چکے تھے۔ لیکن آپ نے کامل تقوی کی وجہ سے اپنے نانا رسول ﷺ کی امت پر شفقت کرتے ہوئے' بلکہ رسول ﷺ کے ارشاد کو بجالاتے ہوئے دنیا سے اور دنیا کی حکومت سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبہ کو پالیا:

"وقال والله ما احببت منذ علمت ما ینفعنی و یضرنی ان لی امر محمد ﷺ علی ان یهراق فی ذلك محجمة دم"۔

"حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مجھے یہ پسند نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی امت کا معمولی مقدار میں بھی خون بہایا جائے' میرے سامنے رسول ﷺ کا حکم بھی موجود ہے اور مجھے یہ پتہ ہے کہ دنیا کی حکومت کے رہنے میں کوئی نفع نہیں۔ اور اس کے جانے سے کوئی نقصان نہیں۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے شیعہ کی گستاخی:

"وشق ذلك علی بعض شیعته حتی حملته العصبیة علی ان قال عند الدخول السلام علیك یا عار المومنین فقال العار خیر من النار"

"حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے شیعہ (گروہ) میں سے کسی خاندانی عصبیت کی وجہ سے اس شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آکر یوں کہا: تم پر سلام ہو اے مسلمانوں کو شرم دلانے والے! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کیا خوب جواب دیا: شرم دلانا آگ

سے بہتر ہے۔"

"وفی شرح السنة فی الحدیث دلیل علی ان واحدا من الفریقین لم یخرج بما کان معه فی تلک الفتنة من قول أوفعل عن ملة الاسلام لأن النبی ﷺ جعلهم کلهم مسلمین"

"شرح سنہ میں بیان کیا گیا ہے یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک بھی "اس فتنہ کے دور میں خواہ وہ فتنہ قولی ہو یا فعلی" ملت اسلامیہ سے نہیں نکلا' اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے دونوں گروہوں' یعنی دونوں بڑی جماعتوں کو مسلمان کہا۔"

مقام افسوس!

حضور ﷺ تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کریں کہ یہ سید ہے یعنی بہت بڑے منصب والا ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا، لیکن لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی کی وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام لینا پسند نہیں کرتے' ان کی شان نہیں بیان کرتے کاش! "حسین' حسین" کہنے والو! کبھی "حسن' حسن" بھی کہہ لیا کرو۔

(۱) نبی کریم ﷺ تو دونوں جماعتوں کو مسلمان کہیں تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں (جن میں اکثریت صحابہ کرام کی ہے) کو کبھی ظالم کہو' کبھی صحابیت سے نکالو' کبھی اسلام سے خارج کرو۔ تف ہے تمہاری عقل پر' اپنی عاقبت کو کیوں برباد کررہے ہو؟ سمجھ جاؤ! توبہ کرلو' ایمان بچالو۔

(۲) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فتنہ میں پڑنے کو نار (آگ) سے تعبیر کیا۔ جب شرح السنۃ سے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ فتنہ کی دو قسمیں ہیں قولی اور فعلی تو اسی سے واضح ہوگیا کہ زبان سے ایسے الفاظ نکالنا جو صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا سبب بنیں وہ خواہ صراحتاً ہوں یا کنایۃً ہوں' ذریعہ نار (آگ) ہیں۔

راقم نے یہ مسئلہ اپنے پیر نواسہء رسول ﷺ دوش مصطفیٰ کریم ﷺ پر سوار ہونے والے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قول سے سمجھا جو ذکر کیا جا چکا ہے۔

علماء ربانیین نے کیا خوب کہا:

"واختار السلف ترک الکلام فی الفتنة الأولی وقالوا تلک دماء طهر الله عنها ایدینا فلا نلوث به ألسنتنا"۔

(تمام بحث ماخوذ مرقاۃ ج ۱۱ ص ۷۳۹)

"سلف صالحین نے یہی پسند کیا ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے اختلاف اور ان کی جنگوں کے بارے میں کلام نہیں کرنا چاہیے جبکہ ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے خون سے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان پر طعنہ زنی سے ملوث نہیں کرتے۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور شوریٰ کی صحت اور اس کا ذریعہ خلافت ہونا:

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کی خیر خواہی اور بھلائی کیلئے اور باہمی کشت وخون اور حرب وقتال کو ختم کرنے کیلئے خلافت وامامت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تو اس وقت جو عہد و پیمان ہوا اور جن شرائط پر یہ مصالحت انجام پذیر ہوئی ان کا مطالعہ کرو' تاکہ واضح ہوجائے کہ شوریٰ اور انتخاب کا مطالبہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر اہل بیت کرام کے نزدیک اس کا اعتبار نہ ہوتا تو اس کا مطالبہ کیوں کرتے۔ "عبارت ملاحظہ ہو کشف الغمہ جلد اول ص ۵۷۰' مطبع جدید۔

بسم الله الرحمن الرحیم

"هذا ما صالح علیه الحسن بن علی بن أبی طالب معاویة بن أبی سفیان صالحه علی ان یسلم علیه ولایة امر المسلمین علی ان یعمل فیهم بکتاب الله وسنة رسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ وہ معاہدہ اور پیمان ہے جس پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ مصالحت کی ہے کہ ان کو ولایت اہل اسلام اور خلافت اس شرط پر سونپی جاتی

الله ﷺ وسیرة الخلفاء الراشدین ولیس لمعاویة بن ابی سفیان ان یعهد الی أحد من بعده عهدا بل یکون الأمر من بعده شوری بین المسلمین الخ"

ہے کہ ان میں اللہ تعالی کی کتاب اور سنت رسول ﷺ اور خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کرے۔ اور امیر معاویہ کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ اپنے بعد کسی کیلئے وصیت کرے اور عہد و پیان (کسی سے کرے) بلکہ امر خلافت ان کے بعد اہل اسلام کے درمیان شوری اور انتخاب کے ساتھ طے ہوگا۔"

اس سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی شوری پر اعتماد کیا اور اس کو انعقاد امامت وخلاف کا ذریعہ قرار دیا اور "الولد سر لابیہ" (بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے یعنی باپ کے نقش قدم پر چلتا ہے) کا پورا پورا مظاہرہ کیا۔

فائدہ:

نیز اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو خلفاء راشدین سمجھتے تھے ورنہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر فرماتے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چونکہ اختلاف رہا۔ لہذا یہ شرط تو قرین قیاس ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اگر ہوسکتی ہے تو صرف خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم والی شرط ہوسکتی ہے اور صاحب کشف الغمہ نے اس کو نقل کر کے اس پر سکوت اور خاموشی اختیار کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کے معتقد اور قائل ہیں اور انہوں نے ابتداء کتاب میں تصریح کی ہے کہ میں ایسی روایات نقل کرتا ہوں جو سب کے نزدیک قابل قبول ہوں اور سنی شیعہ کے نظریہ وعقیدہ کے موافق ہوں۔ شیعہ صاحبان کو بھی اس پر ایمان لانا چاہیے اور اہل سنت کے ساتھ موافقت کرنی چاہیے تاکہ باہم اختلاف ونزاع کم ہو کر بلکہ ختم ہو کر ملکی سلامتی کا ضامن بن سکے اور آخرت میں بھی سب کا بھلا ہو سکے۔

(تحفہ حسینیہ ج دوم ص ۴۵، ۴۶)

اعتراض:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تو صلح نامہ میں یہ لکھا کہ (معاویہ کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ اپنے بعد کسی کیلئے وصیت کرے) تو پھر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنی زندگی میں ہی کیوں خلیفہ مقرر کر دیا۔ یزید کو خلیفہ بنانے میں امیر معاویہ سے تین قصور ہوئے:

① ایک یہ کہ خلیفہ کا انتخاب رائے عامہ سے ہونا چاہئے انہوں نے خود خلیفہ بنا دیا۔

② دوسرے یہ کہ ایک اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کرنا اسلامی قانون کے خلاف ہے۔

③ تیسرے فاسق وفاجر کمینہ بیٹے کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور دے دینا بڑا جرم ہے، کربلا کے تمام مظالم کی ذمہ داری امیر معاویہ پر ہے جب فاسق وفاجر کو نماز کا امام نہیں بنا سکتے تو اسے امام المسلمین بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

ضروری نوٹ:

تعجب ہے کہ یہ اعتراض وہ شیعہ بھی کرتے ہیں جن کے نزدیک خلافت الٰہیہ موروثی جائیداد کی طرح صرف علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے بارہ افراد میں بطور میراث محدود ہے اور لطف یہ کہ اس موروثیت پر نہ کوئی قرآنی آیت گواہ نہ کوئی حدیث صرف اپنی ذاتی رائے ہے۔ جب ان کی ذاتی رائے سے خلافت الٰہیہ موروثی جائداد بن سکتی ہے تو امیر معاویہ بھی اپنا ولی عہد اپنے بیٹے کو کر سکتے ہیں۔

راقم کی وضاحت:

یہ جواب جو حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔ یہ محض الزامی جواب ہے تحقیقی جواب آگے آرہا ہے۔

جواب:

یہ تینوں اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں۔

پہلے کا جواب یہ ہے کہ خلیفہ کا دوسرے کو اپنی زندگی میں خلیفہ کرنا درست ہے۔خلافت کے چند طریقے ہیں:

{۱} رائے عامہ سے خلیفہ بننا جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت۔

{۲} پہلے خلیفہ کے انتخاب سے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود اپنی زندگی میں آپ کو خلیفہ بنا گئے۔

{۳} خاص اہل حل وعقد کے انتخاب سے جیسے خلافت عثمانی ومرتضوی۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا ہی نہیں ایسے اقوال شیعہ کے من گھڑت ہیں۔تاریخ کا یہ سیاہ جھوٹ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت لوگوں سے لینے کی کوشش کی۔

راقم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ مؤرخ کا کام ہوتا ہے اقوال نقل کرنا وہ جھوٹے اقوال بھی نقل کرتا ہے اور سچے بھی، جھوٹ اور سچ کی تمیز ایمان والے علماء ہی کر سکتے ہیں۔اگر یزید باقاعدہ خلیفہ پہلے ہی بن چکا تھا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنی بیعت کیلئے کیوں کوشش کرتا اور پھر بیعت کے جھگڑے کیوں پیدا ہوئے۔لہذا یہ اعتراض اصل سے ہی غلط ہے۔

اگر بالفرض ثابت ہو جائے:

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا اور اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنانا بہت بڑا جرم ہے اور شریعت سے انحراف ہے۔

جواب:

یہ کہنا ہی غلط ہے کہ خلیفہ اپنی زندگی میں اپنا جانشین نہیں بنا سکتا۔اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں جانشین بنانے کی وجہ سے قصوروار ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض ہوگا (معاذ اللہ)۔یہ اعتراض تو تمام صحابہ کرام پر بھی ہوگا کیونکہ تمام

صحابہ کرام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا تھا بلکہ یہ اعتراض تو حضرت علی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم پر بھی آئے گا کہ ان تمام حضرات نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔

اعتراض:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین نہیں فرمایا۔معاویہ نے تو اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنا کر بہت بڑا جرم کیا ہے اور شریعت سے انحراف کیا ہے۔

جواب:

صرف زبانی دعوے تو معتبر نہیں کوئی آیۃ کریمہ اور حدیث پاک بیٹے یا بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار کو جانشین مقرر کرنے سے مانع نہیں۔یہی وجہ ہے کہ علماء ومشائخ اپنے کسی بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار کو اپنا جانشین مقرر کرتے ہیں آج تک کسی نے ان کو قصوروار جرم دار اور کافر نہیں ٹھہرایا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت ہی نہیں کہ یہ کہا جائے کہ بیٹے کو جانشین مقرر کرنا شریعت سے انحراف ہے۔

بیٹے کو خلیفہ مقرر کرنا اگر جرم ہے تو بیٹے کا خلیفہ بننا کیسے صحیح ہے؟

بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہیں کہ ان کی زبان سے اہل بیت اطہار کی گستاخی بھی ہو رہی ہے۔

آیئے! غور کریں شریعت مصطفوی ﷺ میں سب سے پہلے اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کا جانشین بنا تو وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تھے جب بیٹا اپنے باپ کا جانشین بن سکتا ہے اور یقیناً بن سکتا ہے۔نواسۂ رسول اپنے باپ کا جانشین بنا، ان کا جانشین بننا بالکل حق تھا، تو باپ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنائے تو اس میں کیا جرم ہے؟ اور شریعت سے انحراف پر جاہل مفتیوں کے فتوے کیوں؟

بیٹے یا بھائی کی معاونت کی دعاء انبیاء کرام سے:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ○ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ○
(سورہ طٰہٰ ۱۶: ۲۹ تا ۳۲)

"اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے یعنی میرے بھائی ہارون کو ان سے میری کمر مضبوط کر اور انہیں میرے کام میں شریک فرمادے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعاء کو قبول کیا اور آپ پر ناراضگی نہیں کی کہ تم معاون وزیر کی درخواست بھائی کیلئے کیوں کر رہے ہو کسی اور کیلئے کیوں نہیں کرتے۔

② حضرت زکریا علیہ السلام نے رب کے حضور دعا کی۔ رب تعالیٰ سے بیٹے کے پیدا ہونے کی دعا کی اور ساتھ ہی یہ دعاء کی کہ میرے بیٹے کو میرا جانشین بنانا رب تعالیٰ نے دعا قبول کی اور یہ نہیں فرمایا کہ تم بیٹے کو جانشین بنانے کی دعا کیوں کر رہے ہو یہ تو ناجائز ہے۔

سبحان اللہ! رب تعالیٰ جسے جائز کہے لوگ اسے ناجائز کہیں۔ کیسی عجیب عقل کیا ناقص علم کیسی جہالت وحماقت؟

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ○
(سورۃ مریم ۱۶: ۶،۵)

"تو عطاء کر مجھے اپنی طرف سے میرا کام اٹھانے والا وہ میرا جانشین ہو اور آل یعقوب (کے علم) کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔"

رب تعالیٰ نے اس دعاء کو قبول کر کے بشارت دی:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى
(سورۃ مریم ۱۶: ۷)

"اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے۔"

نتیجہ واضح ہوا:

اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا نہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ ہے بلکہ انبیاء کرام کی سنت ہے اور منشاء ایزدی ہے۔

اعتراض:

جھگڑا اس بات پر نہیں کہ بیٹے کو جانشین بنانا منع ہے بلکہ جھگڑا اس بات پر ہے کہ یزید فاسق وفاجر تھا اسی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت نہیں کی۔ جب معاویہ کو پتہ تھا کہ میرا بیٹا فاسق وفاجر ہے تو اسے اپنی زندگی میں جانشین بنانا بہت بڑا جرم ہے۔

جواب:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں یزید کو خلیفہ نامزد نہیں کیا یہ روایات ہی کمزور یا موضوع ہیں۔

یہ کہنا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے فاسق وفاجر ہونے کا علم تھا یہ قول ہی غلط ہے کیونکہ یزید آپ کے پاس نہیں رہتا تھا اور آپ حکومت کے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کو یزید کے فسق وفجور کا کوئی علم نہیں تھا بلکہ اس کا فسق وفجور بعد میں ظاہر ہوا بعد والے فسق سے ابھی کوئی فاسق نہیں ہوتا۔

"ابلیس کا کافر ہو جانا" اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر کے ظاہر ہونے سے پہلے اسے جنت سے نہیں نکالا بلکہ اس کے کفر کے ظاہر ہونے پر اسے کہا گیا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○
(سورہ حجر ۱۴: ۳۴)

"یہاں (جنت) سے نکل جا! بے شک تو راندہ ہوا ہے۔"

اسی طرح یزید اس وقت فاسق وفاجر ہوا جب اس سے فسق وفجور ظاہر ہوا اس سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اسے کیسے فاسق وفاجر کہا جائے اگر فاسق وفاجر تھا تب آپ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔

تنبیہ: اگر کوئی روایت ایسی مل جائے جس سے معلوم ہو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

یزید کے فسق وفجور سے خبردار ہوتے ہوئے اسے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور راوی یا شیعہ ہے یا کوئی دشمن اصحاب جو روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے اس کا راوی بھی مردود ہے کیونکہ وہ روایت قرآن پاک کے خلاف ہے اور راوی بھی منکر قرآن پاک ہے تمام صحابہ بحکم قرآن پاک متقی ومغفور اور جنتی ہیں۔

(ماخوذ از حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصنف حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ بالفاظ دگر بوضاحت)

طلباء کرام! ایک قانون یاد رکھو:

جس شخص کی کتب پر نبی کریم ﷺ کے کمالات پر اور صحابہ کرام کے کمالات پر اور اولیاء کرام کے کمالات پر نوٹ لگے ہوں اور وہی نوٹ دوسروں کو بھی دکھائے تو سمجھ لو کہ یہ شخص محب رسول اللہ ﷺ ومحب صحابہ کرام ومحبّ اولیاء کرام ہے۔

اور جس شخص کی کتب میں نبی کریم ﷺ کے عاجزانہ کلام یا متشابہ کلام وغیرہ پر نوٹ لگے ہوں اور وہ نبی کریم ﷺ کے اوصاف کم کر کے لوگوں کو دکھائے سمجھ لو کہ اس کے دل میں بغض رسول اللہ ﷺ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص تاریخ کے رطب ویابس اقوال پر نوٹ لگائے بیٹھا ہو اور کوئی اسے کہے تو شان صحابہ میں کیوں گستاخیاں کر رہا ہے تو وہ کتابیں سامنے رکھے کہ دیکھو ان میں معاویہ کے خلاف عبارات ہیں؛ مجھے کچھ نہ کہو۔ ایسا منحوس بغض صحابہ دل میں جمائے ہوئے ہے۔

اسی طرح اولیاء کرام کے کمالات کے خلاف نوٹ لگائے اور ان کے بے اختیار ہونے پر نوٹ لگائے ہوئے ذاتی عطائی کا فرق نہ کرے لوگوں کو اولیاء کرام کے خلاف لگائے ہوئے نوٹ دکھائے تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں اولیاء کرام کے خلاف کدورت پائی جاتی ہے۔

یہ قانون یاد کر لیں ان شاء اللہ محبّ اور مبغوض کا فرق آپ کو سمجھ آتا رہے گا۔

(راقم)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسند رسول کس نے دی؟

شیعہ کے علامہ ڈھکو صاحب نے کہا:

"قاتلان حسین تھے وہ جنہوں نے یزید کو چھٹا خلیفہ بنایا اور اس کے باپ کو مسندِ رسول کا پانچواں خلیفہ تسلیم کیا بلکہ حسین رضی اللہ عنہ تو سقیفہ کے دن ہی قتل ہو گئے تھے۔"

آیئے! واقعات اور حقائق کے آئینہ میں دیکھیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسند رسول اللہ ﷺ کس نے دی؟

حقیقت یہ ہے کہ انہیں یہ مسند رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے سونپی تھی اور شیعانِ کوفہ کے حالات اور عادات وکردار دیکھ کر یعنی فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے اور اسلام کو بیخ وبن (جڑوں) سے اکھیڑنے کی سازشوں کو دیکھا اور سبائی شیطنت کو خون مسلم کی ارزانی پر تالیاں بجاتے اور چراغ جلاتے دیکھا تو صلح کر لی اور حضور نبی اکرم ﷺ کے غیبی فرمان کو سچ ثابت کر دکھایا۔

"ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین عظمیتین"

"میرا یہ بیٹا سردار اور عالی ہمت ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

نیز اپنے تجربات اور مشاہدات کے تحت بھی یہ قدم اٹھایا اسی لئے فرمایا:

"أری والله ان معاویة خیرلی من هؤلاء یزعمون انهم لی شیعة ابتغوا قتلی وانتهبوا ثقلی واخذوا مالی"
(کتاب الاحتجاج مطبع جدید ص۲۹۰)

"بخدا میں دیکھتا ہوں کہ معاویہ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہے جو دعوی کرتے ہیں میرے شیعہ ہونے کا اور انہوں نے میرے قتل کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور میرا سارا

قیمتی سامان لوٹ لیا ہے۔"

طبرسی کی اسی کتاب الاحتجاج ص ۳۹۱ پر مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا:

"انهم لاوفاء لهم ولا ذمة في قول ولا فعل يقولون ان قلوبهم معنا وان سيوفهم لمشهورة علينا"

"ان اہل کوفہ میں نہ وفاء ہے اور نہ عہد کا پاس، نہ قول میں نہ عمل میں وہ زبانی دعوی کرتے ہیں کہ ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں حالانکہ ان کی تلواریں ہمارے خلاف اور ہم پر سونتی ہوئی ہیں۔"

علامہ ڈھکو صاحب ہی بتلائیں کہ اس وقت بھی کوفہ میں کوئی خالص شیعہ تھا یا نہیں؟ اور عقیدۂ خلافت پر کاربند کوئی فرد تھا یا نہیں؟ کیونکہ یہ امیر معاویہ ؓ کے بیس سالہ دور حکومت اور شیعہ کے تہ تیغ ہو جانے کے بعد کا دور نہیں تھا یہ تو حضرت علی المرتضی ؓ کی شہادت کے بعد متصل دور کا معاملہ ہے۔

الغرض امیر معاویہ ؓ کو خلافت سونپی تو رسول اللہ ﷺ کے فرزند ارجمند نے اور سونپنے پر مجبور کرنے والے وہ تھے جو محب و موالی تھے۔ تو کہیے! قاتلان حسین کون ہوئے؟

رہا! یزید کا چھٹا خلیفہ ماننے والا معاملہ تو عملاً سب اہل کوفہ نے اس کو خلیفہ مانا ہوا تھا اور دل سے بھی نہیں مانتے تھے تو بھی تلواریں ان کی اسی کی امارت وخلافت کو مستحکم کرنے کیلئے اہل بیت کرام کا خون پی رہی تھیں۔ رہے اہل مدینہ اور اہل مکہ تو جب تک کی اصلی کیفیت وحالت سامنے نہیں آئی تھی خاموش تھے اور جب حقیقت منکشف ہوگئی تو پھر جان ومال عزت وآبرو قربان کر دی مگر اس کی اطاعت قبول نہ کی اور اس سکوت میں جملہ بنو ہاشم بنو عبد المطلب اور بنو عبد مناف سب ہی برابر کے شریک تھے حتی کہ حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عبداللہ بن عباس بھی حضرت امام حسین ؓ کو اہل کوفہ کی بیوفائی اور غداری کے تحت منع کرتے رہے۔

الغرض اہل مدینہ کی بغاوت اور اہل مکہ کے عمل وکردار کے معلوم ہونے کے باوجود

حضرات اہل سنت کو الزام دینا انصاف سے بہت بعید ہے، بلکہ سراسر ظلم ہے۔

(۱) نیز علامہ ڈھکو صاحب کا یہ کہنا کہ حسین ؓ تو سقیفہ کے دن قتل ہو گئے تھے یہ انہوں نے کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ صحیح دعوی تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ جس دن رسول خدا ﷺ نے رسالت کا دعوی کیا تھا حضرت امام حسین ؓ اور دیگر اکابرین اہل بیت بس اسی روز شہید ہو گئے تھے، نعوذ باللہ من ذلک۔

(۲) اگر سبب بعید دیکھیں تو دعوائے رسالت ہے، اور اگر سبب قریب دیکھیں تو حضرت امام حسن ؓ کی دستبرداری ہے، اور خلافت کو امیر معاویہ کے سپرد کرنا، تو یہ کہاں کا انصاف ہوگا کہ اول وآخر کو چھوڑ کر درمیان والوں پر ہی یہ ذمہ داری ڈال دی جائے۔

(۳) سقیفہ والوں نے تو محدود سلطنت لی، جس میں وصال مصطفوی ﷺ سے تزلزل آچکا تھا، اور ڈانواں ڈول ہو چکی تھی، پھر اس کو مضبوط و مستحکم کیا اور وسیع وعریض ملک بنایا پھر اہل بیت کے حوالے کر دیا۔ وہ قاتل کیسے ہو گئے؟ یہ تو امام حسن ؓ کی ذمہ داری تھی کہ اسے اپنے بھائی کے حوالے کرتے اور امیر معاویہ کو اس مسند رسول اور مسند مرتضی کے قریب نہ پھٹکنے دیتے اور نہ ہی پھر یزید اس پر قابض ہوسکتا۔

(۴) علاوہ ازیں اس کی ضمانت کیا ہے کہ اگر خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضی ؓ کو مل جاتی تو پھر حضرت امام حسین ؓ شہید نہ ہوتے۔ حضرت عمر ؓ جیسا رعب ودبدبہ اور جاہ جلال والا خلیفہ دوران خلافت شہید کر دیا گیا۔ حضرت عثمان ؓ کو کس طرح بے دردی کے ساتھ دوران خلافت شہید کر دیا گیا حضرت علی المرتضی ؓ کو کس طرح بے دردی کے ساتھ دوران خلافت شہید کر دیا گیا اور حضرت امام حسن ؓ نے اس کو ترک کرنے میں عافیت سمجھی۔ لہذا خلافت کو جان بچانے کا حصن حصین سمجھ لینا کسی عقلمندی اور دانائی کا مظاہرہ نہیں ہے۔

(تحفہ حسینیہ بحذف از ص ۱۴۴، ۱۴۸ مصنفہ استاذی المکرم حضرت مولنا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی)

نتیجہ واضح ہوا:

{۱} حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی امت کو خونریزی سے بچانے کیلئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔

{۲} حضرات امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے شہید ہونے کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے صلح کی ایسا کہنے والا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا گستاخ ہوگا۔

{۳} حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار سمجھ کر ان سے صلح کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار نہیں تھے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی لازم آئے گی کہ آپ نے نااہل کو خلافت کیوں عطاء کی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ (راقم)

''معاویہ'' کے نام پر اعتراض:

تم تو معاویہ کی بڑی شان بیان کررہے ہو حالانکہ معاویہ نام ہی ایسا ہے جو حقارت پر دلالت کررہا ہے۔ آیئے! علامہ تفتازانی کی مختصر المعانی کو دیکھیں، آپ رقمطراز ہیں:

"اوتعظیم اواھانة کما فی الالقاب الصالحة لذلک مثل رکب علی وھرب معاویة"۔ (مختصر المعانی ص۱۷)

''علم (نام) کبھی تعظیم اوراہانت (توہین) پر دلالت کرتا ہے، جیسے کہا جائے علی سوار ہوا اور معاویہ بھاگ گیا۔''

اسی مثال سے علامہ تفتازانی نے صاحب تلخیص المفتاح کے قول (او تعظیم او أھانة) کی وضاحت کی ہے کہ لفظ ''علی'' مشتق ہے ''علو'' سے، جو عظمت پر دلالت کررہا ہے جس کا نام ہی حقارت پر دلالت کرے وہ ذیشان کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب:

"والمتبادر ان المراد بعلی ومعاویة صاحبا

رسول اللہ ﷺ ولا یخفی ما فیه من سوء الادب فی حق سیدنا معاویة رضی اللہ عنه والجرأة علیه بما لا یلیق بمنصبه بل لو حملنا علی غیرهما لم یخل من سوء الادب لما فیه من الایهام کذا فی دسوقی وتجرید۔"

''مختصر المعانی کی مشہور شروح تجرید اور دسوقی نے علامہ تفتازانی کے اس قول پر گرفت فرمائی ہے اسلئے کہ بظاہر یہی معلوم ہورہا ہے کہ ''علی'' اور معاویہ'' سے مراد رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، یہ کوئی مخفی بات نہیں یعنی بہت واضح روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی پائی گئی ہے۔''

علامہ تفتازانی کے منصب کے لائق یہ نہیں تھا کہ اس قسم کی مثال دیتا۔ اگر ''علی'' اور ''معاویہ'' سے مراد عام ''علی'' اور عام ''معاویہ'' ہو، یعنی صحابی مراد نہ ہوں تو پھر بھی یہ مثال بے ادبی سے خالی نہیں کیونکہ ان ناموں کو دیکھ کر وہم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناموں کی بھی یہی کیفیت ہے۔

آیئے! ذرا لغات کو دیکھئے:

"عوی"الکلب والذئب وابن آوی۔ "عواء"لوی خطمه ثم صاح صیاحا ممدودا لیس بنباح فهو عاو وعواء والقوم دعاهم الی الفتنة والشئ عطفه ولواء یقال عوی الحبل والشعر والقوس وعن فلان رد عنه وکذب مغتابه عاواهم صایحهم۔ (معجم الوسیط)

''**عوی**'' یعوی عواء "الکلب او الذئب وابن آوی" کتے کا بھونکنا بھیڑیئے کا چنگھاڑنا ابن آوی (بھیڑیئے سے چھوٹا درندہ) کا چنگھاڑنا۔

''فلان ما یعوی وما ینبح'' کمزور ہے (یعنی گرجدار آواز سے نہ بات کرسکتا ہے نہ نجات حاصل کرسکتا ہے)

'القوم الی الفتنة" قوم کا فتنہ کی طرف بلانا۔ "عواہ یعوی عیا" عن الشئ۔ باز رکھنا۔

"عوی القوس ونحوه" کمان کو جھکانا (تلوار وغیرہ کو جھکانا)۔

"الحبل او الشعر" رسی یا بال کا موڑنا۔

"عن الرجل" جواب دینا اور غیبت کرنے والے کو جھٹلانا۔ (المنجد عربی اردو)

"لوی خطمه ثم صاح" اسی کو لپیٹنا پھر بلند آواز دی' یہ بھونک نہیں۔

محبانِ صحابہ! گستاخوں کو جواب دو:

صحابی رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کو تم صرف "عوی الکلب" (کتے کی بھونک) سے ماخوذ کر کے کیوں مراد لے رہے ہو؟ کیا تمہیں (عوی الذئب یا عوی ابن أوی یا عوی السبع) نظر نہیں آتا؟ جن میں بہادری کا معنی پایا گیا ہے۔

کیا بھیڑیئے کی چھنگاڑ میں' کیا درندے کی چھنگاڑ میں' کیا شیر کی گرج میں بہادری ہے یا نہیں۔ ہاں! ہاں! معاویہ کا معنی بہادر بھی ہے' معاویہ کا معنی کمزور بھی ہے۔

دونوں معانی کو بیک وقت اعتبار کریں تو "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" کی تفسیر نظر آئے گی۔

جب "عوی" کا معنی باز رکھنا لیا جائے' تو اب مطلب ہوگا کہ "معاویہ" اسے کہا جاتا ہے جو اپنے اجتہاد سے کسی کو غلطی پر دیکھے تو اسے باز رکھنے میں سردھڑ کی بازی لگا دے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اجتہادی خطا ہی کیوں نہ ہو اس پر ثواب تو ہے گناہ نہیں' گرفت نہیں۔

جب "عوی القوس ونحوه" سے معاویہ لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ کمان اور تلوار کو جھکانے والا یہ بہادری اور صلح دونوں پر دلالت کر رہا ہے کہ جہاں کمان یا تلوار کو لہرانے اور تاننے کی ضرورت درپیش آئی وہاں بہادری کا مظاہرہ کیا' جہاں صلح کی ضرورت در پیش آئی وہاں کمان یا تلوار کو جھکا دیا۔

جب "عوی الحبل او الشعر" سے لیں تو معاویہ کا معنی بہادر ہوگا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں جنگوں میں کافروں کی گردن کو موڑ دیا' بلکہ توڑ دیا۔

جب "عوی عن فلان ای رد عنه و کذب مغتابه" سے لیں تو اب معاویہ کا معنی یہ ہوگا کہ وہ فصاحت سے جواب دیتے تھے۔ اگر کوئی ان کے سامنے کسی کی غیبت کرے تو وہ اسے جھٹلا دیتے تھے یہ دونوں معانی بھی بہادر عظمت پر دلالت کر رہے ہیں۔

بغضِ صحابہ سے اپنی عاقبت خراب نہ کریں:

کیا "عاواهم" کا ایک معنی المعجم الوسیط میں "صایحهم" نہیں کیا گیا۔ کیا اردو میں تمہیں اس کا معنی آتا ہے یا نہیں۔ ہاں اگر نہیں آتا تو راقم تمہیں بتاتا ہے اس کا معنی ہے فلاں شخص نے ان (لوگوں) کو زوردار آواز دی۔

اگر میں یوں کہوں "عاوی الخطیب الناس بخطابه" (خطیب نے لوگوں کو زوردار آواز سے خطاب کیا) کیا اس کا معنی یوں بھی کیا جائے گا' خطیب لوگوں کو کتے کی طرح بھونکا۔

کیا تم عربی زیادہ جانتے ہو یا عرب زیادہ جانتے ہیں:

کیا اہل لسان نے بغیر سوچے سمجھے یوں ہی نام نہیں رکھ دیئے؟ نہیں بلکہ وہ معانی سے باخبر تھے لغت اور گرائمر کے محتاج نہیں۔ عجمی حضرات عربی سیکھتے ہیں گرائمر پڑھتے ہیں لغات دیکھتے ہیں تو پھر کچھ بات سمجھتے ہیں ان کا عرب لوگوں پر عربی میں زیادہ ماہر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

آیئے چند نام دیکھئے:

"عفان" اگر یہ "عفن" سے لیں تو اس کا معنی ہوگا "بدبودار" اور معنی ہوگا "خراب' برباد" اور اگر "عفو" سے لیں اور الف ونون زائدتان مانیں تو معنی ہوگا معاف کرنے والا کیا کوئی شخص تمام عفان نامی لوگوں کو "بدبودار یا خراب" ہونے والا معنی دے گا؟ نہیں۔ یہ عقل ودانش سے دوری کی بات ہے۔

آیئے! ذرا ہوش والوں سے پوچھئے وہ کہیں گے "عفان" کا معنی معاف کرنے والا ہے۔

عتبان:

عتبان بن مالک بدری صحابی۔ ان کی شان کے مطابق معنی یہ ہوگا: ''کسی کی غلطی پر سرزنش کرنا، خفگی کرنا'' یا معنی یہ ہوگا ''کسی کو غلطی پر ملامت کرنا'' لیکن یہ معانی صحابی کی شان کے لائق نہیں: ''ایک پاؤں پر کودنا، تین ٹانگوں پر چلنا، لنگڑا ہونا، ایک دوسرے سے ناز سے گفتگو کرنا، چوکھٹ کو پھلانگ جانا، چوکھٹ پر چمٹے رہنا۔''

عابس بن ربیعہ:

صحابی ہیں ان کی شان کے مطابق صحیح معنی یہ ہوگا: ''ترش رو ہونا، یعنی آپ کافروں کے ساتھ ترش روئی سے درپیش آتے، کافر سے بات کرتے تو چیں بہ جبیں ہو کر بات کرتے، لیکن صحابی کی شان کے لائق یہ معانی نہیں: ''اونٹ کی دم پر مینگنی کا خشک ہو جانا، میلا ہونا۔''

ماعز بن مالک:

صحابی ہیں ان کی شان کے مطابق معنی یہ ہوگا: ''ما امعز رأیہ'' وہ کس قدر مضبوط رائے والا ہے، لیکن ماعز ''بکری کی کھال'' کو بھی کہا جاتا ہے کیا کوئی شخص حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو بکرا یا بکرے کی کھال کہے گا؟ عقل تمہاری کہاں چلی گئی۔؟

طارق:

بن سوید صحابی ہیں، صحابی کی شان کے مطابق یہ معانی ہوں گے: ''خاموش ہونا، نیچے سر ڈال کر زمین کی طرف دیکھنا، سر جھکا کر چلنا، ہتھوڑا مارنا، یعنی بہادر ہونا، سخت گیر ہونا، لیکن صحابی کی شان کے لائق یہ معانی نہیں: ''رات کو آنے والا چور، کمزور عقل والا ہونا، ٹیڑھی پنڈلی والا ہونا، تاریک ہونا، اوپر نیچے کپڑے پہننا۔

حمار:

ایک صحابی کا نام ہے، کیا کوئی شخص یہ کہے گا کہ صحابی کا نام ''حمار'' تھا اسلئے

وہ ''معاذ اللہ'' گدھا تھا۔ نہیں! نہیں! یہ بالکل غلط ہے۔ ہاں! البتہ صحابی کی شان کے لائق دو معنی ہیں ''حمر الرجل'' غصہ سے بھڑک اٹھا، یا حمرۃ سے لیں جس کا معنی ہے ''سرخ۔''

خدیجہ:

رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ، اور نبی کریم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (کے بطن) سے ہی ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر اعتراض کرنے والوں سے یوں کہوں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی امی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

خدج:

''ض، ن'' خدوجا، چیز کا ناقص ہونا، گھٹیا ہونا۔ ''خدرج صلاتہ'' بعض ارکانِ نماز میں کمی کرنا۔ ''خدجت الناقۃ'' اونٹنی کا ناتمام بچہ گرانا۔ (المنجد)

آیئے! لغت کے ان تمام معانی کو مدنظر رکھئے، پھر فیصلہ کیجئے کیا بظاہر لغت کے تمام معانی میں سے کسی ایک معنی کی وجہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خدیجہ کہا جا سکتا ہے؟

نہیں! نہیں، یقیناً نہیں۔ کیا آپ کا نام بے معنی ہے کیا آپ کا نام کسی عجمی نے بغیر سوچے سمجھے رکھ دیا ہے۔ جب ایسا نہیں تو یہی کہا جائے گا کہ آپ کا نام عربیوں نے رکھا مرادی مطلب کو مدنظر رکھا کہ یہ بچی عجز وانکساری کی چلتی پھرتی تصویر ہوگی۔

سودہ:

مومنوں کی ماں رسول اللہ ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہ کا نام حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہیں کیا ان کا نام ساد، یسود، سوادا (ن) سے لیا ہوا ہے جس کا معنی سیاہ ہونا ہے۔ کیا ان کا رنگ سیاہ تھا کیا وہ حبشیہ تھیں کہ ان کا نام ان کے گھر والوں نے ''سودہ'' رکھا تھا ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا تو یقیناً یہ کہنا پڑے گا کہ آپ کا نام مندرجہ ذیل معانی کی وجہ سے رکھا گیا:

"ساد' یسود' سیادة' سیدودة سوددا" (ن) شریف ہونا بزرگ ہونا

(قومہ) قوم کا سردار ہونا شان وشرافت میں کسی پر غالب ہونا۔ (المنجد)

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

"ولیسوا کفارا ولا فسقة ولا ظلمة لما لهم من التاویل وان کان باطلا فغایة الأمر أنهم اخطأوافی الاجتهاد وذالك لایوجب التفسیق فضلا عن التکفیر ولهذا منع علی رضی الله عنه اصحابه من لعن اهل الشام وقال اخواننا بغواعلینا"

(شرح مقاصد ص ۳۰۵، المبحث السابع اتفق اہل الحق علی وجوب تعظیم الصحابہ)

"(حضرت امیر معایہ اور ان کی جماعت کے لوگ) نہ کافر تھے اور نہ ہی فاسق تھے اور نہ ہی ظالم تھے' اسلئے کہ ان کے پاس کوئی نہ کوئی تاویل (یعنی کوئی نہ کوئی وجہ) تھی اگرچہ ان کی تاویل باطل تھی لیکن زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اجتہادی خطاء (پر ثواب ہوتا ہے) سے فسق بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ کفر لازم آئے اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو اہل شام پر لعنت کرنے سے منع فرما دیا تھا کہ وہ ہمارے بھائی ہی تو ہیں جنہوں نے ہم پر زیادتی کردی۔"

نام معاویہ پر معترضین پچیس راویوں کے گستاخ ہیں:

احادیث کے راویوں میں پچیس حضرات وہ جن کے اسماء گرامی معاویہ ہیں۔ ان میں تین صحابہ کرام ہیں اور کچھ تابعین ہیں اور کچھ جلیل القدر مشائخ حدیث ہیں۔

کیا ان تمام ناموں والے حضرات کے والدین عربی سے بے خبر تھے کیا سب کے نام اس لئے رکھے گئے تھے کہ یہ بڑے ہو کر کتے کی طرح بھونکیں گے (معاذ اللہ) یا انہوں نے اس لئے نام رکھے تھے کہ یہ فصیح ہوں گے' بڑے خطیب ہوں گے' بڑے بہادر ہوں گے'

کافروں پر سخت ہوں گے' اپنوں پر رحم دل ہوں گے۔

آیئے! معاویہ نام والے راویوں کی تفصیل دیکھئے۔

"معاویہ" نام والے راوی:

(۱) معاویہ بن اسحاق بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی ابوالازہر کوفی (تابعی) ہیں۔

(۲) معاویہ بن جاہمہ سلمی۔ (صحابی ہیں)

(۳) معاویہ بن خدیج بن جفنہ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن زیادہ ان پر ابو نعیم "بضم النون وفتح العین"، مصری کندی کا اطلاق ہوتا تھا، ان کی صحابیت میں اختلاف ہے' مفضل اور ابن حبان نے ان کو صحابی کہا ہے اور ابن اثرم اور حرب نے امام احمد رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ صحابی نہیں تھے۔ (واللہ اعلم)

(۴) معاویہ بن خدیج کوفی جعفی۔ (پہلے جن کا ذکر کیا وہ مصری، کندی ہیں)

(۵) معاویہ بن الحکم "بفتح الحاء والکاف"، سلمی (صحابی ہیں)

(۶) معاویہ بن حکیم بن معاویہ النمیری، شامی۔

(۷) معاویہ بن حیدہ بن معاویہ بن قشیر، قشیری۔

(۸) معاویہ بن سبرۃ بن حصین السوائی العامری۔

(۹) معاویہ بن سعید بن شریح بن عروہ التجیبی، فہمی۔

(۱۰) "معاویہ بن یحییٰ طرابلسی" ان کو معاویہ بن یزید کا نام لیا جاسکتا ہے۔

(۱۱) "معاویہ بن ابی سفیان" فتح مکہ کے دن بلکہ اس سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان کی روایات بغیر کسی واسطہ کے نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہیں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان (جو معاویہ کی بہن ہیں) کے واسطہ سے بھی مروی ہیں (رضی اللہ عنہم)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے بعد خلیفہ بنایا۔ رجب کی چار راتیں رہتی تھیں

تو ان کا وصال ہوا۔

(۱۲) ''معاویہ بن سلمہ بن سلیمان نصری'' ان کی کنیت ابو سلمہ تھی' دمشق میں بسیرا تھا' کوفی کہلاتے تھے۔

(۱۳) معاویہ بن سلام بن ابی سلام۔

(۱۴) معاویہ بن صالح بن حدیر بن سعید بن سعد بن فہر الحضرمی۔

(۱۵) معاویہ بن صالح بن الوزیران کا نام معاویہ بن عبید اللہ بن یسار اشعری۔

(۱۶) معاویہ بن عبدالکریم ثقفی۔

(۱۷) معاویہ بن عمار بن ابی معاویہ الدہنی البجلی الکوفی۔

(۱۸) معاویہ بن عمرو بن المہلب بن عمر و بن شبیب الازدی المعنی الکوفی ابو عمر البغدادی۔

(۱۹) معاویہ بن عمرو ابو المہلب الجرمی ان کی کنیت ابو نوفل بن ابی عقرب۔

(۲۰) ''معاویہ بن غلاب'' ان کی کنیت ابن عمر۔

(۲۱) معاویہ بن قرۃ بن ایاس المزنی۔

(۲۲) معاویہ بن ابی مزرد۔

(۲۳) معاویہ بن ہشام القصار الازدی۔

(۲۴) معاویہ بن یحییٰ صدفی۔

(۲۵) معاویہ بن یحییٰ دمشقی۔ (الماخوذ من تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی)

اعتراض:

تم تو کہتے ہو کہ حضرت امیر معاویہ نے کوئی خلاف شرع کام کا حکم نہیں دیا' حالانکہ انہوں نے بیع کی اجازت دی جس میں ربا (سود) پایا گیا تھا۔ آیئے! حدیث پاک دیکھئے:

"عن ابی قلابۃ قال کنت بالشام فی حلقۃ

فیھا مسلم بن یسار فجاء ابو الاشعث قال قالوا ابو الاشعث فقلت ابو الاشعث فجلس فقلت لہ حدث اخانا حدیث عبادۃ بن الصامت قال نعم غزونا غزاۃ وعلی الناس معاویۃ فغنمنا غنائم کثیرۃ فکان فیما غنمنا آنیۃ من فضۃ فأمر معاویۃ رجلا ان یبیعھا فی اعطیات الناس فتسارع الناس فی ذلک فبلغ عبادۃ بن الصامت فقام فقال انی سمعت رسول اللہ ﷺ ینھی عن بیع الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح الاسواء بسواء عینا بعین فمن زاد وازداد فقد اربی فرد الناس ما اخذوا فبلغ ذلک معاویۃ فقام خطیبا فقال الا ما بال رجال یتحدثون عن رسول اللہ ﷺ احادیث قد کنا نشھدہ ونصحبہ فلم نسمعھا منہ فقام عبادۃ فاعاد القصۃ فقال لنحدثن بما سمعنا من رسول اللہ ﷺ وان کرہ معاویۃ او قال وان رغم ما أبالی ان لا اصحبہ فی جندہ لیلۃ سوداء"۔

(مسلم ج۲ ص ۳۲، ۳۳ باب الربوا)

''ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں شام میں ایک حلقہ (محفل) میں تھا ان لوگوں میں مسلم بن یسار بھی تھے تو اتنے میں ابو الاشعث آ گئے' لوگوں نے کہا: ابو الاشعث آ گئے تو میں نے بھی کہا ابو الاشعث آ گئے تو وہ بیٹھے تو میں نے انہیں کہا کہ ہمارے بھائی عبادۃ بن صامت کی حدیث ہمیں بیان کرو' انہوں نے کہا: ہاں! ٹھیک ہے' ہم نے ایک غزوہ (جہاد) کیا' لوگوں کے قائد معاویہ تھے' ہمیں وہاں بہت مال غنیمت حاصل ہوا۔ اس مال غنیمت میں چاندی کے برتن تھے معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ان برتنوں کو لوگوں کے عطیات میں (یعنی درا ہم سے) فروخت کر دو' لوگ اس خرید و فروخت میں جلدی کرنے لگے' جب یہ خبر عبادہ بن صامت کو ملی تو وہ کھڑے ہوئے' تو کہا: بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ منع فرما رہے تھے سونے کی بیع سونے سے' چاندی کی بیع چاندی سے گندم کی بیع گندم سے' جو کی بیع جو سے چھوہارے (کھجور) کی بیع چھوہارے سے' نمک کی بیع نمک سے سوائے برابر اور ہاتھ بہ ہاتھ کے جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا

تو تحقیق اس نے ربا کا لین دین کیا تو لوگوں نے جو برتن لئے تھے وہ واپس کر دیئے۔ جب یہ خبر حضرت معاویہ کو ملی تو آپ کھڑے ہوئے خطبہ دیا' تو فرمایا: خبردار! کیا حال ہے ان لوگوں کا جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی حاضر ہوتے تھے اور آپ کی مصاحبت میں ہوتے تھے ہم نے یہ احادیث نہیں سنیں تو عبادہ کھڑے ہوئے دوبارہ واقعہ کو لوٹایا تو فرمایا: ہم ضرور بضرور وہ حدیث بیان کریں گے جو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ اگرچہ معاویہ ناپسند کریں۔ (راوی کو شک ہے) یا انہوں نے یہ کہا اگرچہ معاویہ کا ناک خاک آلود ہو جائے مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ مجھے سیاہ رات میں اپنے لشکر کے ساتھ نہ رکھیں۔

اس حدیث پاک سے یہ اعتراض واضح طور پر سمجھ آ رہا ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے چاندی کے برتنوں کو چاندی کے دراہم سے بغیر برابری کے بیچنے کی اجازت دی' اور حضرت عبادہ بن صامت کے حدیث بیان کرنے پر یہ بھی کہا کہ یہ حدیث ہم نے نہیں سنی، کیا یہ غیر شرعی حکم نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب:

کئی احادیث کئی صحابہ کرام نے نہیں سنی ہوئی تھیں۔ کسی محفل میں کوئی حضرات ہوتے اور کسی محفل میں دوسرے حضرات ہوتے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا برتنوں کے بیچنے کا حکم عدم علم کی وجہ سے تھا۔ جہاں تک حدیث سن کر آپ نے کہا ہم نے یہ حدیث نہیں سنی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسئلہ تحقیق سے واضح ہو جائے جب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حدیث کو حاضرین محفل کے سامنے بیان کیا تو اس پر آپ نے خاموشی کو اختیار کیا۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے "کہ آپ نے پھر بھی بیچنے کا حکم دیا اور حدیث کو نہیں مانا" تو وہ پیش کرے۔

یہ حدیث تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کی عظمت بیان کر رہی ہے۔ "وفیہ القول بالحق وان المقول لہ کبیر" اس حدیث سے یہ

سمجھ آ رہا ہے کہ حق بات کہی جائے اگرچہ جس سے بات ہو رہی ہو وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو۔
(نووی شرح مسلم ج۲ ص۳۳)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حق گوئی ثابت ہو رہی ہے جو ان کی عظمت پر دلالت کر رہی ہے' اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بڑا آدمی ہونا واضح ہو رہا ہے' جس سے ان کی عظمت سمجھ آ رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حدیث کا علم نہ ہونا اور تحقیق طلب کرنا:

"عن بسر بن سعید انہ سمع ابا سعید الخدری یقول کنا فی مجلس عند ابی بن کعب فأتی موسی الاشعری مغضبا حتی وقف فقال انشد کم اللہ ھل سمع احد منکم رسول اللہ ﷺ یقول الاستیذان ثلاث فان اذن لک والا فارجع قال ابی وما ذاک قال استأذنت علی عمر بن الخطاب أمس ثلاث مرات فلم یؤذن لی فرجعت ثم جئتہ الیوم فدخلت علیہ فأخبرتہ انی جئت امس فسلمت ثلاثا ثم انصرفت قال قد سمعناک ونحن حینئذ علی شغل فلوما استأذنت حتی یؤذن لک قال استأذنت کما سمعت رسول اللہ ﷺ قال فو اللہ لأوجعن ظھرک وبطنک أولتأتین بمن یشھد لک علی ھذا فقال ابی بن کعب فو اللہ لایقوم معک الا احدثنا اقم یا أباسعید فقمت

"بسر بن سعید فرماتے ہیں کہ بیشک انہوں نے ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم ابی بن کعب کے پاس تھے ابو موسی اشعری بڑی پریشانی کی حالت میں آئے' یہاں تک کہ رکے تو کہا کہ اللہ کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کیا تم میں سے کسی ایک نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اجازت طلب کرنا تین مرتبہ ہے۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ لوٹ جاؤ ابی بن کعب نے کہا کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا میں نے عمر بن خطاب سے کل اجازت طلب کی تین مرتبہ تو مجھے اجازت نہیں دی گئی تو میں لوٹ آیا پھر میں آج ان کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کو خبر دی کہ بیشک میں کل آیا تھا تو میں نے تین مرتبہ سلام کیا، پھر واپس چلا گیا۔ انہوں نے

حتی أتیت عمر فقلت قد سمعت رسول الله ﷺ یقول هذا"۔

فرمایا: ہم نے تمہارے اجازت طلب کرنے کو سنا تھا لیکن ہم اس وقت کسی کام میں مشغول تھے لیکن تم اجازت کیوں نہیں طلب کرتے رہے تھے یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جاتی انہوں نے کہا میں نے ایسے ہی اجازت طلب کی جیسے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا میں ضرور بر ضرور تمہارے پیٹ اور تمہاری پیٹھ پر ماروں گا' یا تم اس پر گواہ پیش کرو۔ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تمہارے ساتھ نہیں کھڑا ہوگا' مگر ہم میں سے چھوٹی عمر کا (یعنی ہم سب بڑوں چھوٹوں نے سنی) اے ابو سعید! تم کھڑے ہو جاؤ میں کھڑا ہوا یہاں تک کہ میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس حاضر ہوا تو میں نے کہا تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہی فرماتے ہوا سنا۔ (مسلم ج۲ ص۲۱۹ باب الاستیذان)

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

تین مرتبہ اجازت طلب کی جائے یعنی سلام کیا جائے' اجازت مل جائے تو بہتر ہے' ورنہ واپس لوٹ آؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا کیونکہ دوسری حدیث پاک میں آتا ہے:

"فقال عمر خفی علی هذا من أمر رسول الله ﷺ الهانی عنه الصفق بالأسواق"۔ (مسلم ج۲ ص۲۱۹)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پوشیدہ رہا اس لئے کہ مجھے بازاروں کی تجارت نے مشغول رکھا۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ طلب کئے یا مارنے کی دھمکی دی۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ حدیث کے معاملہ میں لوگ بغیر تحقیق کے بات نہ کریں۔ دوسری حدیث میں یہ بھی واضح طور پر موجود ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا:

"یا ابن الخطاب فلا تکونن عذابا علی اصحاب رسول الله ﷺ قال سبحان الله

"اے ابن خطاب! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کیلئے تم عذاب نہ بنو' آپ نے (اس پر

انما سمعت شیئا فاحببت ان أتثبت"۔

(مسلم ج۲ ص۲۱۹)

تعجب کرتے ہوئے) فرمایا: سبحان اللہ! بیشک میں نے کچھ سنا (یعنی حدیث سنی) تو میں نے پسند کیا کہ میں اس کا ثبوت طلب کر لوں (یعنی چھانٹ کر لوں' تاکہ تحقیقی طور پر حدیث کا پتہ چل جائے)

باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ کو بھی مندرجہ ذیل حدیث کا علم نہ تھا:

"عن عکرمة عن ابن عباس أنه ذکر ناسا احرقهم علی فقال لو کنت أنا لم احرقهم بالنار لقول رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله ولو کنت أنا لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دینه فاقتلوه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۷ ص۳۵۸ من نہی عن التحریق بالنار)

"حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے سامنے چند لوگوں کا ذکر کیا گیا جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلا دیا تھا تو انہوں نے کہا: اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تم کسی کو اللہ کا عذاب نہ دو وہاں اگر میں ہوتا تو ان (خارجیوں) کو قتل کر دیتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔"

"عن القاسم بن عبد الرحمن قال بعث النبی ﷺ سریة فطلبوا رجلا فصعد شجرة فأحرقوها بالنار فلما قدموا علی النبی ﷺ اخبروه بذلك فتغیر وجه رسول الله ﷺ وقال انی لم ابعث أعذب بعذاب الله انما بعثت بضرب الرقاب

"قاسم بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے ایک چھوٹا لشکر بھیجا انہوں نے ایک شخص کو طلب کیا (یعنی اس کا پیچھا کیا) وہ درخت پر چڑھ گیا، تو انہوں نے اس درخت کو آگ سے جلا دیا۔ جب وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں

وشد الوثاق۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۰۸، ج ۷ من نھی عن التحریق بالنار)

نے واقع کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک بدل گیا اور فرمایا: بیشک میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ وہ عذاب دوں جو صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے۔ مجھے تو اس لئے بھیجا گیا کہ میں ان کی گردنوں کو اڑا دوں اور مضبوطی سے باندھ دوں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مندرجہ ذیل حدیث کا علم نہ تھا:

"عن قبیصة بن ذویب أنه قال جاءت الجدة الی أبی بکر الصدیق تسئاله میراثها فقال لها ابوبکر مالك فی کتاب الله شئ وما علمت لك فی سنة رسول الله ﷺ شیئا فارجعی حتی أسأل الناس فسأل الناس فقال المغیرة بن شعبه حضرت رسول الله ﷺ اعطاها السدس فقال ابوبکر هل معك غیرك فقام محمد بن مسلمة الانصاری فقال مثل المغیرة بن شعبة فانفذه لها ابوبکر الصدیق۔"

(مؤطا امام مالک، کتاب الفرائض میراث الجدۃ)

"قبیصہ ابن ذویب فرماتے ہیں بیشک ایک جدہ (نانی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اپنی وراثت (اپنے نواسے کی) طلب کرنے لگی آپ نے فرمایا: تمہاری وراثت کا ذکر قرآن پاک میں نہیں اور مجھے یہ بھی علم نہیں کہ تمہاری وراثت کا ذکر حدیث پاک میں ہے تم واپس چلی جاؤ میں لوگوں سے پوچھتا ہوں آپ نے لوگوں سے پوچھا: تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر تھا جب رسول اللہ ﷺ نے جدہ کو چھٹا حصہ دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے تو محمد بن سلمہ کھڑے ہوئے انہوں نے بھی مغیرہ بن شعبہ کی طرح ہی بیان کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی وراثت جاری فرمادی۔"

حضرت معاویہ پر اعتراض:

حضرت معاویہ نے تو باطل طریقے سے مال کھانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، ایسا شخص نہ نیک ہوسکتا ہے اور نہ ہی خلافت کا مستحق۔ آیئے ایک طویل حدیث کا کچھ حصہ دیکھئے۔ حضرت عمرو بن العاص کی روایت میں مذکور ہے:

"ومن بایع أماما فاعطاه صفقة یده وثمرة قلبه فلیطعه ان استطاع فان جاء آخر ینازعه فاضربوا عنق الآخر فدنوت منه فقلت انشدك الله انت سمعت هذا من رسول الله ﷺ فاهوی الی أذنیه وقلبه بیدیه وقال سمعته اذنای ووعاه قلبی فقلت له هذا ابن عمك معاویة یأمرنا ان تأکل أموالنا بیننا بالباطل ونقتل انفسنا والله عزوجل یقول "یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما" قال فسکت ساعة ثم قال اطعه فی طاعة الله اعصه فی معصیة الله عزوجل۔"

(مسلم ج ۲ ص ۱۳۴ باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول)

"جس شخص نے ایک امام کی بیعت کی، اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور دل اس سے لگایا تو اسے چاہیے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اگر اس کی طاقت رکھے اگر دوسرا امام آجائے وہ اس (پہلے) سے جھگڑا کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔ (راوی عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ کہتے ہیں) میں ان کے قریب ہوا میں نے کہا کیا واقعی تم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں اور اپنے دل کی طرف کرتے ہوئے کہا ہاں میرے کانوں نے یہ سنا اور میرے دل نے یہ محفوظ کرلیا تو میں نے انہیں کہا یہ تمہارے چچا کا بیٹا معاویہ یہ تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے کھالیں اور اپنے بھائیوں کو قتل کر دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ایمان والو تم نہ کھاؤ آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے

سوائے تجارت جس میں تمہاری رضاء مندی پائی جائے، اور تم اپنے نفسوں یعنی اپنے بھائیوں کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے) راوی کہتے ہیں انہوں نے تھوڑی دیر سر جھکایا، پھر کہا، اللہ کی اطاعت میں تم ان کی اطاعت کرو اور اللہ کی معصیت میں تم ان کی نافرمانی کرو۔

جواب:

مقصود اس کلام سے کہ اس کے قائل نے جب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو سنا کہ پہلے خلیفہ سے جھگڑا کرنا حرام ہے، اور دوسرے سے قتال کیا جائے:

"فاعتقد هذا القائل هذا الوصف فی معاویة لمنازعة علیا و کانت قد سبقت بیعة علی فرأی هذا ان نفقة معاویة علی اجناده واتباعه فی حرب علی ومنازعته ومقاتلته ایاه من أکل المال بالباطل ومن قتل النفس لأنه قتال بغیر حق فلا یستحق احد مالا فی مقاتلته"۔

(نووی شرح مسلم ج۲ص۱۲۴)

"تو یہ کلام کرنے والے نے اس طرح اپنا اعتقاد پیش کیا کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی سے جھگڑا کیا، حالانکہ حضرت علی کی بیعت کو سبقت حاصل تھی، تو اس نے اس پر یہ رائے قائم کی کہ حضرت معاویہ جو مال اپنے لشکر اور اپنے متبعین پر خرچ کر رہے ہیں حضرت علی کے ساتھ لڑائی جھگڑے میں اور ان کے لشکر سے قتال کر رہے ہیں یہ مال وہ باطل طریقے سے کھا رہے ہیں اور لوگوں کو ناحق قتل کر رہے ہیں قتال میں کوئی ایک مال مستحق نہیں۔"

حاصل جواب:

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ یہ جنگ دونوں طرف سے اپنے اپنے اجتہاد کی وجہ سے ہو رہی تھی ہر

ہر فریق دوسرے کو غلطی پر سمجھ رہا تھا ہر طرف سے ایک دوسرے کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے جا رہے تھے اس لئے یہ اعتراض باطل ہے کہ وہ واقعی مال باطل طریقے سے کھانے کا عام حالات میں بھی حکم دیتے تھے یا عام حالات میں وہ مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے حاشا وکلا ایسا نہیں یہ اجتہادی خطاء تھی جس پر کوئی گرفت نہ تھی بلکہ اجتہاد کی وجہ سے ثواب حاصل تھا۔ پھر "اطعه فی طاعة الله" کے الفاظ بھی بتا رہے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کام کر رہے تھے رب تعالیٰ کے نافرمان نہیں تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے یہ الفاظ "واعصه فی معصیة الله" اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ اگر تمہارا اجتہاد انہیں غلطی پر سمجھتا ہے تو جو تم اپنے خیال کے مطابق غلطی اور رب کی نافرمانی سمجھو اسے نہ مانو۔

اعتراض بغاوت معاویہ پر:

حدیث پاک سے تو معاویہ اور ان کی جماعت کا باغی ہونا سمجھ آ رہا ہے۔ آیئے! حدیث پاک دیکھئے:

"عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ قال لعمار تقتلك الفئة الباغية۔"

(مسلم ج۲ص۴۰۳ کتاب الفتن)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بیشک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار کو فرمایا تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی۔"

چونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کو معاویہ کی جماعت نے قتل کیا۔ لہذا حدیث پاک سے ان کا باغی ہونا سمجھ آتا ہے۔

جواب:

امام حق کی مخالفت کی چار وجوہ ہیں اگرچہ بظاہر سب پر بغاوت کا اطلاق ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حرام بغاوت کا اطلاق نہیں، آیئے! ذرا تفصیل دیکھئے:

"باغی" ماخوذ ہے "بغی" سے اس کا لغوی معنی ہے "طلب کرنا" جیسے کہا جائے "بغیت کذا" یعنی میں نے اسے طلب کیا۔ رب تعالیٰ کے ارشاد گرامی میں "ما کنا نبغی" بھی اسی معنی میں استعمال ہے۔

پھر عرف میں جو چیز حلال نہ ہو یعنی ظلم وغیرہ کو طلب کرنے والے کو باغی کہتے ہیں لیکن فقہاء کرام کے عرف میں "الباغی هو الخارج عن طاعة امام الحق" باغی اسے کہا جاتا ہے جو امام حق کی اطاعت سے نکل جائے پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

① "احدها الخارجون بلاتأويل بمنعة وبلامنعة يأخذون أموال الناس و يقتلونهم ويخيفون الطريق وهم قطاع الطريق"

"ایک قسم یہ ہے کہ وہ امام کی طاعت سے خارج ہوں ان کے پاس لشکری قوت ہو بادشاہ سے مقابلہ کی یا نہ ہو اور ان کے پاس کوئی تاویل بھی نہ ہو وہ لوگوں کا مال چھین لیتے ہوں اور لوگوں کو قتل کر دیتے ہوں اور راستے میں لوگوں کو ڈراتے ہوں ان کو قطاع الطریق کہا جاتا ہے۔ یعنی ایک قسم باغیوں کی ڈاکو ہیں۔"

② والثانی قوم كذلك الا انهم لامنعة لهم لكن لهم تأويل فحكمهم حكم قطاع الطريق ان قتلوا وصلبوا وان اخذوامال المسلمين قطعت أيديهم وأرجلهم على ما عرف"

"دوسری قسم باغیوں کی یہ ہے کہ ان کو لشکری قوت تو حاصل نہ ہو لیکن ان کے پاس مخالفت کی کوئی وجہ پائی جائے یعنی تاویل ان کے پاس ہو ان کا حکم بھی ڈاکوؤں والا ہے، اگر یہ لوگوں کو قتل کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے اور اگر یہ لوگوں کا مال چھینیں تو ان کا دایاں ہاتھ اور بائیاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ دوسری قسم کے باغی بھی ڈاکو ہیں۔"

③ "والثالث قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفراومعصية يوجب قتاله بتأويلهم وهؤلاء يسمون بالخوارج يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويسبون نساء هم ويكفرون اصحاب رسول الله ﷺ وحكمهم عند جمهور الفقهاء وجمهور اهل الحديث حكم البغاة"

"تیسری قسم باغیوں کی یہ ہے کہ ایک قوم کو لشکری قوت حاصل ہو امام کی مخالفت کی وہ مخالفت کر رہے ہوں کسی تاویل کی وجہ سے (ان کی تاویل سراسر باطل ہو گی) یہ لوگ اپنے خیال کے مطابق امام کو کافر یا گنہگار مانتے ہیں اسلئے سمجھتے ہیں کہ قتال کرنا واجب ہے یہ لوگ خارجی ہیں جو مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کے مال کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو قید کر لیتے اور صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں جمہور علماء کے نزدیک ان کا حکم باغیوں والا ہے یعنی تیسری قسم باغیوں کی خارجی ہیں۔"

④ والرابع قوم مسلمون خرجوا على امام العدل ولم يستجيبوامااستباحه الخوارج من دماء المسلمين وسبى ذراريهم وهم البغاة"
(فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۸ باب البغاة)

"چوتھی قسم باغیوں کی یہ ہے کہ مسلمان قوم عادل بادشاہ کی طاعت سے نکل جائے، لیکن خارجیوں کی طرح مسلمانوں کے قتل کو جائز نہیں سمجھتے، اور نہ ہی مسلمانوں کی عورتوں کو قید کرنا جائز سمجھتے ہیں، یہ (مشہور) باغی ہیں۔ یہ بغاوت بھی نا جائز ہے۔"

صحابہ کرام کی بغاوت علیحدہ قسم:

صحابہ کرام (معاذ اللہ) ڈاکو نہیں تھے کہ ان کو قطاع الطریق والی بغاوت کا نام دیا جائے لہذا پہلی دو قسموں والی بغاوت صحابہ کرام پر سچی نہیں آسکتی اور نہ ہی وہ خارجی تھے کہ

ان کو خارجیوں والی بغاوت کا نام دیا جائے خارجی تو کافر ہیں کسی صحابی کو (معاذ اللہ) کافر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں! کوئی کافر کسی صحابی کو باغی بمعنی خارجی کہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہے ہی کافر، کافر کا مسلمان کو کافر کہنا کوئی باعث تعجب نہیں۔

ہمارے ذہنوں میں جو بغاوت ہے وہ بھی صحابہ کرام میں نہیں تھی کیونکہ مشہور بغاوت ناجائز ہے صحابہ کرام کسی حرام کے مرتکب نہیں ہوئے۔ لہذا صحابہ کرام میں مذکور چوتھی قسم کی بغاوت نہیں تھی۔

صحابہ کرام میں کون سی بغاوت تھی؟

صحابہ کرام میں اجتہادی اختلاف تھا ایک فریق کا اجتہاد درست تھا دوسرے کا اجتہاد درست نہ تھا جس فریق کا اجتہاد درست نہ تھا اور وہ درست اجتہاد والے مجتہد مصیب فریق سے جنگ کر رہے تھے اجتہاد مخطی فریق کو میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کے عطاء کردہ علوم غیبیہ کی وجہ سے باغی فرما دیا تھا کہ وہ فریق جو مصیب نہیں ہوگا ان کی اجتہادی خطاء کی وجہ سے ان کا مطالبہ زیادتی ہوگا اسی مطالبہ کی زیادتی کو بغاوت کا نام دیا گیا۔

صرف بغاوت بغاوت کی رٹ نہ لگائی جائے:

بلکہ اس بغاوت کی وضاحت بھی کریں صحابہ کرام کو مطلقاً باغی کہنے والے اور اس بغاوت کی صحیح ترجمانی نہ کرنے والے در حقیقت صحابہ کرام سے بغض رکھنے والے ہیں ان کو ہی علماء سوء کہا جاتا ہے بلکہ راقم کے نزدیک وہی جہلاء مطلق ہیں۔ بغض صحابہ رکھنے والے جہلاء کیا دین اسلام کی وضاحت کریں گے وہ تو منافقانہ انداز سے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ دیں گے تقیہ کرنے والے جہلاء سوء یاروں سے بچ کر رہیں ان کی بدگو زبان کی زد میں تو "اسد اللہ الغالب" حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا بہادر شخص بھی" آتا ہے۔

تقیہ کے من گھڑت قول سے شیر خدا کو ڈرپوک بنا دیا۔ تقیہ کی لعنت سے حضرت

امام حسن رضی اللہ عنہ کو "مذلۃ المسلمین" (مسلمانوں کو ذلت عطاء کرنے والے) کے درجہ میں کھڑا کر دیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تلوار سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی بچ نہیں سکتے۔ تقیہ والے حسین حسین کہتے بھی رہیں تو ان سے لوگ پوچھیں گے کہ جو کام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا کہ تقیہ کر کے باطل خلفاء کی باطل خلافتوں کو (معاذ اللہ) تسلیم کر لیا اور جو کام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تقیہ سے کیا کہ ایک باغی ظالم باطل راہ پر چلنے والے شخص کو (معاذ اللہ) خلیفہ برحق بنا کر اپنے آپ کو بچا لیا وہ کام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں نہ کیا کہ آپ بھی اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو بچا لیتے۔

تقیہ در حقیقت منافقت کا دوسرا نام ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے پاک وصاف تھے وہ تو سچے اور کھرے مسلمان تھے بہادر تھے ڈرپوک نہ تھے۔

تقیہ والے بدیاروں سے علماء کرام وطلباء کرام بچ کر رہیں وہ تمہارے دین وایمان کے لٹیرے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دین برباد کر بیٹھو پھر کف دست (ہتھیلیاں) ملنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

علماء حق صحابہ کرام کی بغاوت کی وضاحت کرتے ہیں:

"عن ابی بکرۃ قال رسول اللہ ﷺ اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل و المقتول فی النار"
(مسلم ج٢ص٣٩٧)

"حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان ایک دوسرے سے تلواروں کا سامنا کرتے ہیں تو اس حال میں قتل کرنے والا اور قتل کیا جانے والا دونوں جہنمی ہیں۔"

اسی حدیث سے پہلے ایک اور حدیث میں اس کی مزید وضاحت دیکھئے، پھر صحابہ کرام کی بغاوت کو سمجھئے۔

"عن الاحنف بن قیس قال خرجت وانا ارید هذالرجل فلقینی ابو بکرة فقال این ترید یا احنف قال قلت ارید نصر ابن عم رسول الله ﷺ یعنی علیا قال فقال یا احنف ارجع فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول اذا توجه المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول فی النار قال فقلت أوقیل یا رسول الله هذالقاتل فما بال المقتول قال أنه قد اراد قتل صاحبه"۔

(مسلم ج۲ص ۳۹۷ کتاب الفتن)

''احنف بن قیس کہتے ہیں میں نکلا اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کا) ارادہ رکھتا تھا تو مجھے ابوبکرہ (رضی اللہ عنہ) ملے تو انہوں نے پوچھا اے احنف کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو میں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے (یعنی حضرت علی کی امداد کا ارادہ رکھتا ہوں تو انہوں نے مجھے کہا اے احنف لوٹ جاؤ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب دو مسلمان تلواروں سے ایک دوسرے کا سامنا کریں تو قتل کرنے والا اور قتل کیا جانے والا دونوں جہنمی ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ قتل کرنے والا تو قتل کرنے والا ہے، لیکن قتل کئے جانے والے کا کیا حال ہے؟ (یعنی وہ کیوں جہنمی ہے) تو آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔''

تنبیہ:

شروع میں اختلاف صحابہ کی بحث میں بیان کیا جا چکا ہے کہ صحابہ کرام کے ''حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف میں تین فریق تھے ایک فریق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق سمجھ رہا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دے رہا تھا اس فریق پر واجب ہو چکا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیں اور باغی سے قتال کریں۔

دوسرا فریق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حق سمجھ رہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باغی

قرار دے رہا تھا، اس فریق پر واجب ہو چکا تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے اور باغی سے قتال کرے۔

تیسرا فریق دونوں کو غلط سمجھ رہا تھا اس فریق پر لازم ہو چکا تھا کہ وہ کسی ایک کا بھی ساتھ نہ دے' حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ تیسرے فریق سے تھے۔

علماء ربانیین نے تحقیق وتدقیق' چھانٹ بینٹ کے بعد یہ فیصلہ کیا:

"واما کون القاتل والمقتول من اهل النار فمحمول علی من لاتاویل له ویکون قتالهما عصبیة ونحوها"

''قاتل اور مقتول کا جہنمی ہونا اس وقت ہوگا جب ان کی لڑائی کی کوئی تاویل نہ ہو ان کی لڑائی خاندانی اختلاف کی وجہ سے یا دنیاوی اغراض ومقاصد اس میں پائے جائیں صرف مال بٹورنے کیلئے لڑائی ہو۔''

"ثم کونه فی النار معناه مستحق لها وقد یجازی بذلك وقد یعفو الله تعالیٰ عنه هذا هو مذهب اهل الحق"

''پھر آگ میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ کا مستحق ہوگا اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف کر دے تو اس کی مرضی ہوگی اہل حق کا یہی مذہب ہے۔''

"واعلم ان الدماء التی جرت بین الصحابة رضی الله عنهم بداخلة فی هذا الوعید ومذهب اهل السنة والحق احسان الظن بهم والامساك عما شجر بینهم وتاویل قتالهم وانهم مجتهدون متأولون لم یقصدوا معصیة ولا محض الدنیا بل اعتقد کل فریق أنه المحق ومخالفه باغ فوجب علیه قتاله یرجع الی

''یقین کر لو صحابہ کرام کے درمیان خونریزی (جنگیں) اس وعید (قاتل و مقتول جہنمی ہیں) میں نہیں آتیں مذہب اہل سنت کا یہی ہے کہ حق یہی ہے کہ صحابہ کرام کے متعلق اچھا گمان کرنا چاہیے اور ان کے اختلافات کے متعلق زبان نہ کھولی جائے اور ان کے قتال کی تاویل بیان کی جائے وہ تاویل یہ ہے کہ صحابہ کرام اجتہاد

امر الله وكان بعضهم مصيبا مخطئا معذورا في الخطاء لأنه باجتهاد والمجتهد اذا اخطأ لا اثم عليه وكان على رضى الله عنه هو الحق المصيب في تلك الحروب هذا مذهب اهل السنة وكانت القضايا مشتبهة حتى ان جماعة من الصحابة تحيروا فاعتزلوا الطائفتين ولم يقاتلوا ولو تيقنوا الصواب لم يتأخروا عن مساعدته"

(نووی شرح مسلم ج۲ص۳۹۸ کتاب الفتن)

سے کام لے رہے تھے اور تاویل سے کام لے رہے تھے کسی فریق کا معصیت (گناہ) کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ ہی فقط دنیا کیلئے وہ قتال (جنگ) تھی بلکہ ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ میں حق پر ہوں اور میرا مخالف باغی ہے تو اس پر قتال لازم ہو جاتا تھا تا کہ اس کے نزدیک جو باغی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ایک فریق ان میں سے اپنے اجتہاد میں درست راہ پر تھا، اور دوسرا فریق اجتہادی خطاء میں تھا وہ اپنی اجتہادی خطاء میں معذور تھا کیونکہ مجتہد سے جو اجتہاد میں خطاء واقع ہو اس میں گناہ نہیں ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لڑائیوں میں حق اور صواب راہ پر تھے یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے لیکن لڑائیوں میں دلائل و اجتہادات مشتبہ تھے اس وجہ سے صحابہ کرام کی ایک جماعت ان جنگوں میں حیران تھی وہ دونوں گرہوں سے جدا تھے وہ قتال کر رہے تھے اگر انہیں کسی ایک فریق کے حق ہونے کا یقین ہوتا تو وہ اس کی ضرور امداد کرتے۔

اب حدیث عمار کی شرح میں استعمال الفاظ کو دیکھیں:

"قال العلماء هذا الحديث حجة ظاهرة في ان عليا رضى الله عنه كان محقا مصيبا والطائفة الأخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كما قدمناه في مواضع منها هذا الباب۔"

(نووی شرح مسلم ج۲ص۴۰۴ کتاب الفتن)

"علماء نے بیان فرمایا ہے یہ حدیث (حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے والی) واضح دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب راہ پر تھے دوسرا گروہ باغی تھا لیکن دوسرے گروہ کی بغاوت بمعنی اجتہادی خطاء

کی تھی دوسرے گروہ پر کوئی گناہ نہیں تھا یہ وجہ ہم نے کئی جگہ پر بیان کی ہے ابھی اس باب میں بھی بیان کر چکے ہیں۔(جو راقم نے قریب ہی بیان کر دیا ہے)

دونوں فرقوں کی حقانیت تقریباً مندرجہ ذیل حدیث سے سمجھ آ رہی ہے:

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان تكون بينهما مقتلة عظيمة ودعواهما واحدة۔

(مسلم ج۲ص۳۹۸ کتاب الفتن)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک دو بڑی جماعتوں کے درمیان شدید لڑائی ہو گی حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔"

یعنی ایک فریق بھی کہے گا میں حق پر ہوں میرا مطالبہ شرعی ہے دوسرا بھی کہے گا میں حق پر ہوں میرا موقف شرعی ہے۔

غلطی کی بنیادی وجہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین خارجی بھی تھے جو بے دین اور کافر تھے اور آپ کے مخالفین صحابہ کرام بھی تھے جو اجتہادی خطاء پر تھے دونوں فریقوں کو باغی کہا گیا اور فقہاء کرام دونوں کا ذکر بعض اوقات ایک ہی حدیث میں کر دیتے ہیں ضال اور مضل مبلغین لوگوں کو وہم میں ڈال دیتے ہیں ابوداؤد کی ایک طویل حدیث کے مختصر الفاظ سے فرق دیکھئے۔حدیث پاک مروی ہے زید بن وہب جہنی سے جس میں مذکور ہے:

"افتذهبون الى معاوية واهل الشام وتتركون هؤلاء يخلفونكم الى ذراريكم وأموالكم والله انى لأرجو ان يكونوا

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تم معاویہ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو اور یا تم ان (خارجیوں کو) اپنے پیچھے اپنی اولاد اور اپنے

هؤلاء القوم فانهم قد سفكوا الدم الحرام واغاروا فى سرح الناس فسيروا على اسم الله۔"

(ابوداؤد کتاب السنۃ باب قتل الخوارج ص ۳۱۳)

مالوں میں چھوڑ رہے ہو قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ بیشک میں اس قوم کے بارے میں یہی امید کرتا ہوں کہ یہ حرام خون بہائیں گے اور لوگوں کی چراگاہوں (کھیتی اور درختوں) کو لوٹیں گے، اللہ کا نام کر لے ان کی طرف چلو۔"

اس حدیث سے بہت واضح ہے کہ خارجی باغی اور تھے اجتہادی خطا والے اور تھے۔

علماء سوء کو چھوڑیں علماء حق کی طرف آئیں:

"لايجوز ان ينسب الى احد من الصحابة خطاء مقطوع اذ كانوا كلهم اجتهدوا فيما فعلوه وارادوا الله عزوجل وهم كلهم لنا ائمة وقد تعبدنا بالكف عما شجر بينهم وان لانذكرهم الا بأحسن الذكر لحرمة الصحبة ولنهى النبى ﷺ عن سبهم وان الله غفرلهم وأخبر بالرضاء عنهم"

(الجامع لاحکام القرآن، امام قرطبی رحمہ اللہ زیر آیۃ وان طائفتان من المؤمنین الایۃ سورۃ الحجرات)

"یہ جائز نہیں کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی طرف قطعی خطاء کی نسبت کی جائے اس لئے کہ سب صحابہ کرام اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق کام کر رہے تھے ہر ایک کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنا تھا وہ تمام ہمارے امام (پیشوا اور راہنما) ہیں اور تحقیق ہمیں عجز اختیار کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اختلاف کے باطل ذکر سے زبانوں کو روک کر رکھنا چاہیے۔ ہمیں ان کی صحابیت کی حرمت (عزت) کا لحاظ کرتے ہوئے سوائے ان کے اچھے ذکر کے نہیں کرنا چاہیے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو گالی دینے سے منع فرمایا اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی اور ان سے راضی ہونے کی خبر دی۔"

ذرا غور تو کریں نبی کریم ﷺ تو صحابہ کرام کو گالی دینے سے منع کریں نام نہاد امت مصطفی ﷺ ان کے خلاف زبانیں کھولیں اور اللہ تعالیٰ جن کی مغفرت کا اعلان فرمائے نام نہاد مسلمان کہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی اور رب تعالیٰ تو ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمائے لیکن رب کا نام لینے کے دعویداران سے ناراض رہ کر اپنی عاقبت برباد کر دیں تو اس پر تعجب نہیں۔

عقیدہ اہل سنت:

"واعتقاد اهل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه وتعالىٰ ورسول الله ﷺ وماجرى بين معاوية وعلى رضى الله عنهما كان مبنيا على الاجتهاد لا منازعة عن معاوية فى الامامة"

(احیاء العلوم الربع الاول، جلد اول ص ۱۷۴ کتاب قواعد الاعتقاد، الرکن الرابع قد طبع فی مطبع مجتبائی)

"اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام گناہوں کی آلودگی سے پاک وصاف تھے، ان کی تعریف کرنا ہم پر اسی طرح لازم ہے جیسے ان کی تعریف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمائی، اور جو اختلاف جاری ہوا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان وہ اجتہاد پر مبنی تھا حضرت امیر معایہ رضی اللہ عنہ کا جھگڑا امامت کا نہیں تھا۔"

نتیجہ واضح ہوا:

صحابہ کرام کا اختلاف حکومت حاصل کرنے کیلئے نہیں تھا بلکہ ہر فریق کا اجتہاد تھا اجتہادی اختلاف میں گناہ نہیں، بلکہ ہر فریق کو ثواب ملتا ہے مصیب (درست اجتہاد والے) کو دو ثواب ملتے ہیں اور مخطی (اجتہاد خطاء والے) کو ایک ثواب اجتہاد کا ملتا ہے۔

صحابہ کرام کی تعریف کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اس لئے کہ ان کی تعریف تو اللہ تعالیٰ نے کی اور اس کے رسول ﷺ نے ان کی تعریف کی جن کی تعریف اللہ اور اس کے رسول کریں ان سے بغض رکھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض کس بات پر ہے؟

اگر کوئی شخص ہر صحابی کی علیحدہ علیحدہ تعریف نہ کرے تو اس پر تو کوئی اعتراض نہیں۔ تمام صحابہ کرام کے اسماء گرامی ان کے حالات زندگی پر تو کوئی واقف نہیں ہاں بعض صحابہ کرام کا تذکرہ کتب میں ملتا ہے جن کا تذکرہ ملتا ہے ان کی بھی علیحدہ علیحدہ تعریف کرنا لازم نہیں بلکہ مجموعی طور پر صحابہ کام کی شان بیان کرنا ضروری ہے کوئی ایسا کلمہ زبان سے عمداً نکالنا جو صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا سبب بنے وہ دین ودنیا کی بربادی کا ذریعہ ہے۔

اعتراض اس بات پر ہے کہ بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یوں پیش کرے کہ "ہاں! میں معاویہ کی شان نہیں بیان کرتا کہ فلاں پیر بھی شان نہیں بیان کرتا" کیا صحابہ کرام کی شان مولویوں اور پیروں کی تعریف کی محتاج ہے کوئی مولوی بھی شان نہ بیان کرے اور کوئی پیر بھی شان نہ بیان کرے تو کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ان کی شان تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں جن کی شان اللہ اور اس کے رسول بیان کریں ان کی شان تو نہ بیان کرے اور تیرے پیر نہ بیان کریں تو کیا فرق پڑے گا۔ آیئے! قرآن پاک کی ایک آیۃ کریمہ کو دیکھئے تو راقم کا موقف واضح ہوجائے گا۔

وَقَالَ مُوسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ ○
(سورۃ ابراہیم ۱۴:۸)

"اور موسیٰ نے کہا تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ بے پرواہ، سب خوبیوں والا ہے۔" (کنزالایمان)

مطلب بہت واضح ہوا کہ اگر تمام لوگ کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ بے پرواہ ہے اسے کسی کی تعریف کی ضرورت نہیں، وہ تو تعریف کیا ہوا ہے وہ تو خود اپنی شان بیان کرتا ہے کسی اور تعریف کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

ہاں! البتہ رب تعالیٰ کی تعریف کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور اس کا ایمان پختہ ہوتا ہے۔ صحابہ کی شان جب رب تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ بیان فرمائے ہیں تو کسی کی تعریف

کی محتاج نہیں، ہاں البتہ تعریف وہی کرے گا جس کا ایمان پختہ ہوگا اور تعریف سے انکار کرنے والا دل میں بغض صحابہ ضرور رکھتا ہے۔

"واتفق اهل السنة علی وجوب منع الطعن علی احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف المحق منهم لأنهم لم يقاتلوا فی تلك الحروب الا عن اجتهاد وقد عفا الله تعالیٰ عن المخطئ فی الاجتهاد بل ثبت أنه يؤجر أجر واحدا وان للمصيب يؤجر أجرين"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری ج ۱۳ ص ۳۴ کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان بسيفيهما)

"اہل سنت کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک پر طعن نہ کریں اس وجہ سے کہ ان کے درمیان لڑائیاں ہوئیں اگرچہ یہ معلوم بھی ہو چکا ہے کہ حق پر کون تھا لیکن ان کے درمیان سوائے اجتہاد کے جنگوں میں قتال کی کوئی اور وجہ نہ تھی رب تعالیٰ نے اجتہاد میں خطاء کرنے والے کو معاف فرما دیا بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ اجتہاد میں خطاء کرنے والے کو ایک ثواب حاصل ہوتا ہے اور درست اجتہاد والے کو دو ثواب حاصل ہوتے ہیں۔"

حضرات اہل سنت! اپنے بزرگوں کے عقائد سے انحراف نہ کیجئے:

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بخاری میں بیان فرمایا ہے مجتہد سے صواب وخطاء دونوں صادر ہوتے ہیں خطاء دو قسم ہے خطائے عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطائے اجتہادی یہ مجتہد سے ہو جاتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔"

(بہار شریعت اول ص ۵۸، ۵۹)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بعد ازاں سخن در ذکر جنگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وامیر معاویہ رضی اللہ عنہ افتاد، خواجہ شمس العارفین رحمہ اللہ فرمود آنچہ میان حضرت علی وامیر معاویہ رضی اللہ عنہما نزع وخصومت واقع شدہ است از روئے اجتہاد بود نہ از جہت عناد، پس اے درویش! اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ برخطاء بود لیکن فعل مجتہد اگر برخطاء افتد ہم یک ثواب حاصل شود پس درویش را باید کہ درحق ایشاں نہ گوید''۔

(مراۃ العاشقین ۱۰۹ از زیر بحث مراۃ بیت وسوم ذکر جہاد اصغر واکبر)

''حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کا ذکر ہوا تو حضرت خواجہ شمس العارفین رحمہ اللہ نے فرمایا: جو جنگ اور جھگڑا حضرت علی و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوا وہ اجتہاد کی وجہ سے تھا عناد کی وجہ سے نہیں تھا پس اے درویش! اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر تھے لیکن مجتہد سے اگر اجتہاد میں خطاء واقع ہو جائے تو بھی ایک ثواب حاصل ہو جاتا ہے پس درویش کو چاہئے کہ ان کے حق میں کچھ نہ کہے (یعنی ان کے اختلاف میں زبان نہ کھولے)۔''

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واختلافاتے کہ درمیان اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوۃ والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود چہ نفوس شریف ایشاں تزکیہ یافتہ بودند واز امارگی باطمینان رسیدہ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود بلکہ آں اختلاف مبنی براجتہاد بود واعلائے حق۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۸۰)

''وہ اختلافات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے وہ خواہشات نفسانی کی وجہ سے نہ تھے کیونکہ ان کے نفوس شریفہ نے پاکیزگی کو حاصل کیا ہوا تھا وہ نفس امارہ سے بچ کر نفس مطمئنہ کو حاصل کر چکے تھے وہ شریعت کے تابع تھے بلکہ ان کا اختلاف اجتہاد پر اور اعلائے حق (حق کی بلندی) پر مبنی تھا۔''

اعلیٰ حضرت مولٰینا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض لخفاجی رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء لامام قاضی عیاض

سے ایک شعر نقل فرمایا:

ومن یکون یطعن فی معاویہ　　فذاک من کلاب الہاویہ

جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے، وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(احکام شریعت حصہ اول ۱۰۲)

چند صفحات آگے چل کر آپ یوں قمطراز ہیں:

''جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولی علی کو شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) سے افضل بتاتے ہیں (رضی اللہ عنہم) یا تفسیقیہ (فرقہ) کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن العاص ابواشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا (لوٹانا) واجب۔

(احکام شریعت حصہ اول ص ۱۲۸)

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرمایا بعض اہل تشیع افراط وتفریط میں پڑ کر صحابہ کرام کے متعلق براظن رکھتے ہیں ان کی یہی بات نہایت ناشائستہ ہے اور محبت اہلِ بیت تو تخم ایمان ہے۔ (ملفوظات مہریہ ص ۹۴ ملفوظ ص ۱۲۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (۱۶۳) احادیث کے راوی ہیں:

جن میں چار وہ ہیں جنہیں مسلم و بخاری دونوں نے روایت فرمایا اور چار صرف بخاری نے اور پانچ صرف مسلم نے باقی احمد، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، طبرانی، ترمذی، مالک وغیرہم محدثین نے روایت فرمائیں۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۵۳ مصنفہ مفتی احمد یار خان)

خیال کرنا چاہئے کہ امام بخاری و مسلم وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو ذرا سے شبہ فسق کی بناء پر روایت نہیں لیتے۔ ان بزرگوں کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت قبول فرما لینا بااعلان بتا رہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی نگاہ میں متقی عادل، ثقہ، قابل روایت ہیں۔

(حضرت امیر معایہ پر ایک نظر ص ۵۳ مصنفہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ)

تمام صحابہ کرام عادل وثقہ ہیں:

"واما جهالة الراوی فأنه ایضا سبب الطعن فی الحدیث لأنه لم یعرف أو أخبرنی شیخ ویسمی هذا مبهما وحدیث المبهم غیر مقبول الا أن یکون صحابیا لأنهم عدول."

(مقدمہ مشکوۃ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، ص ۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

''راوی کا مجہول ہونا حدیث میں طعن کا سبب ہے، اسلئے کہ اس کا حال نہیں پہنچانا گیا کہ بیشک وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے جیسے کوئی راوی کہے ''حدثنی رجل'' (مجھے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا کہے ''اخبرنی شیخ'' مجھے شیخ نے خبر دی، اس حدیث کو مبہم کہا جاتا ہے اور مبہم مقبول نہیں مگر یہ کہ صحابی ہو تو وہ حدیث مقبول ہوگی کیونکہ صحابہ تمام ہی مقبول ہیں۔''

یہ بات خیال رہے کہ یا روایت اس طرح آئے گی ''حدثنی رجل من الصحابة'' مجھے حدیث بیان کی صحابہ میں سے ایک شخص نے اور یا صحابی روایت کرے ''حدثنی رجل'' مجھے ایک شخص نے حدیث بیان کی تو وہ شخص یقیناً صحابی ہی ہونے ہیں، تمام صحابہ چونکہ عادل ہیں، اسلئے راوی جب صحابی مبہم ہو تو وہ روایت قبول ہوگی۔ (راقم)

"والصحابة یشارکون سائر الرواة فی جمیع ذلك الا فی الجرح والتعدیل فأنهم کلهم عدول لا یتطرق الیهم الجرح لأن الله عزوجل ورسوله زکاهم وعدلاهم وذلك مشهور لانحتاج لذکره".

''صحابہ کرام باقی راویوں سے تمام صفات میں شریک ہیں، سوائے جرح وتعدیل کے بیشک تمام کے تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔ ان پر جرح کرنا درست نہیں ہو گا (یعنی کسی صحابی کو غیر عادل، غیر ثقہ وغیرہ نہیں کہا جا سکتا) اس لئے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کا تزکیہ فرمایا اور ان کو عادل بنایا، صحابہ کرام کا

(اسد الغابة ج ۱ ص ۱۴)

پاکیزہ ہونا اور عادل ہونا اتنا زیادہ مشہور ہے کہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔''

"فلا یحتاج احد منهم مع تعدیل الله تعالی لهم المطلع علی بواطنهم الی تعدیل احد من الخلق"

(الکفایہ، باب ماجاء فی تعدیل اللہ ورسولہ الصحابہ، ص ۴۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

''اللہ تعالیٰ نے جب صحابہ کرام کی تعدیل کر دی یعنی ان کو عادل بنا دیا، ان کے عادل ہونے کو بیان فرما دیا اور کسی اور کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعدیل کی ضرورت نہیں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے باطنی امور پر مطلع ہے۔ اس تعدیل کے ہوتے ہوئے مخلوق میں سے کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن اکابر صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے احادیث نقل کیں۔

(حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ، ص ۵۲)

اعتراض:

نبی کریم ﷺ نے تو معاویہ کے خلاف دعاء کی، جس کے خلاف نبی کریم ﷺ نے دعاء کی ہو وہ شخص قابل تعریف کیسے؟ آیئے! حدیث پاک کو دیکھئے:

"عن ابن عباس قال: کنت العب مع الصبیان فجاء رسول الله ﷺ فتواریت خلف باب قال: فجاء فحطأنی حطأة وقال اذهب ادع لی معاویة قال: فجئت هو یأکل، قال: ثم قال لی اذهب فادع لی معاویة قال: فجئت فقلت هو یأکل قال:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، تو آپ نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا (پیار سے تھپکی دی) پھر فرمایا: جاؤ! میرے پاس

"ثم قال لی: اذھب فادع لی معاویة' قال فجئت فقلت ھو یأکل فقال: لا اشبع الله بطنه قال ابن المثنی: فقلت لأمیة ما حطأنی قال قفدنی قفدة۔"

(صحیح مسلم' امام مسلم قشیری رحمہ اللہ' ج۲' ص۳۲۳' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معاویہ کو بلاؤ۔ یہ کہتے ہیں: میں آیا' میں نے کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں پھر فرمایا: جاؤ! میرے پاس معاویہ کو بلاؤ۔ یہ کہتے ہیں: میں آیا' میں نے کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں' آپ نے پھر مجھے فرمایا: جاؤ! معاویہ کو میرے پاس لاؤ' تو میں آیا' میں نے کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ ان کے پیٹ کو سیر نہ کرے۔ ابن مثنی کہتے ہیں: میں نے امیہ سے پوچھا "حطأنی" کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس کا معنی ہے "قفدنی قفدة"

اس لفظ کی وضاحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی:

"وھو الضرب بالید مبسوطة بین الکتفین وانما فعل ھذا بابن عباس ملاطفة وتانیسا"

"کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہاتھ کشادہ کر کے دو کندھوں کے درمیان مارنا۔ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر مہربانی کرتے ہو پیار سے محبت سے ہاتھ مارا۔"

پہلا جواب:

"احدھما انه جری علی اللسان بلا قصد"

"یہ نبی کریم ﷺ کی زبان پر بلا ارادہ الفاظ جاری ہوئے' یہ حقیقت میں آپ کے خلاف دعاء نہیں تھی۔"

دوسرا جواب:

"والثانی انه عقوبة له التأخر وقد فھم

"دوسرا جواب یہ ہے کہ بظاہر حضرت امیر

رحمه الله من ھذا الحدیث ان معاویة لم یکن مستحقا للدعاء علیه فلھذا ادخله فی ھذا الباب وجعله غیرہ من مناقب معاویة لأنه فی الحقیقة یصیر دعاء له"۔

(نووی شرح مسلم' امام نووی رحمہ اللہ' ج۲' ص۳۲۳' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاخیر کی وجہ سے حضور کی طرف زجر والی دعاء نظر آتی ہے۔ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہی معنی سمجھا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس مخالف دعاء کے حقدار نہ تھے' اسی وجہ سے اس باب میں اس دعاء کو داخل کیا بلکہ حقیقت میں یہ ان کے حق میں دعاء تھی۔"

اسی وجہ سے مسلم کے بغیر باقی بعض محدثین نے اس حدیث کو مناقب کے باب میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: مسلم کے جس باب میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے' اس کا نام ہے:

"باب من لعنه النبی ﷺ أوسبه أو دعا علیه ولیس أھلا لذلك كان له زكوة واجرا ورحمة"

"یہ باب اس بیان میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اگر کسی پر لعنت کریں یا اس سے سخت کلامی فرمائیں یا اس کے خلاف دعاء فرمائیں اور وہ اس کا حقدار نہ ہو تو یہ اس کی پاکیزگی کا سبب بنیں گے اور اس کیلئے اجر و رحمت ہوں گے۔"

نبی کریم ﷺ کی ایک اور صریح حدیث مذکور اس مسئلہ کو روز روشن کی طرح واضح کر رہی ہے:

"عن عائشة قالت دخل علی رسول الله ﷺ رجلان فكلماه بشئ لاادری ماھو فاغضباہ فلعنھما وسبھما فلما خرجا قلت یارسول الله لمن اصاب من الخیر شیئا ما اصابه ھذان قال وما ذاك قال قلت لعنتھما

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس دو شخص آئے' ان دونوں نے آپ سے کسی چیز کے بارے میں بات کی' مجھے معلوم نہیں وہ بات کیا تھی؟ جس کی وجہ سے ان دونوں نے آپ کو غصہ دلا دیا'

وسببتهما قال أوما علمت ما شارطت عليه ربی قلت اللهم انما انا بشر فأی المسلمین لعنته او سببته فاجعله له زكوة واجرا"۔

(صحیح مسلم، امام مسلم قشیری رحمہ اللہ، ج ۲، ص ۳۳۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تو آپ نے ان دونوں پر لعنت فرمائی اور سخت کلام فرمائی۔ جب وہ دونوں گھر سے نکل گئے تو میں نے کہا اور تو آپ سے خیر (بھلائی) حاصل کرتے ہیں، ان دونوں کو خیر حاصل نہیں ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ فرماتی ہے کہ میں نے عرض کیا: کہ آپ نے دونوں پر لعنت فرمائی اور ان دونوں سے سخت کلامی فرمائی۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے ایک شرط منظور کرا رکھی ہے؟ اس لئے کہ میں نے (رب کے حضور) عرض کیا: "اے اللہ! میں بشر ہوں، مسلمانوں میں۔سے میں کسی پر لعنت کروں یا کسی سے سخت کلامی کروں تو (اس میری لعنت اور سخت کلامی کو) اس کیلئے پاکیزگی بنادے، اور اس کیلئے اجر بنادے۔"

تنبیہ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں کوئی ایسے الفاظ نہیں جن سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا ہو تو انہوں نے یہ کہا ہو کہ میں کھانا کھا کر آتا ہوں۔ دوبارہ پھر پیغام دیا ہو تو انہوں نے کہا ہو کہ میں کھانا کھا کر آتا ہوں۔

راقم کو تو یہی بات سمجھ آتی ہے کہ جس طرح بچے بزرگوں کو دیکھ کر بغیر بات کہے لوٹ آتے ہیں، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر لوٹ آتے

تھے، البتہ ان کے کھانا کھانے میں دیر ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیہ الفاظ ذکر فرمائے جو حدیث پاک میں مذکور ہیں۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل ہونے والے فوائد:

(۱) بچے کھیل رہے ہوں لیکن وہ کھیل حرام نہ ہو تو بچوں کو کھیلنے کی اجازت دینا جائز ہے۔

(۲) بچہ جب سمجھدار ہو، اس پر اعتماد کیا جا سکے تو اسے کسی کو بلانے کے لیے بھیجنا جائز ہے، اسی طرح اسے ہدیہ دے کر بھیجنا جائز ہے۔ کسی کام کے لیے بھیجنا جائز ہے۔ مسلمانوں سے عرف اور ان کے عمل کی وجہ سے بچے کو کام کے لیے بھیجنا جائز ہو گیا تا کہ مسلمانوں کے کام معطل نہ ہو جائیں۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۳)

تنبیہ: صحابہ کرام کے ایمان لانے سے پہلے کے واقعات کو آڑ بنا کر صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنا سوائے حماقت و جہالت کے کچھ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے اسلام اور رسول اللہ کے شدید مخالف تھے لیکن اسلام لانے کے بعد آپ فاروق بن گئے، یعنی یہ لقب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء فرمایا اور ارشاد فرمایا "انت فارق بین الحق والباطل" تم حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہو۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ ہندہ رضی اللہ عنہا اسلام کے شدید مخالف تھے، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں پیش پیش رہتے تھے لیکن جب سے اسلام قبول کیا، مخلص مؤمن بن گئے، اسلام کے معاون بن گئے، کافروں سے جہاد کرنے کی درخواست خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

ان کی زوجہ ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم کی بے حرمتی کی، لیکن اسلام لانے کے بعد مؤمنہ مخلصہ بن گئیں۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے غزوہ احد میں قاتل ہیں، لیکن جب سے آپ نے اسلام قبول کیا، اسلام کے شیدائی ہو گئے، پھر مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والے بھی یہی تھے۔ مسیلمہ کذاب

کو قتل کرنے کے بعد فرماتے تھے: میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام لانے سے پہلے بت پرست تھے۔ ان میں سے کوئی شرابی، کوئی ڈاکو، کوئی بدکار، کوئی چور، کوئی قاتل، کوئی فسادی تھے، لیکن اسلام لانے کے بعد ہر عمل اچھا ہو گیا۔ اگر کوئی خطاء سرزد ہوئی تو توبہ کر لی، اپنے آپ کو حد کے لیے پیش کر دیا، سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ مقام نبوت کے بعد اگر کوئی عظیم مرتبہ ہے تو وہ مقام صحابیت ہے، وہ مقام حاصل کر کے نبی کریم ﷺ کی باقی امت پر برتری حاصل کر لی۔ صحابہ کرام میں بھی مختلف مدارج ہیں۔

خود جو راہ پر نہ تھے اوروں کے ہادی بن گئے
واہ اک نظر نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے جلیل القدر حضرات:

حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، جریر ابن عبداللہ بجلی، معاویہ بن خدیج، سائب ابن یزید، نعمان ابن بشیر، ابوسعید خدری اور ابوالامامہ ابن سہل رضی اللہ عنہم جیسے بزرگ وفقیہ ومجتہدین صحابہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت جبیر، ابوادریس خولانی، سعید ابن میسب، خالد بن معدان، ابو صالح سمان ہمام ابن عتبہ، عبداللہ ابن حارث اور قیس ابن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر تابعین علماء وفقہاء نے روایات حدیث لیں اور قبول کیں۔

اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں فسق وظلم وغیرہ کا شائبہ بھی ہوتا تو یہ حضرات ان سے روایت حدیث نہ کرتے۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، مصنفہ مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ)

چند احادیث ملاحظہ ہوں:

"عن معاوية قال كان رسول الله ﷺ يمص لسان الحسن أوشفته وانه لن يعذب

الله لسانا أوشفة مصهما رسول الله ﷺ".
(اخرجہ احمد، مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۸۰ مناقب اہل بیت)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی زبان اور ہونٹ چوستے تھے، اللہ تعالیٰ ہر گز اس زبان اور ہونٹوں کو عذاب نہیں دے گا جن کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا۔"
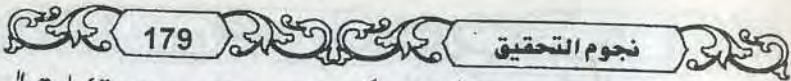
"عن يزيد بن اصم عن معاوية بن ابى سفيان قال قال رسول الله ﷺ من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين ولاتزال عصابة من المسلمين يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناوأهم الى يوم القيامة".
(صحیح مسلم، امام مسلم قشیری رحمہ اللہ، ج ۲، ص ۱۵۱، باب لاتزال طائفة من امتی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

"یزید بن اصم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس پر خیر (بھلائی) کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت (سمجھ) عطاء فرما دیتا ہے، ہمیشہ ایک جماعت مسلمانوں کی حق پر جہاد کرتی رہے گی اور وہ قیامت تک اپنے دشمنوں پر غالب آتے رہیں گے۔"

"عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر ان عمير بن هانئ حدثه قال سمعت معاوية على المنبر يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتزال طائفة من أمتى قائمة بأمر الله لايضرهم من خذلهم أوخالفهم حتى يأتى امر الله وهم ظاهرون على الناس".
(صحیح مسلم، امام مسلم قشیری رحمہ اللہ، ج ۲، ص ۱۵۱، باب لاتزال طائفة من امتی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

"عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر فرماتے ہیں: بیشک عمیر بن ہانی نے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہم) سے حدیث منبر پر فرماتے ہوئے سنی، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، انہیں ضرر نہیں پہنچائے گا کسی کا ان کو رسواء کرنا یا مخالفت کرنا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے (یعنی قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا) وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔"

"عن جریر انه سمع معاویة یخطب فقال مات رسول الله ﷺ وهو ابن ثلاث وستین، وابو بکر وعمر وانا ابن ثلاث وستین"۔

(صحیح مسلم، امام مسلم قشیری رحمہ اللہ، ج ۲، ص ۲۶۸، باب قدر عمرہ ﷺ الخ)

''جریر کہتے ہیں بیشک میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا وصال بھی اسی عمر میں ہوا، اور مجھے امید ہے میرا وصال بھی اسی عمر میں ہوگا۔''

احادیث مذکورہ سے فوائد حاصل ہوئے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے محبت تھی، ذاتی عناد نہیں تھا۔ حق پر جہاد کرنے کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے پتہ چلا آپ کی لڑائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے اجتہاد کے مطابق حق پر تھی۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت تھی اسی لئے آپ نے ان کی عمروں کے مطابق اپنی عمر کی تمنا کی اگرچہ آپ کو وہ عمر حاصل نہ ہوسکی بلکہ آپ کی عمر زیادہ ہوئی۔ (راقم)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا:

"وعن عبد الله بن بریدة ان الحسن دخل علی معاویة فقال لأجیزنك بجائزة لم أجزبها أحدا قبلك ولا أجیز بها أحدا بعدك فأجاز بأربعمائة ألف (ألف) فقبلها"

(مرقاۃ المفاتیح، علامہ علی قاری رحمہ اللہ مناقب اہل بیت، ج ۱۱، ص ۳۸۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

''عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں: بیشک امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: میں آپ کو ضرور بر ضرور وہ انعام دوں گا، جو انعام میں نے آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو دوں گا۔ تو آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ درہم

عطاء کئے، جو آپ نے قبول فرمالئے۔''

تنبیہ: اکثر اردو کتب کو دیکھا، ان میں چار لاکھ کا ذکر ملا، تو راقم نے ''بأربعمائة ألف'' کے بعد ألف کو بریکٹ میں کر دیا کہ ہوسکتا ہے کہ سہو کتابت ہو، لیکن مرقاۃ میں بغیر بریکٹ کے یوں مذکور ہے۔ ''فأجاز بأربع مائة ألف ألف'' اگر یہ عبارت درست ہو تو معنی یہ ہوگا کہ چار کروڑ دراہم دیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (راقم)

ذرا غور کریں:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھاری رقم بطور ہدیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے قبول کی جو اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ اگر ظالم وفاسق سمجھتے تو آپ جیسا متقی، درویش سیرت اس ہدیہ کو قبول نہ کرتا۔ نواسۂ رسول اللہ ﷺ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کرنا ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کو ظاہر کر رہا ہے۔ (راقم)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہدیہ قبول کیا:

ایک دفعہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں ہی آپ کے پاس آئے تو آپ نے فوراً انہیں دو لاکھ عطیہ دیا، اور اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ آپ نے ہم سے افضل کسی شخص کو عطیہ نہیں دیا۔

(ماخوذ از ابن کثیر ج ۸، ص ۹۸۶ بالفاظ دیگر)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہزار دینار بھیج کر غریبوں میں تقسیم کرنے کیلئے کہا:

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واندر حکایت یافتم که روزی مردی بنزدیك وی آمد گفت یا پسر رسول خدا من مرد درویشم واطفال دارم مرا از تو

''واقعات میں یہ واقعہ میں نے پایا ہے کہ ایک دن ایک شخص (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا، عرض کیا: اے نواسۂ

قوت امشب مے باید حسین رضی الله عنه وے را گفت بنشین که مرا رزقے درراه است تابیارند بسے برنیامد که پنج صره از دینار بیاوردند از نزد معاویه رضی الله عنه اندر هرصره هزار دینار بود و گفتند که معاویه (رضی الله عنه) از تو عذر می خواهد ومی گوید که ایں مقدار اندر وجه کهتران خرچ کن تابراثر تیماری نیکو ترازیں داشته آید حسین رضی الله عنه اشارت بداں درویش کرد تاآں پنج صره بدو دادند وازوے عذر خواست که بس دیر ماندی۔"

(کشف المحجوب فارسی ص۵۸ مطبوعہ عشرت پبلشنگ ہاؤس لاہور)

رسول ﷺ! میں ایک فقیر (غریب) شخص ہوں اور عیال دار ہوں۔آپ سے آج رات کا کھانا طلب کرتا ہوں' آپ نے اسے فرمایا: بیٹھ جاؤ! کہ میرا رزق راہ میں ہے۔ بس اسے آنے دو زیادہ دیر نہ گذری کہ پانچ تھیلیاں دیناروں کی آپ کے پاس پہنچا دی گئیں' ہر تھیلی میں ایک ایک ہزار دینار تھے۔ تھیلیاں لانے والے حضرات نے کہا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ بس تھوڑی مقدار رقم بھیج رہا ہوں یہ غریبوں میں تقسیم کر دینا، آپ کی طرف سے غریبوں کا پرسان حال اچھے اثرات مرتب کرے گا۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس درویش کی طرف اشارہ کیا' وہ پانچ تھیلیاں اسے دے دی گئیں' اور اس سے معذرت کی کہ آپ کو کچھ دیر انتظار کرنی پڑی۔"

حضرت امام حسن اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہدیہ دیا:

اسمعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے

پسر رسول ﷺ! خوش آمدید !اور آپ کو تین لاکھ درہم دینے کا حکم دیا' اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد خوش آمدید! اور آپ کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ہشتم ص۹۸۴)

واضح ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار سے کوئی ذاتی عناد نہیں رکھتے تھے بلکہ فقط اجتہادی اختلاف تھا' ورنہ آپ عطیات نہ دیتے اور نہ ہی اہل بیت قبول کرتے۔

اعتراض:

امیر معاویہ کے دل میں اہل بیت کا کینہ تھا' انہوں نے اہل بیت کو ستایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علی کو ستایا اس نے مجھے ستایا'' نیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے جنگ کی حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''جس نے جنگ علی سے جنگ کی' اس نے مجھ سے جنگ کی'' اور جو حضور ﷺ سے جنگ کرے وہ مؤمن نہیں۔

جواب:

اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب:

تو یہ ہے کہ اس سوال کی زد میں معاذ اللہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی داخل ہو جائیں گے، کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عائشہ' طلحہ' زبیر' محمد ابن طلحہ (رضی اللہ عنہم) جیسے مقدس صحابہ کا کینہ تھا اور حضور ﷺ نے تمام صحابہ کرام کے متعلق فرمایا:

"فمن ابغضهم فببغضی ابغضهم" ''جس نے صحابہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔"

نیز یہ الزام حضرت عائشہ صدیقہ و طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہم) وغیرہ پر بھی وارد ہوگا' غرضیکہ ایک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام صحابہ و اہل بیت کی غلامی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

تحقیقی جواب:

یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار کی مخالفت کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے:

اس لئے جلنا کہ یہ حضور ﷺ کے اہل بیت ہیں، یہ کفر ہے کہ اس میں در پردہ حضور ﷺ سے جلنا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے:

کہ کسی دنیاوی وجہ سے ناراض ہونا۔ اس میں اگر نفسانیت شامل ہے تو فسق ہے، ورنہ نہیں۔ بہت دفعہ حضرت علی مرتضی اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما میں خانگی معاملات میں شکررنجی ہو جاتی تھی۔ شہادت عثمان کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے رخ شریف پر طمانچہ مارا کہ تم نے حفاظت میں سستی کیوں کی؟ ایک بار حضرت عباس اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) میں سخت رنجش ہو گئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور کی حضرت عباس نے حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کیلئے بہت سخت الفاظ استعمال کئے۔ (مسلم)

یہ چیزیں دن رات آپس میں ہوتی رہتی ہیں، یہ فسق و گناہ بھی نہیں۔

تیسری صورت یہ ہے:

کہ کسی غلط فہمی کی بناء پر اہل بیت سے نااتفاقی ہو جانا، یہ نہ فسق ہے نہ گناہ، محض غلط فہمی ہے۔ ان حضرات کی یہ تمام جنگیں اس تیسری قسم کی تھی، ان کے سینے کینہ سے پاک تھے لڑتے بھی تھے اور ایک دوسرے کو تحفہ وہدایا بھی دیتے تھے۔ (جو ابھی قریب ہی راقم نے ذکر کیا ہے)

(حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ ص ۶۸، ۶۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے تعلقات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شاعر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف

میں قصیدہ پڑھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف فرمائی۔ امیر معاویہ ہر شعر پر جھوم کر فرماتے تھے کہ واقعی علی رضی اللہ عنہ ایسے ہی ہیں اور قصیدہ کے ختم پر شاعر کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سات ہزار اشرفی انعام دیا۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ، ص ۲۱)

حکایت:

استیعاب میں ہے کہ جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کی نعش پر سے گزرے، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ انہیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی عمر بن جرموز نے قتل کیا تھا۔ ان کی نعش دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور فرمایا: اے محمد ابن طلحہ رضی اللہ عنہ! تم بڑے متقی نمازی راکع وساجد تھے اور ان کی تلوار دیکھ کر فرمایا: قسم خدا کی اس تلوار نے حضور ﷺ کی بہت مدد کی، پھر فرمایا: انہیں کس نے قتل کیا ہے؟ عمرو ابن جرموز انعام پانے کی لالچ میں سامنے آیا اور فخریہ کہا: میں نے قتل کیا اور قتل کی تمام کیفیت بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دوزخی ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل دوزخی ہے۔ عمرو ابن جرموز غصہ میں بھر گیا، اور بولا: اے علی! تمہارا کیا اعتبار اگر تم سے لڑو تو دوزخی، اور تمہاری طرف سے لڑو تو دوزخی! یہ کہہ کر اسی خنجر سے جس سے محمد ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، اپنے پیٹ میں گھونپ کر خودکشی کرلی یعنی کافر ہو کر خودکشی کی۔

(الناہیہ ص ۱۸، امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۶۹)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ نے سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا:

حاکم نے براویت ہشام بن محمد رحمہ اللہ روایت کی کہ امیر معاویہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کیلئے ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ اتفاقاً ایک سال یہ وظیفہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو نہ ملا۔ آپ نے چاہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یاددہانی کیلئے خط لکھیں۔ نبی کریم ﷺ نے خواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنے جیسے مخلوق کو نہ لکھو رب سے عرض کرو! اور فرمایا:

یہ دعا پڑھو:

"اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَاءِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَيْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ يَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَيْتَ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مِنَ الْيَقِيْنِ فَخَصَّنِیْ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ"۔

''اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید بھر دے اور اپنے ماسوا سے امید منقطع فرما دے، یہاں تک کہ تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ! جس چیز سے میری طاقت کمزور ہے اور میرے عمل کوتاہ ہیں اور میری رغبت وہاں تک نہ پہنچی اور میرا سوال وہاں تک نہ پہنچا اور وہ میری زبان پر جاری نہ ہوا جو کہ تو نے اگلوں اور پچھلوں کو یقین عطاء فرمایا ہے، مجھے اس سے خاص کرا دے جہانوں کے پالنے والے!''

(خیال رہے بعض نسخوں میں "فخلصنی" ہے، اس کا معنی ہے مجھے اس سے چھٹکارا دے) چنانچہ یہ دعاء حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھنی شروع کر دی۔ ابھی ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پندرہ لاکھ درہم بھیج دیئے یعنی دو لاکھ دو ماہ کا وظیفہ اور تیرا لاکھ درہم۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۵۷)

فائدہ:

مسلمان یہ دعاء یاد کر لیں دفع حاجات کیلئے یعنی اللہ تعالیٰ اس دعاء کے ذریعے مؤمنین کی حاجات پوری فرماتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدہ پڑھنے والوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انعام:

ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا: جو کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی شان میں قصیدہ پڑھے، میں اسے فی شعر ایک ہزار دینار دوں گا۔ چنانچہ حاضرین شعراء نے اشعار پڑھے اور انعام لیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر شعر پر کہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ اس سے بھی افضل ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ شاعر بھی تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ تھا:

هو النباء العظیم و فلک نوح
و باب الله و انقطع الخطاب

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑی خبر والے ہیں اور نوح علیہ السلام کی کشتی ہیں (جو آپ کے پاس آیا اسے نجات مل گئی) اور وہ اللہ کا دروازہ ہیں، خطاب (آپ پر) ختم ہو گیا۔

مفتی صاحب نے "وانقطع الخطاب" کا ترجمہ کیا: ان کے بغیر اللہ سے کوئی کلام نہیں کر سکتا'' (واللہ اعلم بالصواب) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شعر پر اس شاعر کو سات ہزار دینار دیئے۔

(نفائس الفنون، محمد ابن محمود آملی بحوالہ کتاب الناہیہ، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، ص ۵۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کرنے کی اجازت دی:

ابن عساکر نے روایت کی جنگ کے زمانہ میں حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے کچھ روپیہ کی ضرورت ہے، دیجئے! فرمایا: ابھی میرے پاس نہیں۔ آپ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے! میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا بڑا احترام کیا اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ، ص ۵۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھنے کا مشورہ دیا:

مسند احمد ابن حنبل میں ہے کہ ایک شخص نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: یہ مسئلہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ مجھ سے بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا: آپ ہی فرما دیں، مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ تو نے بہت بری بات کی، کیا تو ان سے نفرت کرتا ہے؟ "جن کی توقیر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، ان کے کمال علم کی بناء پر۔ اور جن کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے حضرت ہارون علیہ السلام، مگر میرے بعد نبی نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت علم کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل در پیش آتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حل کراتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر اس شخص سے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جا! اور اس کا نام وظیفہ والوں کے دفتر سے خارج کر دیا۔ (کتاب الناہیہ، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۵۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں توصیفی کلمات:

امام محمد ابن محمود آملی نے نفائس فنون میں روایت کی کہ ایک بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی شیر تھے، علی چودھویں رات کے چاند تھے، علی رحمت خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا: آپ افضل ہیں یا علی؟ تو آپ نے فرمایا: علی کے قدم ابوسفیان کی آل سے افضل ہیں۔

(الناہیہ، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۶۰)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں تعریفی کلمات کا حکم:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار ضرار ابن حمزہ سے کہا کہ مجھے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے عرض کی کہ مجھے اس سے معاف رکھو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہا: تمہیں خدا کی قسم! ضرور سناؤ۔ ضرار ابن حمزہ نے نہایت فصیح و بلیغ طور پر حضرت علی

المرتضی رضی اللہ عنہ کی منقبت سنائی جس کا خلاصہ ترجمہ حسب ذیل ہے:

"علی بڑی سخاوت والے سخت قوت والے تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے، عدل کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان کی جوانب سے علم کی نہریں بہتی تھی، ان کی زبان پر علم بولتا تھا، دینار اور دنیا کی زیب و زینت سے نفرت کرتے تھے۔ رات کی تنہائی اور وحشت پر مائل تھے، راتوں کو روتے رہتے تھے اکثر آخرت کی فکر میں رہتے تھے، موٹا لباس معمولی کھانا پسند فرماتے تھے۔ لوگوں میں عام شخص کی طرح رہتے تھے، جب ان سے کچھ پوچھتے تو فوراً جواب دیتے۔ جب ہم انہیں بلاتے تو فوراً آجاتے تھے، اس بے تکلفی کے باوجود ان کی خداداد ہیبت کا یہ حال تھا کہ ہم ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ دینداروں کی تعظیم فرماتے تھے، مسکینوں کو اپنوں سے قریب رکھتے تھے، علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں کوئی کمزور مایوس نہیں ہوتا تھا، قوی دلیر نہیں ہوتا تھا۔ قسم خدا کی! میں نے علی رضی اللہ عنہ کو بہت دفعہ ایسا دیکھا کہ رات کے تارے غائب ہو جاتے تھے، اس حال میں کہ آپ ایسا روتے تھے جیسے کسی کو بچھو کاٹ لے اور رو رو کر فرماتے تھے کہ افسوس کے عمر تھوڑی ہے، سفر لمبا ہے، سامان تھوڑا ہے، سفر خطرناک ہے۔ اور آپ کی داڑھی سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکتے تھے اور فرماتے تھے: افسوس! افسوس!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر زار زار رونے لگے اور فرماتے تھے کہ خدا کی قسم ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) ایسے ہی تھے، ایسے ہی تھے، ایسے ہی تھے۔

(صواعق محرقہ، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر میں ص ۶۰، ۶۱)

مندرجہ بالا واقعات سے معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کا فرق واضح ہو گیا:

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا تو اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے آپ کی

خلافت وحقانیت کو تسلیم کیا۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تو اسی سے یہ پتہ چل گیا کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم وفاسق نہ سمجھا (معاذ اللہ) ورنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت آپ کے سپرد نہ کرتے۔

جب یہ واضح ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر بیعت کر لی تو اپنے اس عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار ہیں کیونکہ وہ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں وہ متقی ہیں صحابہ سے بڑھ کر کون متقی ہو سکتا ہے؟ وہ عادل اور ثقہ ہیں لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہ کر کے ثابت کر دیا کہ یہ خلافت کا حقدار نہیں کیونکہ یہ فاسق وفاجر ہے اپنے گھر کے افراد کو شہید کرا دیا لیکن یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ (راقم)

تنبیہ:

یزید کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح نامہ سے کافی سبق ملتا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار افراد نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت جان قربان کر دینے پر کر لی یعنی اگر ضرورت در پیش آئی تو ہم اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں گے۔ یہ وہی لوگ تھے جو اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے رہے تھے' یہ بیعت کرنے والے خوشی سے آپ کی اطاعت کرنے لگے "واحب فیه منهم فی ابیه" ان میں سے وہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے محبوب بھی بنے' جو اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوب تھے۔ حضرات امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ چند دن عراق اور خراسان کے علاقہ ماوراء النہر پر حکومت کی "ثم سار الی معاویة الیه" پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لشکر کشی کی۔ جب دونوں جماعتیں سواد کے علاقہ انبار کے کنارہ پر آمنے سامنے ہو گئیں۔

"علم انه لن تغلب احدی الفئتین حتی یذهب اکثر الأخری"

"حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یقین کر لیا کہ کوئی ایک جماعت بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسری جماعت کے کثیر آدمی قتل نہ ہو جائیں۔"

تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط بھیجا:

"یخبره انه یصیر الأمر الیه"

"اور یہ خبر دی کہ حکومت کے معاملات آپ کے سپرد کیے جا رہے ہیں۔"

لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ مدینہ طیبہ' حجاز اور عراق کے وہ حضرات جنہوں نے میرے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا ان پر تم کسی قسم کی سختی نہیں کرو گے۔

"فأجابه معاویة الا أنه قال عشرة انفس فلا أرمنهم فراجعه الحسن"

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں دس شخصوں کو معاف نہیں کروں گا۔"

تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح سے رجوع کر لیا کہ نہیں پھر صلح نہیں ہو سکتی، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف لکھا کہ میں ایک شخص قیس بن سعد کے بارے میں قسم اٹھا چکا ہوں کہ جب بھی میں اس پر کامیاب ہو گیا تو اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ دوں گا (یعنی میں اسے معاف نہیں کروں گا) "فراجعه الحسن أنی لا ابایعك أبدا وانت تطلب قیسا أو غیره" حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پھر صلح کرنے سے رجوع کر لیا اور دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا کہ میں تمہاری بیعت اس وقت تک کبھی نہیں کروں گا جب تک تم قیس یا کسی اور کو طلب کرو ان پر سختی کرو۔ میں اپنے باپ کے متبعین میں سے کسی ایک پر بھی تمہیں سختی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

"فبعث الیه معاویة حینئذ بورق ابیض"

"تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی

"وقال اکتب ماشئت فیه فأنا التزمه فاصطلحا علی ذلك"

طرف ایک سفید کاغذ بھیج دیا اور کہا کہ آپ جو چاہتے ہیں، وہی لکھ دو میں اسی کو لازم پکڑوں گا۔ (دونوں حضرات کی فراخدلی کی وجہ سے) صلح ہو گئی۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی جگمگانے لگا:

"ان الله سیصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین"

"بیشک اللہ تعالیٰ اس (میرے بیٹے) کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نے سمجھ لیا کہ امت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذرا بھر خون بہا کر حکومت کرنے کا کیا فائدہ اور حکومت چھوڑنے میں کیا نقصان؟ اسی چیز کو جانتے ہوئے مجھے حکومت کرنا پسند نہ آیا۔ ابو عریف کہتے ہیں کہ ہم بارہ ہزار کی تعداد میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقدمہ (اگلے حصہ) میں تھے، پھر ہم اہل شام کو قتل کرنے کی تمنا بھی رکھتے تھے۔

"فلما جاءنا صلح الحسن کأنما کسرت ظهورنا من الغیظ والحزن"

"جب ہمارے پاس یہ خبر آئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تو غصہ اور غم کی وجہ سے گویا کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب (صلح کے بعد) کوفہ میں آئے تو ایک بوڑھا شخص ابو عمرو سفیان بن ابی لیلیٰ آپ کے پاس آیا تو اس نے کہا:

"السلام علیك یا مذل المؤمنین"

"تم پر سلام ہو اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے!"

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لاتقل یا أباعمرو فانی لم أذل المؤمنین ولکنی کرهت ان اقتلهم فی طلب الملك"۔

"اے ابو عمرو! یہ نہ کہو۔ بیشک میں نے مؤمنین کو ذلیل نہیں کیا بلکہ بادشاہی کی طلب میں مؤمنوں کو قتل کرانے کو ناپسند کیا۔"

(مرقاۃ، ج ۱۱ ص ۳۸۰، مناقب اہل بیت)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خطبہ دینے کی عرض:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صلح کے حوالہ سے خطبہ ارشاد فرمائیں، آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا:

"الحمد لله الذی وحقن بنا دمائکم الا ان اکیس الکیس التقی وان أعجز العجز الفجور وان هذا الأمر الذی اختلفت فیه أنا ومعاویة أما ان یکون أحق به منی أو یکون حقی وترکته لله ولصلاح امة محمد ﷺ وحقن دمائهم ثم التفت وقال وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الی حین"

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی اور ہماری وجہ سے تمہارے خون بہنے سے بچ گئے۔ خبردار! سب سے عقلمند وہ ہے جو پرہیزگار ہو اور سب زیادہ عاجز وہ ہے، جو بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو بیشک یہ معاملہ حکومت جس میں میرا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا اختلاف تھا، اس میں یا وہ مجھ سے زیادہ حقدار تھے، یا میں ان سے زیادہ حقدار تھا لیکن میں نے اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی رضاء مندی کیلئے اور محمد ﷺ کی امت کی بہتری کیلئے اور ان کے خون بہانے سے بچنے کیلئے چھوڑ دیا، پھر آپ نے توجہ کی اور کہا: اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہاری آزمائش ہو اور نفع ہو ایک وقت تک۔"

(مرقاۃ المفاتیح، علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ، ج ۱۱ ص ۳۸۰، مناقب اہل بیت)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نصیحت عظیمہ:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں یہ بھی کہا:

"یا معاویة ان الخلیفة من سار سیرة رسول اللہ ﷺ وعمل بطاعته ولیس الخلیفة من دان بالجور وعطل السنن واتخذ الدنیا أما وأبا"۔
(مرقاۃ المفاتیح، علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ، ج ۱۱، ص ۳۸۰، مناقب اہل بیت)

"اے معاویہ! بیشک خلیفہ حقیقت میں وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر چلے اور آپ کی فرمانبرداری کے کام کرے اور وہ حقیقت میں خلیفہ نہیں جو ظلم کے قریب ہو اور سنتوں کو معطل کیا (یعنی سنتوں کو چھوڑ دیا) اور دنیا کو ہی ماں، باپ سمجھ لیا۔"

حاصل ہونے والے فوائد:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح نامہ اور خطبہ اور صلح کرنے کے واقعات سے یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں:

﴿۱﴾ نبی کریم ﷺ کی غیبی خبر کا ظہور ہوا کہ یہ میرا بیٹا مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

﴿۲﴾ دونوں جماعتیں مسلمان تھیں، اجتہادی خطاء کی وجہ سے آپس میں لڑائیوں سے کوئی ایک بھی اسلام سے نہیں نکلا۔

﴿۳﴾ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی رضاء اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت اور حضور ﷺ کی امت کو خونریزی سے بچانے کی غرض سے صلح کی۔

﴿۴﴾ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی جرأت وبہادری کو دیکھئے کہ آپ نے جب یہ شرط لگائی کہ میرے باپ کے متبعین جو آپ کا ساتھ دینے والے تھے، ان میں سے کسی ایک سے بھی تم سختی نہیں کرو گے، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب دس شخصوں کے

ساتھ سختی سے درپیش آنے کے متعلق کہا تو آپ نے جرأت وبہادری سے یہ جواب دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو کوئی صلح نہیں ہوگی، پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک پر سختی کرنے کا اپنا ارادہ ظاہر فرمایا تو جنگ آپ نے پھر اسی جرأت کا مظاہرہ کیا کہ اگر کسی ایک پر بھی تم سختی کرو گے تو صلح نہیں ہوگی یعنی جب صلح نہیں ہوگی تو جنگ ہوگی کی دھمکی سے آپ کی جرأت وبہادری واضح ہوگئی۔

﴿۵﴾ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے دوسری شرط یہ رکھی تھی کہ آپ کی زندگی کے بعد حکومت کے معاملات میرے پاس ہوں گے۔ اس شرط کو بھی حضرت امیر معایہ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمالیا۔ اگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے بعد زندہ رہتے تو یقینی بات ہے کہ حکومت آپ کو ملتی۔

اسی سے وہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا خلیفہ نامزد کردیا۔ اگر یزید کو خلیفہ نامزد کرنا ہوتا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس شرط کو نہ مانا ہوتا۔

اعتراض: معاویہ نے بظاہر امام حسن رضی اللہ عنہ کی شرط کو قبول بھی کیا لیکن اندر اندر سے اسے نہیں مانا، اسی وجہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلا کر شہید کرا دیا، ان کو اپنی راہ سے ہٹا کر یزید کی خلافت کیلئے راہ ہموار کردی۔ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے خلوص دل سے اس شرط کو قبول کیا تھا؟

جواب: جب یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور صحابیت پر ہی آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور یہ بات بھی تحقیقی طور پر ثابت ہے کہ کوئی صحابی منافق نہیں تھا (معاذ اللہ) اور نہ ہی صحابہ کرام میں دوغلی پالیسی اور نہ ہی منافقانہ انداز تھا۔ وہ تو سچے، کھرے، پکے مسلمان تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زہر دینے میں اقوال:

بعض حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا اور بعض نے کہا کہ یزید نے آپ کی بیوی جعدہ کے ذریعے زہر دلوائی، یہ دونوں قول باطل ہیں۔ آیئے! معتبر محققین کی نورانی تحقیق کو دیکھئے:

"وعندی ان هذا لیس بصحیح وعدم صحته عن ابیه معاویة بطریق الأولی"۔

(البدایه والنهایه، امام ابن کثیر رحمه الله، ج ۸، ص ۴۳، مطبوعه دار الحدیث قاهره)

"اور میرے نزدیک یہ بھی صحیح نہیں (کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یزید نے زہر دلایا) اور ان کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف زہر دلانے کی نسبت کرنا بطریق اولیٰ صحیح نہیں۔"

سب سے معتبر قول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اپنا ہے:

"ویقال أنه مات مسموما ما قال ابن سعد أخبرنا اسمعیل عن عمیر بن اسحاق دخلت أنا وصاحب لی علی الحسن بن علی فقال قد لفظت طائفة من کبدی وأنی قد سقیت السم مرارا فلم أسق مثل هذا فأتاه الحسین بن علی فسأله من سقاه فأبی ان یخبره رحمه الله"

(الاصابه فی تمییز الصحابه، علامه ابن حجر عسقلانی رحمه الله، ج ۲، ص ۶۴)

"اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا زہر سے وصال ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں: ہمیں اسمٰعیل نے ان کو عمیر بن اسحاق نے خبر دی کہ میں اور ایک میرے دوست حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس داخل ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ میرے جگر کے ٹکڑے نکل رہے ہیں، بیشک مجھے کئی بار زہر پلایا گیا لیکن اس مرتبہ کی طرح پہلے کبھی زہر نہیں پلایا گیا۔ اتنے میں آپ کے پاس (آپ کے بھائی) امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے، تو انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ

سے پوچھا: آپ کو کس نے زہر دیا؟ تو آپ نے انہیں کوئی خبر نہ دی۔"

استاذی المکرم حضرت مولینا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی نے یہ سبق دیا:

کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو نہ بھولئے، جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو کس نے زہر دیا تو آپ نے کسی کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے فرمایا:

"فان کان الذی أظنه فالله حسبه وان کان غیره فما أحب ان یؤخذبی بریٔ"

"اگر وہی شخص ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ اسے کافی ہے (یعنی وہ اسے گرفت میں لے گا) اور اگر کوئی اور ہے تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی بریٔ الذمہ (بے گناہ) شخص کو میری وجہ سے گرفت میں لیا جائے۔"

استاذی المکرم اس پر یوں تبصرہ فرماتے تھے:

"جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کو نامزد نہیں کیا، بلکہ فقط گمان واحتمال کا ذکر کیا۔ کسی پر یقینی طور پر بہتان نہیں باندھا اور نہ ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کسی کو نامزد کیا، نہ ہی کسی سے انتقام لیا تو دوسرے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ من گھڑت کہانیوں کا سہارا لے اور غلط بیانی کرے۔"

تقریباً یہی موقف مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اختیار کیا۔ اعتراضات وجوابات کی بحث میں (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر) آپ کی تصنیف کو دیکھا جائے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن نسب ذلك الی معاویة رضی الله عنه فقد اخطأ"۔

"جس نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زہر دلانے کی نسبت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

(نبراس شرح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ ص ۵۱۷ مکتبہ الشرف لاہور)

کی طرف کی وہ خطاوار ہے یعنی اس نے غلط کہا۔"

اور آپ نے اپنی کتاب "الناہیہ" میں یوں بیان فرمایا:

"أنه بهتان عظيم وخرافات المؤرخين ممالا يعتمد عليها"

(الناہیہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ ص ۴۳ فصل فی الأجوبة عن مطاعنه)

"حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف زہر دلانے کی نسبت بہتان عظیم ہے اور مؤرخین کے خرافات (من گھڑت اقوال) میں سے ہے، جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔"

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے راقم کا موقف واضح ہوگیا کہ تواریخ میں رطب ویابس (خشک وتر) بھرا ہوا ہے۔ ایک ہی تاریخ کی کتاب کے اقوال آپس میں ٹکراتے ہیں، وجہ اس کی یہی ہے کہ مؤرخ کا کام اقوال جمع کرنا ہے، تحقیق کرنا مؤرخ کا کام ہی نہیں۔ (راقم)

امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر تعزیت:

"ولما جاء الكتاب بموت الحسن بن علی اتفق كون ابن عباس عند معاوية فعزاه فيه فأحسن تعزية ورد عليه ابن عباس ردا حسنا كما قدمنا"

(البدایہ والنہایہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ج ۸ ص ۳۰۴ ترجمہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دار الحدیث قاہرہ)

"جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر کا خط آیا تو اتفاقاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ان کے پاس موجود تھے، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت اچھے طریقہ سے تعزیت کی (یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو صبر دلایا صبر کرنے کی دعاء کی اسی کا نام تعزیت ہے)۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعزیت کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی بہت اچھے طریقہ سے دیا اس کا ذکر البدایہ والنہایہ میں مندرجہ بالا حوالہ سے پہلے بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو امیر المومنین کہا:

راقم نے اس سے پہلے عنوان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "امیر المومنین" کے الفاظ ذکر کئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ) نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امیر المومنین ذکر کیا:

"لايسوؤك الله ولايحزنك فی الحسن بن علی فقال ابن عباس لمعاوية لايحزننی الله ولايسوؤنی ماابقی الله امير المؤمنين"۔

(البدایہ والنہایہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ج ۸ ص ۱۳۸ ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تعزیت کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں مصیبتوں سے بچائے اور تمہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں غم میں نہ ڈالے۔ تو ان کے اس ارشاد کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مجھے غم میں نہیں ڈالے گا اور نہ ہی پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلاء کرے گا جب تک اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو باقی رکھا۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا:

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہدیہ پیش کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ دعائیہ کلمات بیان فرمائے:

"وصل الله قرابتك يا امير المؤمنين

اللہ تعالیٰ آپ کی قرابت کو ملائے۔ (یعنی

واحسن جزاك"
(تاریخ مدینہ دمشق ج ۸ ص ۷ اذکر عمرو بن العاص)

صلہء قرابت عطاء فرمائے) اور آپ کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ توڑنے کا اعلان فرمایا:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنے کے مشورے دیئے جانے لگے تو آپ نے اس کا خوبصورت' نورانی' وجدانی اور ایمانی جواب دیا:

"انا قد بایعنا وعاهدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا"
(اخبار الطوال' ص ۲۲۰ مبایعۃ معاویہ بالخلافۃ)

"بیشک ہم نے بیعت کرلی، اس پر قائم رہنے کا معاہدہ کرلیا' اب اس کے توڑنے کی کوئی راہِ جواز نہیں۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وضاحت طلب کرنا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت توڑنے کا مشورہ دیئے جارہے ہیں تو انہوں نے آپ کی طرف خط لکھ کر وضاحت طلب کی' تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا:

"فکتب الیه الحسین أتانی کتابك وانا بغیر الذی بلغك عنی جدیر والحسنات لایهدی لها الاالله وما اردت لك محاربة ولا علیك خلافا"۔
(تہذیب ابن عساکر' ج ۴' ص ۳۲۷ ذکر الحسین وفضلہ رضی اللہ عنہ)

"جو میری طرف سے آپ کو خبر ملی ہے وہ غلط ہے میری شان کے لائق ہی نہیں (وعدہ توڑنا) نیک کاموں کی طرف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہدایت نہیں دیتا' میرا آپ سے جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور نہ ہی آپ کی مخالفت کا کوئی ارادہ ہے۔"

جلیل القدر صحابہ کرام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا:

"عن الأوزاعی قال ادرکت خلافة معاویة عدة من اصحاب رسول الله ﷺ منهم

"اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق میں نے

سعد وأسامة وجابر بن عبد الله وابن عمر وزید بن ثابت وسلمة بن خالد وأبو سعید وابورافع بن خدیج وأبو أمامة وانس بن مالك ورجال اکثر عمن سمیت بأضعاف مضاعفة کانوا مصابیح الدجی وأوعیة العلم حضروامن الکتاب تنزیله وأخذوا عن رسول الله ﷺ تأویله"
(تاریخ ابو زرعہ' ج ۱' ص ۳۰۹' ذکر وفاۃ فاطمہ وازواج النبی)

نے چند رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو پایا' جن میں سے حضرت سعد' اسامہ' جابر بن عبد اللہ' ابن عمر' زید بن ثابت' سلمہ بن خالد' ابو سعید' ابو رافع بن خدیج' ابو امامہ اور انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) ہیں' بلکہ جو نام میں نے ذکر کئے ہیں اس سے بہت زیادہ جلیل القدر حضرات کا آپ کی خلافت پر اتفاق تھا۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اندھیروں کے چراغ تھے اور علم کا خزانہ تھے' یہ حضرات قرآن پاک کے نازل ہوتے وقت موجود تھے' اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن پاک کے مطالب سیکھے۔"

اعتراض:

بعض محدثین نے کہا: حدیث میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں چنانچہ علامہ مجد الدین شیرازی نے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ترمذی شریف اور مسند امام احمد ابن حنبل وغیرہ سے احادیث ذکر کی جا چکی ہیں' جن سے آپ کی فضیلت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ممکن ہے شیخ مجد یا حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ کو یہ روایات نہ ملی ہوں' کسی محدث کا حدیث سے بے خبر رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث موجود ہی نہ ہو۔
(حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۸۹ مصنفہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ بالفاظ دگر)

خیال رہے کہ راقم نے پہلے ذکر کر دیا کہ بعض احادیث سے جلیل القدر صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی بے خبر تھے۔

آجکل نام نہاد بریلوی ضال و مضل مبلغین جہلاء کو یہی کہہ کر محبت صحابہ کرام سے برگشتہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

اعتراض:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے صحابہ کرام کے متعلق فرمایا: مناقب فلاں، یا آپ نے فرمایا: باب فضل فلاں، مگر امیر معاویہ کے متعلق فرمایا "باب ذکر معاویۃ" معلوم ہوا کہ امیر معاویہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں۔

جواب:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا اسامہ ابن زید، عبد اللہ ابن سلام، جبیر ابن معطم وغیرہم، جلیلۃ الشان صحابہ کے مناقب کے باب باندھے تو یہ ہی فرمایا "باب ذکر فلاں" یہ عبارت کا تفنن ہے، کہیں ذکر فرمایا: "باب مناقب فلاں" اور کہیں فرمایا: "باب فضل فلاں" اور کہیں فرمایا: "باب ذکر فلاں" اور یہ بھی خیال رہے کہ ذکر سے مراد ذکر بالخیر ہے، ذکر بالخیر فضیلت ہی ہے۔ (جاہل مبلغین اس طرح ہتھکنڈوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذمہ لئے ہوئے ہیں)۔

(حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۹۰ مصنفہ مفتی احمد یار خان نعیمی بالفاظ دگر)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہ ثابت ہونے کا الزام:

اس مسئلہ پر بہت بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق ابن راہویہ کا قول پیش کیا، وہ کہتے ہیں:

"لم یصح فی فضائل معاویۃ شئ" "معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل کی روایات میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔"

اسحاق بن راہویہ کا قول درست نہیں:

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قیل عبر البخاری بقوله باب ذكر معاوية ولم يقل فضائله ولا مناقبه لأنه لم يصح فی فضائله شئ كما قاله ابن راهويه وذلك ان تقول ان كان المراد من هذه العبارة أنه لم يصح منها شئ على وفق شرط البخاری فأكثر الصحابة كذلك انالم يصح شئ عنها وان لم يعتبر ذلك القيد فلا يضره ذلك لما يأتی ان من فضائله ما حديثه حسن فهو ثابت حتى عند الترمذی كما صرح به فی جامعه وستعلمه مما يأتی والحديث الحسن لذاته كما هنا حجة اجماعا بالضعيف فی المناقب حجة أيضا وحينئذ فما ذكره ابن راهويه بتقدير صحته لايخدش فی فضائل معاوية"۔

(تطہیر الجنان واللسان، ص ۹، ۱۰، الفصل الثانی فی فضائلہ ومناقبہ)

"بعض حضرات نے کہا ہے کہ بخاری "باب ذکر معاویہ" عنوان قائم کیا ہے باب فضائلہ اور باب مناقبہ نہیں کہا، اس سے پتہ چلا کہ امیر معاویہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں، جس طرح ابن راہویہ نے کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمہارے قول کا مطلب یہ ہے کہ بخاری کی شرط کے مطابق کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں تو اکثر صحابہ کرام اسی طرح ہیں کہ ان کے حق میں بخاری کی شرط کے مطابق کوئی صحیح روایت ثابت نہیں، اور اگر شرط بخاری کی قید نہ لگائیں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپ کے فضائل میں حسن احادیث وارد ہیں۔ ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے (واضح بیان کیا ہے) حدیث حسن لذاتہ سے تو احکام بھی ثابت ہو سکتے ہیں اور وہ حجت ہے بلکہ فضائل میں تو حدیث ضعیف بھی معتبر ہے لہذا اگر اسحٰق ابن راہویہ کا قول درست مان بھی لیا جائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی خدشہ لازم نہیں آئے گا۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقال السیوطی الشافعی اصح ماورد فی فضل معاویة حدیث ابن عباس "أنه کاتب النبی ﷺ فقد اخرجه مسلم فی صحیحه وبعده حدیث العرباض رضی الله عنه اللهم علمه الکتاب وبعده حدیث ابن أبی عمیرة اللهم أجعله هادیاً و مهدیاً"۔

(تنزیہ الشریعہ ج ۲ ص ۸ باب فی طائفۃ من الصحابہ)

"علامہ سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زیادہ صحیح حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں حدیث ابن عباس ہے جو مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے، وہ یہ ہے: بیشک وہ نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے۔ اس کے بعد حدیث عرباض ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی یہ دعاء ذکر ہے: اے اللہ! ان کو کتاب کا علم عطاء فرما۔ اس کے بعد حدیث ابن ابی عمیرہ ہے: اے اللہ! ان کو ہادی اور مہدی بنا۔"

نتیجہ واضح ہوا:

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیح حدیث بھی ملتی ہے اور حسن لذاتہ بھی ملتی ہے۔ اگر صحیح اور حسن لذاتہ احادیث نہ ملتیں بلکہ فقط ضعیف حدیثیں ملتیں تو وہ بھی معتبر ہوتیں، کیونکہ فضائل میں ضعیف بھی معتبر ہوتی ہیں۔ (علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہی البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۲ ترجمہ معاویہ بن سفیان میں بھی مذکور ہے)

آیئے! اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد دیکھیے:

محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ "صحیح نہیں" اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح ان کی اصلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت دشوار اور موانع وعوائق کثیر و بسیار۔ حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں (پیچیدگیاں) اگر اس مبحث میں تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے، ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی

ہوئی فرمادیتے "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ یہ باقی وجہ (مذکورہ بالا وجہ کے) کہ صحیح نہیں، پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی، ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی۔ فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبہ سے جھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سینکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں یہ قسم بھی استناد واحتجاج (حجت پکڑنے) کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں۔

اسی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ارشاد دیکھیے:

(لایصح) "لاینفی وجود الحسن" مطلب یہ ہے کہ "لایصح" کہنے سے حدیث کے حسن کی نفی نہیں ہوتی) حسن حدیث کی حجیت پر کلام کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" هذا القسم من الحسن مشارك لاصحیح فی احتجاج به وان کان دونه"

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ)

"حدیث حسن کی یہ قسم یعنی حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے درجہ میں کم ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد اول ص ۲۶ باب الوضوء)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان، راقم کے دل کا اطمینان:

بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں۔ یہ بے سمجھ خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں؟ عزیزو! مسلّم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے؟ حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم۔ (منیر العین ص ۵۳)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے اپنی کتاب الناہیہ میں کیا خوب لکھا:

"فان ارید بعدم الصحة عدم الثبوت فهو مردود لما مر بين المحدثين فلا ضير فان فسحتها ضيقة وعامة الاحكام والفضائل انما تثبت بالأحاديث الحسان لعزة الصحاح ولا ينحط ما في المسند والسنن عن درجة الحسن وقد تقرر في فن الحديث جواز العمل بالحديث الضعيف في الفضائل فضلا عن الحسن وقد رأيت في بعض الكتب المعتبرة من كلام الامام مجد الدين بن الأثير صاحب ميزان الجامع حديث مسند احمد في فضيلة معاوية صحيح الاني لااستحضر الكتاب في الوقت ولم ينصف الشيخ عبد الحق الدهلوي في شرح سفر السعادة فأنه أقر كلام المصنف ولم يتعقبه كتعقبه على سائر تعصباته"

(الناہیہ، علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ، ص ۳۹ الاجوبۃ عن مطاعنہ)

اگر صحیح حدیث نہ پائی جانے سے مراد یہ لیا جائے کہ حدیث ثابت ہی نہیں تو یہ قول مردود ہے۔اور اگر یہ مراد ہو کہ جو حدیث محدثین کی اصطلاح میں صحیح ہے وہ امیر معاویہ کی شان میں ثابت نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا میدان تنگ ہے(یعنی صحیح کا وجود کم ہے) کیونکہ عام احکام اور فضائل حسن حدیثوں سے ثابت ہیں اس لئے کہ صحیح حدیثیں کم پائی جاتی ہیں'اور مسند احمد اور سنن کی احادیث حسن کے درجہ سے کم نہیں'اور تحقیق فن حدیث میں یہ ثابت ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے'چہ جائیکہ حسن واقع ہو وہ یقیناً معتبر ہے۔تحقیق میں نے کسی معتبر کتاب میں دیکھا ہے کہ امام مجد الدین ابن اثیر صاحب میزان الجامع نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مسند احمد کی حدیث کو صحیح قرار دیا لیکن اس وقت مجھے اس کتاب کا نام یاد نہیں'ہاں! البتہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سفر السعادت کی شرح میں انصاف سے کام نہیں لیا کیونکہ انہوں نے مصنف کے کلام (عدم صحت) کو ثابت رکھا ہے اور اس کا تعاقب نہیں کیا جیسا کہ باقی تعصبات کا تعاقب کیا ہے۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب:

آپ کا نام معاویہ' کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔آپ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔والد کی طرف سے نسب یہ ہے:

"معاویہ (ابوعبدالرحمٰن) ابن صخر (ابوسفیان) ابن حرب ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف۔"

والدہ کی طرف سے نسب "معاویہ ابن ہند بنت عقبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف۔"

عبد مناف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا ہیں کیونکہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدالمناف ہیں۔(حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر' ص ۴۱)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف ہیں:

حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن قریبۃ الصغریٰ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ (المحبر ص ۱۰۲' اسلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالہ (برادر نسبتی) ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مومنین کے ماموں ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" (سورۃ الاحزاب ۶:۲۱)

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔"

رب تعالیٰ کے ارشاد گرامی سے یہ واضح ہوگیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات مومنین کی مائیں۔اگر کوئی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مائیں

نہ مانے تو وہ مؤمن نہیں۔ مومنین جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ماں مانیں گے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں' تو یقیناً وہ اپنی ماں کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ماموں مانیں گے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ماموں نہیں مانے گا وہ مؤمن کہلانے کا حقدار بھی نہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومنین کا ماموں کہا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ تو مشہور ہی ہے کہ آپ ایک دفعہ اپنے محل میں سو رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آپ کو جگایا' تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور اس گھر میں کیسے پہنچ گیا؟ وہ بولا کہ میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیرا کام نماز کے لئے جگانا نہیں' بلکہ نماز سے سلانا ہے۔ پہلے اس نے بہانے بنائے مگر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو آخر بولا کہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں نے آپ کو فجر کے وقت سے سلا دیا تھا' جس سے آپ کی نماز قضاء ہوگئی تھی' آپ اس کے غم میں اتنا روئے کہ میں نے فرشتوں کو آپس میں کلام کرتے سنا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس رنج وغم کی وجہ سے پانچ سو نمازوں کا ثواب دیا گیا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر آج پھر آپ فجر نہ پڑھ سکے' تو آج پھر روئیں گے اور ایسا نہ ہو کہ ایک ہزار نمازوں کا ثواب حاصل کرلیں، اس لئے جگا دیا کہ ایک ہی نماز کا ثواب حاصل کریں۔

مثنوی شریف دفتر دوم صفحہ ۲۳ میں مولانا روم قدس سرہ نے اسی قصہ کو بہت تفصیل سے چودہ صفحہ میں کچھ فرق سے بیان فرمایا، جس کی سرخی یوں باندھی (بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ را کہ برخیز کہ وقت نماز است)۔

بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصر راز اندوں در بستہ بود
کز زیار تہائے مردم خستہ بود

نا گہاں مردے ورا بیدار کرد
چشم چوں بکشاد پنہاں گشت فرد

یہ خبر آئی ہے کہ مومنوں کے ماموں' تھے اپنے گھر میں سوئے ہوئے رات کو' گھر کا اندر سے دروازہ بند تھا' کہ لوگوں کی زیارت سے آپ تھکے ہوئے تھے' اچانک ایک شخص نے آپ کو جگایا' آپ نے جب آنکھ کھولی تو وہ شخص غائب ہوگیا۔

فائدہ:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت عابد وزاہد مقبول بارگاہ الٰہی تھے اور ابلیس جیسا خبیث جو کسی کے قبضے میں نہ آئے وہ آپ کے قبضہ اور گرفت سے نہ چھوٹ سکا۔ کیوں نہ ہو جس کا ہاتھ جناب مصطفیٰ ﷺ پکڑ لیں اس کے ہاتھ کی گرفت سے کون چھوٹ سکتا ہے اور جو نگاہ جمال مصطفوی ﷺ دیکھ لے اس سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے۔ یہ واقعہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی پیش آیا تھا کہ آپ نے ابلیس کو پکڑ لیا تو چھوٹ نہ سکا۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۶۲'۶۳ مصنفہ مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ تفصیلی طور پر آیۃ الکرسی پارہ تین نجوم الفرقان' ج ۶' ص ۲۰۲ تا ۲۰۵ میں دیکھیں۔ (راقم)

اعتراض:

ترمذی شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے ثقیف، بنی حنیفہ' اور بنی امیہ' جب امیر معاویہ بن امیہ سے ہیں تو یہ بھی حضور ﷺ کو ناپسند ہوئے۔

الزامی جواب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی بنی امیہ میں سے ہیں۔ اگر معاذ اللہ قبیلہ بنی امیہ کا ہر فرد بشر سرکار ﷺ کا ناپسند ہو تو ان حضرات کے متعلق کیا کہو گے؟ حضرت عثمان غنی جلیل القدر عظیم الشان صحابی ہیں۔ دو صاحبزادیاں نبی کریم ﷺ کی

آپ کے نکاح میں آئیں، یعنی پہلے نبی محترم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے وصال کے بعد حضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا۔

حضرت بن عثمان بن امیہ سے ہیں' آپ والد کی طرف سے چھٹی پشت میں اور والدہ کی طرف سے پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے مل جاتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی مکرمہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں، جن کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ (مستدرک حاکم' ج ۳' ص ۹۴ معرفۃ الصحابہ)

حضرت جعفر طیار ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پوتی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابان بن عثمان سے ہوا۔ کیا یہ بنی امیہ سے نہیں۔
(المعارف لابن قتیبہ ص ۹۰)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے سے ہوا۔ جن کا نام عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ (کیا یہ بنی امیہ سے نہیں) (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۴۶ ترجمہ فاطمہ بنت حسین)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت سکینہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان سے ہوا۔ (کیا یہ بنی امیہ سے نہیں)
(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۴۷ ترجمہ سکینہ بنت حسین)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں جن کی عظمت پر دنیائے اسلام متفق ہے۔

تحقیقی جواب:

کسی قبیلہ یا کسی شہر کے ناپسند ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کا ہر فرد بشر ناپسندیدہ ہے اور کسی شہر یا قبیلہ کے محبوب ہونے کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ اس کا ہر فرد بشر محبوب ہے۔

حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ پیارا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کفار مکہ بھی آپ کو پسند تھے۔ نبی کریم ﷺ کو مدینہ طیبہ محبوب تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مدینہ منورہ کے سارے منافق عبداللہ ابن ابی وغیرہ بھی محبوب تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کو نجد کا علاقہ ناپسند تھا، آپ نے نجد کیلئے دعا نہیں فرمائی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نجد کے مخلص مؤمنین بھی آپ کو پسند نہیں تھے۔ چونکہ ان تینوں قبیلوں میں بعض بڑے مفسد پیدا ہوئے ان کی وجہ سے ان کو ناپسند کیا گیا، چنانچہ قبیلہ بنی ثقیف میں مختار ابن عبید اور حجاج بن یوسف جیسے ظالم ہوئے' قبیلہ بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین مرتدین ہوئے۔

بنی امیہ میں یزید پلید اور عبیداللہ بن زیاد جیسے فاسق وفاجر اور ظالم ومردود ہوئے مبغوض بارگاہ یعنی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں یہ لوگ ناپسندیدہ اور مردود تھے اور ان قبیلوں میں تھے' اس لئے ان قبائل کو ناپسند فرمایا۔ اسی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو ترمذی شریف میں اسی جگہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک مہلک ہوگا۔ (چنانچہ جھوٹا تو مختار ابن عبید ثقفی ہوا' اور مہلک وظالم حجاج ابن یوسف ہوا جو بنی ثقیف سے تھا)

نبی کریم ﷺ نے قریش کی بہت تعریف فرمائی، کیا ہر قریشی جنتی ہوگا کیا ہر قریشی قابل تعریف ہوگا؟ نہیں' نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعریف صرف ان پر سچی آئے گی جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا' جو العیاذ باللہ کفر پر نہیں مرے' مرتد ہو کر نہیں مرے' خارجی نہیں ہوئے' رافضی نہیں ہوئے' گستاخ رسول اللہ ﷺ نہیں ہوئے۔

آج! ہم ایک خواجہ غریب نواز کی وجہ سے اجمیر شریف کہتے ہیں اور بعض بے وفاؤں کی وجہ سے کوفہ کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اجمیر شریف کے ہندو بھی اشرف اور کوفہ کے ابراہیم علیہ السلام یا نوح علیہ السلام یا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ پر زبان طعنہ دراز کی جائے' غرضیکہ یہ اعتراض بہت لچر اور پوچ ہے۔
(ماخوذ از حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر' بالوضاحت از ص ۹۲' ۹۳)

آیئے! حدیث ترمذی کا متن شریف دیکھتے جائیں:

عن عمران بن حصین قال مات النبی ﷺ وھو یکرہ ثلاثۃ احیاء ثقیف وبنی حنیفۃ وبنی امیۃ"۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب' مشکوۃ باب مناقب قریش ص۵۵۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے یعنی ثقیف اور بنی حنیفہ اور بنی امیہ۔"

مقام توجہ!

اگر ثقیف قبیلہ کے تمام لوگ ہی نبی کریم ﷺ کو ناپسند تھے تو ثقیف کیلئے آپ کی دعاء کا کیا مطلب ہوگا۔ آیئے! ثقیف کیلئے مصطفی ﷺ کی دعاء کو دیکھیں:

"عن جابر قال قالوا یا رسول احرقتنا نبال ثقیف فادع اللہ علیھم قال اللھم اھد ثقیفا"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب قریش ص۵۵۱)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ثقیف کے تیروں نے جلا کر رکھ دیا تو آپ ان کے خلاف دعا فرمائیں (یعنی ان کے ہلاک ہو جانے کی دعا فرمائیں) آپ نے (دعاء کی) عرض کی 'اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے۔"

وضاحت حدیث:

"**نبال**" بکسر النون نبل کی جمع ہے، جسکا معنی ہے "تیر"

"ولعلہ فی غزوۃ الطائف ومحاصرتھم" شاید صحابہ کرام نے یہ عرض اس وقت کی جب طائف کا غزوہ تھا اور صحابہ کرام نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا' وہ قلعہ کے اندر سے تیر برسا رہے تھے' وہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔

(اللھم اھد ثقیفا) "ای الی الاسلام أو غالبھم الی اطاعۃ الاحکام" نبی کریم ﷺ نے

دعا فرمائی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے یعنی آپ نے ان کے اسلام لانے کی دعاء فرمائی اور احکام کی اطاعت کی دعاء فرمائی۔ (مرقاۃ ج۱۱ ص۲۶۵ مناقب قریش)

حدیث ترمذی کی وضاحت بالا احادیث:

"وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ فی ثقیف کذاب ومبیرا قال عبد اللہ بن عصمۃ یقال الکذاب ھو المختار بن أبی عبید والمبیر ھوالحجاج بن یوسف وقال ھشام بن حسان احصوا ماقتل الحجاج صبرا فبلغ مائۃ الف وعشرین ألفا (رواہ الترمذی) وروی مسلم فی الصحیح حین قتل الحجاج عبد اللہ بن الزبیر قال قالت اسماء ان رسول اللہ ﷺ حدثنا ان فی ثقیف کذابا ومبیرا فأما الکذاب فرأیناہ وأما المبیر فلا اخالک الا ایاہ۔"

(مشکوۃ المصابیح' باب مناقب قریش' ج۲' ص۵۵۱' مطبوعہ ایچ۔ایم سعید کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثقیف میں کذاب (بڑا جھوٹا) اور ایک بہت ہلاک کرنے والا ہوگا" عبد اللہ بن عصمہ نے فرمایا بیان کیا جاتا ہے کہ کذاب مختار بن ابی عبید تھا' اور زیادہ لوگوں کو ہلاک کرنے والا حجاج بن یوسف تھا۔ ہشام بن حسان نے فرمایا: یاد رکھو! حجاج نے قید کر کے جن لوگوں کو شہید کرایا وہ ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ (ترمذی) مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حجاج نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرایا تو حضرت اسماء (بنت ابی بکر) نے کہا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ ثقیف میں ایک بڑا جھوٹا ہوگا اور ایک بہت قتل کرنے والا ہوگا۔ بڑا جھوٹا تو ہم نے دیکھ لیا لیکن بڑا ہلاک کرنے والا میرا گمان یہی ہے کہ تو ہی ہے۔"

وضاحت حدیث:

جس حدیث میں تین قبائل کی ناپسندیدگی کا ذکر ہے' اس کے متعلق:

"قال العلماء انما كره ثقيفا للحجاج وبنى حنيفة لمسيلمة وبنى امية بعبيدالله بن زياد"

''علماء کرام نے بیان فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ثقیف کو حجاج کی وجہ سے اور بنی حنیفہ کو مسیلمہ کذاب کی وجہ سے اور بنی امیہ کو عبید اللہ بن زیاد کی وجہ سے ناپسند فرمایا۔''

اس سے واضح ہوا کہ ہر قبیلے کا ہر شخص آپ کو ناپسند نہیں تھا۔ (احادیث کو سمجھنے کیلئے علم وعقل وایمان کی ضرورت ہے) ''ثقیف'' بروزن ''امیر'' ہے' ہوازن قبیلہ میں ایک شخص کا نام تھا۔ اسی کے نام سے پورا قبیلہ ثقیف کہلانے لگا۔ ''بنی حنیفہ'' بروزن ''سفینہ'' ہے' ایک قبیلہ کے باپ ''اثال بن لجیم'' کا لقب تھا حنیفہ' اسی سے پورا قبیلہ بنی حنیفہ کہلانے لگا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو بھی اپنی تقریر کے تیروں کا نشانہ نہ بنائیں۔ آیئے! ذرا دیکھیں اور غور کریں:

"منهم حفلة بنت جعفر الحنفية ام محمد بن على بن أبى طالب"

''اسی حنیفہ قبیلہ سے ہی حفلہ بنت جعفر ہیں' جو حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں اور وہ محمد بن علی بن ابی طالب کی ماں ہیں۔''

واضح ہوا کہ بنی حنیفہ کا ہر فرد بشر اگر نبی کریم ﷺ کو ناپسند تھا تو محمد بن علی امام حنیف) کی والدہ مکرمہ حنفیہ بھی آپ کو ناپسند ہوں گی (معاذ اللہ)۔ ہاں! ہاں! ایسا نہیں' بلکہ مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین بنی حنیفہ نبی کریم ﷺ کو ناپسند تھے۔ بنی امیہ میں سے عبید اللہ بن زیاد رسول اللہ ﷺ کو ناپسند تھا۔

"قال البخارى قال ابن سيرين اتى عبيد الله بن زياد برأس الحسين فجعله فى طست وجعل ينكته بقضيب".

''بخاری نے بیان کیا' ابن سیرین کہتے ہیں: عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور لایا گیا تو اس نے اسے طشت میں رکھا اور اسے چھڑی مارنے لگا۔''

"وقال الترمذى فى الجامع قال عمارة بن

''ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں بیان کیا:

عمير لما جيء برأس عبيد الله بن زياد واصحابه فى رحبة المسجد فانتهيت اليهم فقالواقد جاءت فاذا حية قد جاءت حتى دخلت فى منخر عبيد الله بن زياد فمكثت ساعة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاءت ففعلت ذلك مرتين اوثلاثا قال الترمذى هذا حديث صحيح كذا فى الازهار".

کیا ہے عمارہ بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد کا سر لایا گیا' تو اس کے ساتھی مسجد کے کشادہ احاطہ میں تھے' تو میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ لوگ کہہ رہے تھے وہ آ گیا یعنی اچانک ایک سانپ آ گیا' یہاں تک کہ عبید اللہ بن زیاد کے ناک کے نتھنوں میں گھس گیا' پھر چلا گیا' یہاں تک کہ غائب ہو گیا' لوگ پھر کہنے لگے وہ آ گیا۔ اس طرح دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔''

بنی ثقیف کا کذاب مختار بن ابی عُبَیْد وہ ابن مسعود ثقفی تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں کو اس نے جمع کیا اور کہنے لگا کہ ہمیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اقرباء اور متبعین کے خون کا بدلہ لینا چاہیے:

"وكان غرضه فى ذلك ان يصرف الى نفسه وجوه الناس ويتوسل به الى الأمارة وكان طالبا للدنيا مدلسا فى تحصيلها"

''اس کا اصل مقصد لوگوں کو اپنی طرف پھیرنا اور متوجہ کرنا تھا' شہداء کربلا کے خون کے بدلہ کے مطالبہ کو اس نے حکومت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اور جھوٹے مطالبہ کو دنیا کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔''

"وقيل كان بغض عليا وقيل كان يدعى النبوة بكوفة فسمى كذابا ومن جملة كذبه دعواه ان جبريل عليه السلام ياتيه بالوحى"

''وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حقیقت میں بغض رکھتا تھا اور پر سے محب ہونے کا دعویدار تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ کوفہ میں دعوی نبوت کی وجہ سے کذاب (بڑا جھوٹا) مشہور ہو گیا تھا۔ اس کا بڑا جھوٹ یہ تھا کہ میرے پاس جبریل

"وانما كانت أمارته ستة عشر شهرا" — علیہ السلام وحی لاتے ہیں۔ اس کی حکومت سولہ ماہ رہی۔"

اس کے باپ صحابی تھے' ابتداء میں یہ بھی نیک تھا لیکن پھر اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں آئیں:

"ويقال كان فى أول أمره خارجيا ثم زبيريا ثم صار رافضيا وكان يبغض على كرم الله وجهه" — "یہ پہلے خارجی بنا' پھر زبیری بنا' پھر رافضی بنا لیکن دل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتا تھا۔"

"مبیر" ماخوذ ہے "بوار" سے جس کا معنی ہے ہلاک ہونا اور "مبیر" میں تنوین تعظیم کی ہے جس کا معنی بہت ہلاک کرنے والا اس سے مراد "حجاج بن یوسف" ہے' جس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد کو شہید کرایا جن میں کچھ صحابہ کرام تھے اور کچھ تابعین تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا "وأما المبير فلا أخالك أياه" اس میں کچھ قلب کی صورت پائی گئی ہے اصل میں یوں ہے "فلا أخاله اياك"، راقم نے اس کے مطابق ترجمہ کیا ہے لیکن بڑا ہلاک کرنے والا میرا گمان یہی ہے کہ تو ہی ہے۔

(ماخوذ از مرقاۃ' علامہ علی قاری رحمہ اللہ' ج ۱۱' ص ۲۶۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت:

آپ کی پیدائش کی صریح روایت دیکھنے میں نہیں آئی مگر حساب سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نبوت سے آٹھ سال پہلے مکہ میں ہوئی کیونکہ آپ کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی اور حضور کی ہجرت نبوت کے تیرہ سال بعد ہوئی اور ۱۱ھ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہے' اس حساب سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش نبوت کے ظہور سے ۸ سال پہلے ہونی چاہئے۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۴۱)

تنبیہ: ظہور نبوت سے آٹھ سال پہلے والا قول سہو پر مبنی ہے' اسی لئے کہ اگر پانچ سال پہلے کہا

جائے تو یہ حساب درست بنتا ہے' کہ آپ کی پیدائش پانچ سال پہلے اور تیرہ سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں رہے' پھر ہجرت کی۔ اس لئے ہجرت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور ساٹھ سن ہجری میں ان کا وصال ہوا اس طرح ان کی عمر ۷۸ سال بنے گی۔ (راقم)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات رجب ۶۰ھ میں ہوئی اس میں تو اتفاق ہے لیکن رجب کی تاریخ کون سی تھی' اس میں اقوال ہیں:

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے ۴ رجب تاریخ لکھی ہے' اور رجب کے چار دن باقی رہتے تھے تو آپ کی وفات ہوئی یہ قول بھی ملتا ہے اور ۲۲ رجب وفات کا قول بھی ملتا ہے شیعہ اور وہابیوں کے نزدیک ۲۲ رجب والا قول زیادہ معتبر ہے۔ شیعہ حضرات ۲۲ رجب کو' کونڈوں کا ختم کراتے ہیں۔ ظاہر یہی کرتے ہیں کہ ہم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کا ختم کراتے ہیں۔ وہابی کہتے ہیں کہ وہ شیعہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی مناتے ہیں اور ان کے کونڈوں کے ختم کا مطلب یہ ہوتا کہ "معاویہ مرگیا" اس کا کونڈہ ہوگیا" کیونکہ پنجابی میں محاورہ ہے کہ جب کوئی تباہ ہوجائے تو کہتے ہیں: "فلانڑے دا کونڈہ ہوگیا"

یہ تو ان دونوں فریقوں کا معاملہ آپس میں ہے۔ ہم اہل سنت کا موقف اس میں علیحدہ ہے۔

اہل سنت کا موقف:

مسئلہ کی دار و مدار نیت پر ہے۔ جب اہل سنت و جماعت کے کچھ حضرات خالص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں تو یہ جائز ہے اور ثواب کا کام ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بھی ضروری نہیں کہ ایصال ثواب وفات کے دن ہی کیا جائے' اس لئے یہ کہنا بھی کوئی امر مانع نہیں کہ ۲۲ رجب حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یوم پیدائش بھی

نہیں اور یوم وفات بھی نہیں۔

اور یہ بھی خیال کیا جائے کہ ہم صالحین کے وفات کے دن کو ''یوم وصال'' کہتے ہیں کہ وہ دن ان کیلئے رب تعالیٰ سے اور اس کے رحمت کے فرشتوں سے ملنے کا دن ہے۔ اسی لئے ان کے سالانہ دن کو ''یوم عرس'' کہتے ہیں یعنی ''شادی کا دن۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن کو شیعہ حضرات اس لئے خوشی مناتے رہیں کہ وہ اس دن فوت ہوئے' ان کا کونڈا ہو گیا۔ اہل سنت اس لئے خوشی مناتے رہیں کہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے جا ملے ہیں۔ خوشی کی دونوں فریقوں کی وجہ علیحدہ علیحدہ ہے۔

اصل میں کونڈے کے ختم کا پنجابی کے اشعار کا قصہ ہے۔ قصہ تو لمبا ہے' مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک شخص کو خواب میں آئے کہ ۲۲ رجب کو نو پاؤ حلوہ پکاؤ اور میری روح کو ثواب پہنچاؤ تو تمہیں بہت نفع ہوگا' شرط یہ ہے کہ وہ حلوہ مٹی کے برتن (کونڈے) میں ڈالنا۔ اس نے ایسا ہی کیا تو اسے بڑا نفع ہوا' البتہ وہ حلوہ پوری گھر سے باہر نہیں نکالتے جو گھر آئے وہ کھائے' کسی پڑوسی یا قریبی رشتہ دار کے گھر نہیں بھیجنا۔ یہ رواج ہے' مسئلہ نہیں۔ ورنہ باہر نکالنا جائز ہے' کوئی غلطی نہیں' یہ قصہ بھی کوئی معتبر نہیں۔

ہمارا موقف واضح ہے:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کا ۲۲ رجب کو اہتمام کرے تو جائز ہے بلکہ ثواب ہے' خواہ ان کے وصال کا دن نہ بھی ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے دن کو خوشی کا دن کہے پھر بھی صحیح ہے کیونکہ ہمارے نزدیک ہر ایک شخص کی وفات کے دن اس کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملاقات ہوتی ہے' اس لئے وہ خوشی کا دن ہوتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت وصیت وتمنا:

"و کان عنده ازار رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و رداؤه و قميصه وشئ من شعره واظفاره فقال

كفنوني في قميصه وادرجوني في ردائه وآزروني بازاره واحشوا منخري وشدقي ومواضع السجود مني شعره وظفره وخلوا بيني وبين ارحم الراحمين''۔

(مرقاۃ المفاتیح' علامہ علی قاری رحمہ اللہ ج ۱۱ ص ۴۳۷' ۴۳۹)

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر سے باندھنے والی چادر اور اوپر اوڑھنے والی چادر اور قمیص تھی اور آپ کے کچھ بال اور ناخن تھے۔ آپ نے وصیت کی: کہ مجھے آپ کی قمیص میں کفن دینا اور مجھے آپ کی کمر سے باندھنے والے چادر باندھ دینا اور اوپر اوڑھنے والی چادر مجھے اوڑھا دینا' اور میرے ناک کے نتھنوں میں اور میری باچھوں میں اور میرے سجدہ کے اعضاء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن رکھ دینا۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا' یعنی میرا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کب قبول کیا؟

صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رکھا' فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے' وہ ظہور ایمان کے لحاظ سے کہا' جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ در پردہ جنگ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رہے اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا' حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے بلکہ بدر میں بھی کفار مکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے' اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان عباس کو قتل نہ کرے' وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حدیبیہ میں ایمان لانے کی دلیل:

وہ حدیث اس میں دلیل ہے جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت فرمائی کہ امام باقر سے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اور ان

سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے احرام سے فارغ ہوتے وقت آپ کے سر شریف کے بال مروہ پہاڑ کے پاس کاٹے' نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری شریف نے بروایت طاوس عبداللہ بن عباس سے روایت فرمائی کہ حضور ﷺ کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرہ قضاء میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد میں ہوا کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے قران کیا تھا' اور قران کرنے والے مروہ پر حجامت نہیں کراتے' بلکہ دسویں ذی الحج کو منی میں کراتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں بال کٹوائے نہیں تھے بلکہ سر منڈایا تھا" اور وہ ابوطلحہ نے حجامت کی تھی تو یقینی بات ہے کہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے سر شریف کے بال تراشنا عمرہ قضاء میں فتح مکہ سے پہلے ہوا معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

اور عذر و مجبوری اور ناواقفیت کی حالت میں ایمان ظاہر نہ کرنا جرم نہیں کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تقریباً چھ برس اپنا ایمان ظاہر نہ کیا' یہ مجبوری کی وجہ سے تھا۔ نیز اس وقت ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اسلام کو ظاہر کرنا اور اس کا اعلان کرنا ضروری ہے لہٰذا اس ایمان کو پوشیدہ رکھنے میں نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض ہو سکتا ہے نہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر۔ ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ فتح مکہ کے مؤمنین میں سے ہیں' نہ مؤلفۃ القلوب میں سے۔ (راقم)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ نے فتح ہونے پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطاء فرمایا۔ اگر آپ مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں تو آپ فتح مکہ کے مومنوں میں سے ہوئے نہ کہ پہلے اسلام والوں میں سے۔

جواب:

حضور ﷺ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ عطاء شاہی عطیہ تھا' نہ کہ تالیف قلب کی بناء پر' جیسے حضور ﷺ نے بحرین کے مال آنے پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تنہا مال عطا فرمایا کہ وہ اٹھا نہ سکے۔ اس بادشاہی عطا سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہوں' غرضیکہ عطایا نبویہ اور ہیں' اور تالیف قلب کچھ اور چیز۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ عطیہ عطایا نبویہ سے ہے' تالیف قلب کیلئے نہیں۔

ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو یہ عطیہ دیا گیا وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تالیف قلب کا سبب بن گیا' جیسے حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن اعلان فرما دیا تھا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے امان ہے۔ گویا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو دارالامان بنا دیا' یہ صرف حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے تالیف قلب کیلئے تھا۔

(از تطہیر الجنان و حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۴۲، ۴۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدت حکومت:

"روى ابن عباس وابو سعيد تولى الشام بعد أخيه يزيد في زمن عمر ولم يزل بها متوليا وحاكما الى ان مات وذلك اربعون سنة منها في ايام عمر أربع سنين أونحوها ومدة خلافة عثمان وخلافة على وابنه الحسن وذلك تمام عشرين سنة ثم استوثق له الأمر بتسليم الحسن بن على اليه في سنة احدى وأربعين ودام له عشرين سنة"

"حضرت ابن عباس اور ابوسعید (رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی یزید بن سفیان کی وفات کے بعد شام کے حاکم (گورنر) بن گئے پہلے یزید بن ابی سفیان وہاں کے حاکم تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال بحیثیت گورنر حاکم رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور حکومت کے چار سال تقریباً اس کے بعد حضرت عثمان' حضرت علی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم کے

دورِ خلافت میں آپ شام کے گورنر رہے۔ جب آپ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت کی باگ ڈور عطاء کر دی تو اس کے بعد آپ مستقل خلیفہ اور امیر المومنین بن گئے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، علامہ علی قاری رحمہ اللہ، ج ۱۱ ص ۴۳۷)

حضرت امیر معاویہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما میں وجہ اختلاف:

"وما جرى بين معاوية وعلي رضي الله عنهما كان مبنيا على الاجتهاد لا منازعة من معاوية في الأمامة اذ ظن علي رضي الله عنه ان تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يؤدي الى اضطراب امر الأمامة في بدايتها فرأى التاخير أصوب وظن معاوية ان تاخير أمرهم مع عظم جنايتهم يوجب الاغراء بالائمة ويعرض الدماء للسفك وقد قال أفاضل العلماء كل مجتهد مصيب وقال قائلون المصيب واحد ولم يذهب الى تخطئة علي رضي الله عنه ذو تحصيل أصلا"۔

(احیاء العلوم ج اول ص ۷۵ کتاب قواعد العقائد، الرکن الرابع فی السمعیات وتصدیقہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما أخبر عنہ)

"حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے کی وجہ "اجتہاد" تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکومت کا کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کثیر تعداد میں ہیں، مختلف قبائل کے لوگ ہیں، آپ پر حملہ کرنے والوں کی ایک یلغار تھی۔ اسلئے اگر ابھی ان سے انتقام لیا گیا تو حکومت کی ابتداء میں ہی حاکم کیلئے مشکلات پیدا ہوں گی اسلئے اس معاملہ میں تاخیر زیادہ بہتر ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ اگر ان کے معاملہ میں تاخیر کی گئی یعنی قاتلینِ عثمان سے جلدی انتقام نہ لیا گیا اور ان کے عظیم جرم کے باوجود اگر تاخیر کی گئی تو ان لوگوں کو ائمہ (حکام) پر مظالم کو موقع ملتا رہے گا، یہ بڑے

دلیر ہو جائیں گے، حکام کا خون بہاتے رہیں گے۔ ان دونوں حضرات کے اجتہادی اختلاف کا موقف اپنی اپنی جگہ صحیح تھا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ صرف ایک اجتہاد درست تھا، کسی ایک نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو خطاء سے تعبیر نہیں کیا۔"

علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے خوبصورت بیان فرمایا:

اور شارحین ومحدّثین نے اجتہادی اختلاف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اجتہادی خطاء کی نسبت کی اور درست اجتہاد کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی، لیکن علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو یہ بیان کیا کہ علماء محصّلین یعنی کامل علم پر دسترس رکھنے والے حضرات نے دونوں صحابہ (حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما) کے اجتہاد کو درست کہا کہ ہر ایک کا موَقف اپنی اپنی جگہ پر درست تھا کسی ایک کے اجتہاد کو بھی خطاء سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دوسرے علماء کاملین کا قول بھی ذکر کر دیا کہ دونوں اجتہادوں میں سے ایک اجتہاد درست تھا۔

اس کے بعد خوبصورت کلمات علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کامل ایمان، کامل محبت صحابہ کرام اور کامل عقل پر دلالت کر رہے ہیں کیا خوب بیان فرمایا:

" ولم يذهب الى تخطئة علي رضي الله عنه ذو تحصيل أصلا"

"اور علماء محصّلین میں سے کوئی ایک بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطاء کی طرف نہیں گیا۔"

یعنی علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اجتہاد میں خطاء ہو جانے کی نسبت بھی حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں کی۔ شاید انہوں نے یہ ادب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے سیکھا ہوگا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم بڑے ہو یا کہ رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خوبصورت جواب دیا "ھو اکبر منی وانا أسن منہ" مجھ سے بڑے تو وہی ہیں، البتہ عمر میری زیادہ ہے۔

پنجابی زبان میں خاوند کو "خصم" کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو یوں پکارے "اے میری ماں کے خصم!" تو اسے بے ادب اور باپ کا گستاخ کہا جاتا ہے، اور اگر کہے "اے میرے ابا جان!" تو اسے باادب بیٹا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑے سلیقے والا اور عقلمند ہے۔

اختلاف بھڑکائے گئے:

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مہاجرین وانصار کے اتفاق رائے سے خلیفہ برحق مقرر ہوئے، لیکن چند وجوہات کی بناء پر قاتلینِ عثمان غنی سے قصاص نہ لیا جاسکا۔ یہ خبریں شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچیں انہوں نے پیغام بھیجا کہ خلیفۃ المسلمین کا خاص مدینہ شریف میں شہید کر دیا جانا، بہت ہی اہم معاملہ ہے۔ ازراہِ کرم سب سے پہلے قاتلین پر قصاص جاری کیا جائے، لیکن کچھ مجبوریوں کی بناء پر قصاص نہ لیا جاسکا۔ ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ معاذ اللہ دیدہ دانستہ قصاص لینے میں کوتاہی فرما رہے ہیں، اس قتل میں "نعوذ باللہ" ان کا ہاتھ ہے۔ بلکہ خود ان کے قاتلین کو پولیس یا فوج میں بھرتی کرلیا گیا، غرضیکہ کچھ فساد پھیلانے والے لوگوں (عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے منافقین ساتھیوں) نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ذہن نشین کر دی کہ (حضرت) علی المرتضی رضی اللہ عنہ جان بوجھ کر قصاص جاری کرنے میں چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے برابر قصاص کا مطالبہ رہا، ابھی تک نہ آپ کی خلافت کا انکار تھا نہ اپنی حکومت علیحدہ کرنے کا خیال صرف خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ تھا۔

آخر نوبت یہاں تک کہ امیر معاویہ کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلافت کے لائق نہیں اور وہ خلافت کی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہیں کر سکتے کیونکہ اتنے بڑے اہم خون کا قصاص نہ لیا جا سکا تو دیگر انتظامی امور کیا ادا ہو سکیں گے؟ اختلاف کی اصل بنیاد یہ تھی باقی سارے اختلافات اس جڑ کی شاخیں تھیں دیگر تمام حضرات کی وجہ مخالفت بھی یہی قتلِ عثمان تھا۔ اب صحابہ کرام کی تین جماعتیں ہوگئیں:

① ایک وہ جو غیر جانبدار رہے، کسی طرف جنگ میں شریک نہ ہوئے، جیسے عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن سلام وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

② بعض وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف رہے، جیسے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت محمد ابن طلحہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔

③ بعض جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے معاون ہوئے، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام حق پرساتھی رضی اللہ عنہم۔

عجیب اتفاق:

خیال تو کرو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے خلاف اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے سپاہی تھے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اس جنگ میں غیر جانبدار رہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا۔

اعتراض:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبہ کا کیا حق تھا؟ خون کا بدلہ ہر شخص تو نہیں مانگتا، صرف مقتول کے ولی کو حق ہے۔

جواب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے اور خلیفہ عام رعایا کا ولی ہوتا ہے۔ بادشاہِ

اسلام کے خون کے قصاص کا مطالبہ ہر مسلمان کر سکتا ہے، ورنہ پھر کسی بادشاہ کی جان بلکہ کسی حاکم کا خون بھی محفوظ نہ ہوگا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نسبی لحاظ سے بھی ولی تھے کیونکہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریب ترین رشتہ دار تھے، اسلئے کہ امیہ ابن عبد شمس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ بیان کیا جا چکا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب دیکھئے:

"عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف۔"

واضح ہوا کہ حضرت عثمان ابن عفان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا شجرہ نسب امیہ پر مل جاتا ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قصاص عثمان کے مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ وہ ان کے ولی ہیں، اور آپ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی اور فرمایا: اگر آپ نے قصاص نہ لیا تو ملک کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مالک ہو جائیں گے۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۵:۳۳)

"اور جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہوگی۔" (کنز الایمان)

دیکھو! عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس مطالبہ کی حمایت کی اور اس آیہ کریمہ سے استدلال فرمایا۔

(کتاب تطہیر الجنان ص ۱۱۱، امیر معاویہ ایک نظر میں ص ۷۶،۷۵)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری، بھیروی رحمۃ اللہ علیہ:

نے اختلاف صحابہ کو بہت خوبصورت انداز پر یوں بیان فرمایا:

"دنیا میں غلط فہمیوں کی وجہ سے بسا اوقات متقی اور پارسا لوگوں کے تعلقات بھی کشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق کدورت اور ملال پیدا ہو جاتا

ہے کیونکہ ان کی یہ مخالفت اور باہمی رنجش نیک نیتی پر مبنی ہوتی ہے، اس لئے جب قیامت کے دن انہیں جنت میں داخل ہونے کا اذن ملے گا تو ان کے آئینہ قلب سے ان رنجشوں اور کدورتوں کا غبار صاف کر دیا جائے گا اور وہ سابقہ مخالفتوں کا کوئی اثر محسوس نہیں کریں گے۔

"ویروی عن علی رضی اللہ انہ قال ارجو ان اکون انا وعثمان وطلحۃ والزبیر من الذین قال اللہ تعالی فیھم ونزعنا، الخ"
(ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ، ج ۲، ص ۳۰،۳۱)

"حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے کہ مجھے توقع ہے کہ میں اور عثمان، اور طلحہ اور زبیر انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔"

جب رب تعالیٰ راضی، تو تیری مخالفت کا کیا نقصان؟

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ایک آدمی ان کے پاس آکر کہنے لگا میں امیر معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے معاویہ نے حضرت علی سے جنگ کی۔ امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا:

"ویحك ان رب معاویۃ رحیم وخصم معاویۃ خصم کریم فأیش (فای شیء) دخولك انت بینھما رضی اللہ عنھما"۔
(البدایہ والنہایہ، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ، ج ۸ ص ۱۳۱ ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

"تیری بربادی! بیشک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رب رحیم ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مدمقابل (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کریم ہیں اور رب تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہے (کہ وہ دونوں صحابی ہیں) تو تجھے ان دونوں کے درمیان دخل اندازی کی کیا ضرورت ہے؟"

مقام تعجب یا مقام افسوس!

صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ راضی اور امام حسن رضی اللہ عنہ راضی اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ صلح کیلئے راضی ہو گئے لیکن شان اہل بیت بیان کرنے کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تیر اندازی کرنے والا احمق نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کو تو آپ دیکھ چکے ہیں۔ آئیے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی کوشش کو بھی دیکھتے چلے جائیں۔

حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح:

طبقات ابن سعد سے مختصر کر کے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا:

"جب کوفہ میں دونوں طرف سے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں آمنے سامنے آگئیں تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے شامیوں نے قرآن پاک بلند کیا تاکہ مزید خون ریزی سے دونوں فوجیں بچ جائیں۔ قرآن پاک بلند ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے تلوار چلانے سے ہاتھ اٹھالیا۔ صلح کرنے کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو مُنصف (ثالث) مقرر کیا۔ دونوں طرف سے ایک معاہدہ لکھا گیا کہ آئندہ سال ۳۸ھ میں مقام اذرح میں متفقہ اجلاس کر کے اصلاح امت کی تدابیر کریں، غرضیکہ اس تحریری معاہدہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ اور دوسرے حضرات اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء مترجم ص ۲۰۲ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت)

صلح کیلئے مُنصِف مقرر کرنے پر خارجیوں کی مخالفت:

کوفہ پہنچ کر خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کی اور کہا: "اِنِ الْحُکْمُ

اِلَّا لِلّٰہِ" (فیصلہ صرف اللہ کا ہے) کسی دوسرے کا فیصلہ کرنا اور کسی کو منصف وثالث مقرر کرنا ہم نہیں جانتے۔ اس کے بعد یہ تمام خارجی کوفہ کے ایک مشہور مقام حروراء میں بغاوت کیلئے جمع ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا جنہوں نے خارجیوں سے بحث ومباحثہ کر کے ان کو شکست دی، غرضیکہ یہ تمام خارجی وہاں سے چل دیئے۔ ان میں سے کچھ خارجی مقام نہروان میں مقیم ہو گئے جو مسافروں کی آمد ورفت میں مزاحمت کرتے ان کا مال لوٹتے اور انہیں ایذاء دیتے تھے۔ چنانچہ ۳۸ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان پہنچ کر ان خارجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

(تاریخ الخلفاء مترجم ص ۲۰۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت)

ان میں ہی وہ شخص تھا جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی بتادیا تھا کہ ایک وہ شخص قتل ہوگا، جس کا ہاتھ ناقص ہوگا اور اس کا اگلا حصہ بازو کے پاس پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان علامات والے شخص کو مقتولین کی لاشوں میں تلاش کرنے کیلئے کہا، اس کی لاش مل نہیں رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود گئے حکم دیا کہ لاشوں کو اوپر سے ہٹایا جائے نبی کریم ﷺ کا ارشاد سچا ہے، وہ ضرور ملے گا ایسا ہی ہوا کہ اس کی لاش مل گئی۔

خوارج کا اعتراض:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب خوارج کے پاس گئے تو انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس لئے منصف مقرر کرنا جائز نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو منصف مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے پھر جانا ہے اس لئے وہ دونوں مشرک ہو گئے۔ "معاذ اللہ ثم معاذ اللہ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

آپ نے قرآن پاک کی آیہ کریمہ کو بطور دلیل پیش کیا:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ○

(سورۃ النساء۵:۳۵)

''اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑنے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کرا دے گا' بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔'' (کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خارجیوں کے سامنے جب یہ آیۂ کریمہ پیش فرمائی اور دلیل یہ قائم کی کہ میاں بیوی کے جھگڑے کو مٹانے کیلئے دونوں طرفوں سے منصف مقرر کرنے کا خود رب تعالیٰ نے حکم دیا تو یقیناً جب زوجین کے درمیان منصفین مقرر کرنا شرک نہیں تو اتنے بڑے معاملہ کو سلجھانے کیلئے اور فساد کو مٹانے کیلئے منصفین مقرر کرنا شرک نہیں' بلکہ رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس شاندار اور پائیدار دلیل کو سن کر پچیس ہزار خارجیوں میں سے بیس ہزار نے توبہ کر لی' صرف پانچ ہزار اپنے غلط موقف پر قائم رہے' جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کرا دیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا دارومدار اس پر تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" اپنی جگہ پر درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہے کہ ذاتی حکم اور ذاتی فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن رب تعالیٰ نے خود زوجین کے جھگڑے میں منصف مقرر کرنے کی اجازت دے کر حکم اور فیصلہ کا حق اپنے بندوں کو عطاء کر دیا یعنی ذاتی حکم رب تعالیٰ کا ہی ہے اور عطائی حکم بندوں کو بھی حاصل ہے۔

تنبیہ:

جنگ صفین وغیرہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا پنچ (منصف) مقرر کر دیا کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح کرا دیں۔ منصفین نے صلح کی کوشش کی جو کامیاب نہ ہو سکی' اور حال یہ ہو گیا کہ خلافت کو تقسیم کر دیا گیا۔ عراق وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور شام وغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ کوفہ مقرر ہو گیا' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ دمشق مقرر ہو گیا۔ (ماخوذ از روح المعانی و تفسیر نعیمی)

آخرکار صلح بھی ہو گئی:

جھگڑے یا جنگ و جدال کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اختلاف رائے کا جھگڑا و جنگ اسے ''اختلاف'' کہتے ہیں' جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام سے جھگڑا' یا حضرت سارہ و ہاجرہ علیہما السلام کا اختلاف۔

(۲) ذاتی عداوت کا جھگڑا جیسے عام جھگڑے و فسادات' اسے ''خلاف'' کہتے ہیں۔

(۳) مذہبی جھگڑے و جنگ جیسے مسلمانوں کا کفار سے لڑنا' اسے ''جہاد'' کہتے ہیں۔

پہلی قسم کا جھگڑا نہ کفر ہے اور نہ فسق' بلکہ غلطی ہے' جسے منصفین کے ذریعے ختم کرا دیا جاتا اور صلح کرا لی جاتی ہے۔

دوسری قسم کا جھگڑا ''فسق'' ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہیں' اور رب تعالیٰ نے فرمایا ''وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ'' اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کا بدلہ جہنم ہے۔

تیسری قسم کے جھگڑے کا نام ''جہاد'' ہے' جو عبادت ہے۔ حضرات صحابہ کرام کی آپس میں جنگیں پہلی قسم کی ہیں یعنی اختلاف' اسی لئے امیر معاویہ و حضرت علی کی' اور امام حسن و امیر معاویہ (رضی اللہ عنہم) کی آخر میں صلح ہو گئی لہٰذا وہ سب متقی ہیں' کوئی ان میں فاسق نہیں۔ وہاں اختلاف رائے یہ تھا کہ امیر معاویہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ خونِ عثمان کا قصاص مقدم ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ استحکام خلافت مقدم

ہے۔ جب برادران یوسف علیہ السلام باوجود اختلاف کے ہدایت کے تارے ہیں۔ تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی اختلاف کے باوجود ہدایت کے تارے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر نعیمی ج۵ ص۵۹)

خارجیوں کا دوسرا اعتراض یہ تھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی ہے لیکن اپنے مخالفین کی بیویوں اور بچوں کو قید نہیں کیا، اور نہ ہی ان کا مال لوٹا۔ اگر وہ لوگ کفار ہیں تو ہمارے لئے ان کے مال اور ان کی جانیں حلال ہیں، اور اگر وہ مسلمان ہیں تو ہمارا ان کو قتل کرنا حرام ہے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اس مسئلہ میں مبہم ہے، جو ہمیں قبول نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

آپ نے خارجیوں کو کہا: تم جو یہ کہتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ میں قیدی مردوں کو غلام نہیں بنایا اور قیدی عورتوں کو لونڈیاں نہیں بنایا، اس کے متعلق سنو! آؤ میں تمہیں بتاؤں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ فوجیوں سے قتال کیا۔ اگر تمہارے کہنے کے مطابق عورتوں کو لونڈیاں بنایا جاتا تو ام المومنین (مومنوں کی ماں) کو لونڈی بنا کر ان سے وہ معاملات جائز رکھے جاتے جو لونڈیوں سے رکھے جاتے ہیں، تو کیا مومن اپنی ماں سے یہ سلوک جائز سمجھ سکتا تھا؟ ہاں! اگر کوئی یہ جائز سمجھتا تو وہ کافر ہو جاتا، پھر آپ نے ان لوگوں سے پوچھا: کیا میں نے درست جواب دے دیا ہے؟ تو انہوں نے اقرار کیا: ہاں! واقعی آپ کا جواب درست ہے۔

حضرت ابن عباس کے جواب پر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کے ارشادات کی تائید:

استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا اشرف سیالوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

محاربین جمل وصفین کے متعلق مرتضوی عقیدہ:

تمام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے متعلق مرتد اور کافر یا منافق ہونے کا عقیدہ رکھنا تو

دور کی بات ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے تو ان حضرات کے متعلق بھی یہ نظریہ نہ اپنایا جو آپ کے ساتھ حرب وقتال اور جنگ وجدال کے مرتکب ہوئے، بلکہ فرماتے ہیں وہ ہمارے بھائی ہیں، جو اپنے خیال میں حق پر ہیں اور اس وجہ سے ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں، جیسے کہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا صحابی اور خادمِ خاص ابوالعباس عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی اپنی کتاب قرب الاسناد ص۴۵ پر رقمطراز ہے:

(۱) "عن جعفر عن ابیه ان علیه السلام کان یقول لأهل حربه انا لم نقاتلهم علی التکفیر لهم ولم نقاتلهم علی التکفیر لنا ولکنا رأینا انا علی حق ورأوا أنهم علی حق"

"یعنی امام جعفر صادق اپنے باپ حضرت امام محمد باقر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کے متعلق فرماتے تھے کہ ہم نے ان سے اس وجہ سے جنگ نہیں کی کہ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں اور نہ ہم نے ان سے اس وجہ سے قتال کیا کہ وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں لیکن اس حرب قتال کا موجب یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور ان کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔"

"جعفر عن ابیه ان علیا علیه السلام لم یکن ینسب أحدا من اهل حربه الی الشرک ولا الی النفاق ولکن یقول هم اخواننا بغوا علینا"

(قرب الاسناد ص۴۵)

"یعنی حضرت امام جعفر صادق اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی شرک یا منافقت کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی،

(یعنی انہوں نے اپنے اجتہاد کی وجہ سے ہم
پر زیادتی کی ہے)۔"

اوراس بغاوت کا منشاء بھی بتادیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا اور ہمیں خطاء کا مرتکب، جبکہ ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو "نہج البلاغہ" میں مندرج خطبہ میں اس طرح بیان فرمایا:

"وكان بدء أمرنا انا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة ولا نستزيدهم فی الايمان بالله والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا الأمر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان ونحن منه براء۔"

(نہج البلاغۃ، مصری جلد ثانی ۱۵۱)

"ہمارے امر کی ابتداء یہ تھی کہ ہم اور اہل شام کی ایک قوم باہم ملاقی ہوئے (ایک دوسرے کے آمنے سامنے آگئے اور صف آراء ہوگئے) اور یقینی بات ہے کہ ہمارا رب ایک ہے، ہمارا نبی ایک ہے اور اسلام میں ہمارا دعوی ایک جیسا ہے" نہ ہم ان پر اپنے آپ کو زائد سمجھتے ہیں ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں (یعنی اللہ تعالی پر ایمان لانے میں اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں ہم اپنے آپ کو ان پر زائد نہیں سمجھتے) اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو ہم سے ایمان وتصدیق میں زائد اور بلند سمجھتے ہیں، ہمارا معاملہ ایک ہے اور جملہ امور میں متحد ومتفق ہیں، ماسوائے خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے جس میں ہم باہم مختلف ہوگئے ہیں، اور حقیقت حال یہ ہے کہ ہم ان کے خون سے بریٔ الذمہ ہیں۔"

الغرض حضرت امیر المومنین علی المرتضی رضی اللہ عنہ جب محاربین (اپنے ساتھ لڑائی

کرنے والوں) کو اپنے جیسا مؤمن سمجھتے ہیں اور ایمان وتصدیق میں اپنے ہم پلہ سمجھتے ہیں، مشرک وکافر نہیں سمجھتے اور نہ ہی منافق بلکہ صرف اور صرف خطائے اجتہادی کے مرتکب سمجھتے جو اپنے زعم اور خیال میں حق پر تھے۔ لیکن واقع ونفس الامر میں خطاء پر اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ خطاء اجتہادی کی بناء پر مؤاخذہ نہیں ہوتا تو ان ائمہ کرام کے نزدیک جب ان حرب وقتال کے مرتکب حضرات کا مقام یہ ہے تو دوسرے حضرات مہاجرین وانصار اور تابعین بالاحسان کا مقام کس قدر بلند وبالا ہوگا اور ان کا ایمان، ایقان اور اخلاص ووفاء کیونکر محل شک وشبہ اور مورد طعن وتشنیع ہوگا۔ لہذا شیعہ حضرات کا تین صحابیوں کے علاوہ سب مہاجرین وانصار کو مرتد قرار دے دینا سراسر لغو اور باطل ہے اور آیات قرآن مجید، احادیث رسول علیہ السلام اور ارشادات عالیہ ائمہ کرام علیہم الرضوان کی تکذیب ہے، العیاذ باللہ تعالی جو کسی بھی ایمان واسلام کے دعویدار کے لائق نہیں۔ (تحفہ حسینیہ جلد سوم ص ۸۳،۸۵)

"قال علی رضی الله عنه قتلای وقتلی معاوية فی الجنة"
(رواہ الطبرانی، تطہیر الجنان ص ۱۹)

"حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ ہماری جنگ میں میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے قتل ہونے والے جنتی ہیں۔"

(جنتی تب ہیں جو دونوں طرف سے قتل ہونے والے شہید ہیں، ورنہ آپ ایک طرف کے مقتولین کو جنتی کہتے اور دوسری طرف کے مقتولین کو جنتی نہ کہتے۔ (راقم)

"قتلانا وقتلاهم فی الجنة"
(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۵، ص ۳۰۳)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین جنتی ہیں۔"

سبحان اللہ! حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے کیا خوب ارشادات ہیں۔ علی علی کے نعرے، شان اہل بیت بیان کرنے کے دعوے، صحابہ کرام پر تبرے، اقوال علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے انحراف نہیں تو اور کیا ہے؟ آیئے! مخلص مومنو! ان مداریوں کے جال میں نہ پھنسنا یہ تو

تمہارے ایمان کو برباد کر بیٹھیں گے۔

خارجیوں کا تیسرا اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کرتے ہوئے اپنے نام سے "امیر المومنین" کا لفظ کیوں مٹادیا؟ کیا وہ امیر المومنین نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

آپ نے ان کو بتایا کہ اگر صلح میں کوئی لفظ رکاوٹ بن رہا ہو تو اسے صلح کی خاطر کاٹنا جائز ہے۔ اسلئے کہ منصفین چاہتے تھے کہ کسی فیصلہ تک پہنچنے سے پہلے کسی کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ نہ ہو تو آپ نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لفظ مٹانے کا حکم دے دیا' یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے نام سے "رسول اللہ" مٹادیا تھا اور محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ کیونکہ جب کفار نے اعتراض کیا کہ ہم اگر "محمد رسول اللہ" مانتے تو عمرہ کرنے سے نہ روکتے' ہم تو محمد رسول اللہ نہیں مانتے بلکہ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ تم محمد ابن عبداللہ ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی رکاوٹ کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں "محمد رسول اللہ" بھی ہوں' اور محمد بن عبداللہ بھی۔ لہٰذا "رسول اللہ کی جگہ "ابن عبداللہ" لکھ لیا جائے۔

یہ جواب دینے کے بعد آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم میرے جواب سے مطمئن ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ کے ان جوابات کے بعد خوارج کی اکثریت تائب ہوگئی' جیسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ (خارجیوں کے اعتراضات اوران کے جوابات ماخوذ از فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۵ البنایۃ للعینی ج ۹ ص ۴۲۷ ص ۴۲۸)

خارجیوں کی سازش:

عبداللہ بن ملجم مرادی اور برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن ابی بکر تمیمی ان تین خارجیوں نے مکہ میں باہمی معاہدہ کیا کہ تین اسلامی برتر شخصوں کو شہید کردیں گے۔

چنانچہ عبداللہ بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور برک ابن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمر بن ابی بکر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا ہدف بنانے کا اقرار کیا، اور عہد و پیمان کیا کہ ایک مقررہ رات میں گیارہ یا سترہ رمضان کو شہید کردیں گے۔

اس قول وقرار کے بعد ہر ایک اس شہر کی جانب روانہ ہوگیا' جہاں اس کے ہدف سکونت پذیر تھے۔ دوسرے دونوں اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے' لیکن عبداللہ بن ملجم سیدھا کوفہ پہنچا اور اپنے دیگر ساتھی خارجیوں سے مل کر اپنا ارادہ ان پر ظاہر کردیا کہ جمعہ کی رات بتاریخ ۱۷ رمضان ۴۰ھ حضرت علی کو شہید کرے گا۔

جب ابن نباح موذن نے آکر کہا: نماز! نماز! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے لوگوں کو نماز پڑھنے کیلئے بلانے کی خاطر روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا، جس سے آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی' اور تلوار بھیجہ پر جا کر ٹھہری۔ اسی دوران لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کاری زخم کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ وہفتہ کے دن بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات کو آپ کا وصال ہوگیا۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) نے آپ کو غسل دیا' حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی رات کو ہی کوفہ کے دار الامارۃ میں آپ کو دفن کردیا گیا۔ اس کے بعد ابن ملجم کو ایک ٹوکرہ میں رکھ کر نذر آتش کردیا اور وہ جل کر خاکستر ہوگیا۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت)

خارجیوں کے اعتراضات کی عربی عبارت:

"قالوا احداهن أنه حكم الرجال فی دين الله وقد قال تعالى ان الحكم الا لله قلت هذه واحدة، قالوا واما الثانية فأنه قاتل ولم يسب ولم يغنم فان كانوا كفارا فقد حلت لنا نسأوهم وأموالهم وان كانوا مؤمنين فقد حرمت علينا دماؤهم قلت هذه اخرى قالوا وأما الثالثة فأنه محا نفسه من امير المؤمنين فان لم يكن امير المؤمنين فانه يكون

امیر المؤمنین "۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۵)

تنبیہ:

اعتراض کو بالترتیب ذکر کر دیا گیا' پہلے اعتراض و جواب کا خلاصہ زیادہ حصہ اس کا علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ الخلفاء سے لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات جن پر خوارج نے اعتراض کیا:

"عن جعفر عن ابیه قال أمر علی منادیه، فنادی یوم البصرة لا یتبع مدبر ولا یذفف علی جریح ولا یقتل أسیر ومن اغلق بابا فهو آمن ومن القی سلاحه فهو آمن ولم یأخذ من متاعهم شیأ"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۱۸)

"حضرت امام جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان کرنے والے شخص کو بصرہ کے دن ارشاد فرمایا: کہ تم اعلان کر دو کسی پیٹھ پھیر کر جانے والے کا پیچھا نہ کرو' اور زخمی کو نہ مار ڈالنا' اور قیدی کو قتل نہ کرنا' جس نے درواہ بند کر لیا وہ امن میں ہے' اور جس نے ہتھیار ڈال دیئے وہ امن میں ہے' اور ان کے سامان سے کوئی چیز (مال غنیمت کے طور پر) نہ لینا۔"

"عن الضحاك ان علیا لما هزم طلحة واصحابه أمر منادیته ان لا یقتل مقبل ولا مدبر ولا یفتح باب ولا یستحل فرج ولامال"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۱۱)

"ضحاک کہتے ہیں: بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شکست دی تو اعلان کرنے والے کو کہا: اعلان کر دو کہ اب کسی کو قتل نہ کیا جائے' خواہ وہ آگے بڑھ رہا ہو یا پیچھے ہٹ رہا ہو' اور (جنگ کا) دروازہ نہ کھولا جائے' کسی کو لونڈی نہ بنایا جائے' اور کسی کا مال غنیمت نہ بنایا جائے۔"

"عن شقیق بن سلمة ان علیا لم یسب یوم الجمل ولم یقتل جریح"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۰۷)

"شقیق بن مسلمہ کہتے ہیں: بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن نہ کسی کو قیدی بنایا اور نہ ہی زخمیوں کو قتل کرایا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مخالفین کیلئے روتے اور دعاء کرتے:

"عن ابی جعفر قال جلس علی واصحابه (یوم) یبکون علی طلحة وزبیر"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۰۹)

"حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ایک دن بیٹھ کر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو یاد کر کے رو رہے تھے۔ (حالانکہ یہ دونوں آپ کے مدمقابل تھے)"

"عن عبد الله بن محمد قال مر علی علی قتل من اهل البصرة فقال اللهم اغفرلهم"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۱۹)

"حضرت عبد اللہ بن محمد فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کے مقتولین سے گزرے (تو ان کے حق میں دعاء کرتے ہوئے رب تعالی کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! ان کی بخشش فرما"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ کی حکومت کو ناپسند کرنے سے منع فرمانا:

"قال علی رضی الله عنه ایها الناس لا تکرهوا أمارة معاویة والله اوقد فقد تموه لقد رأیتم الرؤس تندر من کو اهلها کالحنظل"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۲۶)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! (حضرت) معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو' قسم ہے اللہ تعالی کی! اگر تم ان کی حکومت کو ضائع کر دیا تو تم دیکھو گے کہ کتنے ہی سر کندھوں سے جدا کئے جا رہے ہیں جیسے اندرائن (تمہ) کو اس کی بیل سے جدا کیا جاتا ہے۔"

جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہار افسوس:

"عن ابی صالح قال قال علی یوم الجمل وددت انی کنت مت قبل ھذا بعشرین سنة"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۱۹)

"ابو صالح فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کاش کہ میں اس سے بیس سال پہلے فوت ہو جاتا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اظہار افسوس:

"عن عبد اللہ بن عبید بن عمیرا قال قالت عائشة وددت انی کنت رطبا ولم اسر سیری"
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۱۷)

"عبد بن عبید بن عمیر کہتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کاش کہ میں درخت کی سبز شاخ ہوتی، اس (جنگ کی) راہ پر نہ چلتی۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کو روکنے کا حکم دیا:

جنگ کے بند کرنے کا حکم دینا درحقیقت افسوس کا اظہار تھا، جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک سامنے لا کر جنگ کو بند کرنے کی درخواست بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے پیش کی گئی۔

آیئے! ذرا دیکھئے! کن جذبات کا اظہار کیا گیا:

"ھذا حکم کتاب اللہ بیننا وبینکم من الشام بعد اھلہ من لثغور الشام أھلہ من لثغور العراق بعد اھلہ"۔
(کامل فی التاریخ، حافظ ابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ ج ۳، ص ۱۶۱، تتمہ امر الصفین، دار الحدیث قاہرہ)

"یہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن پاک حکم (بفتح الحاء) یعنی منصف وفیصل ہے، کون شام کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا اہل شام کے بعد، اور کون عراق کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا اہل عراق کے بعد۔"

یعنی اگر اہل شام (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے) اس جنگ میں قتل ہو گئے تو شام کی سرحدوں کی غیر مسلموں سے کون حفاظت کرے گا، اور اگر حضرت علی

رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے اہل عراق ہماری جنگوں میں قتل ہو گئے تو عراق کی سرحدوں کی غیر مسلموں سے کون حفاظت کرے گا۔ "قد فنی الناس فمن للثغور؟ ومن لجھاد المشرکین والکفار"
(البدایہ والنہایہ لحافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ ج ۷ ص ۲۷۹ بحث خروج الخوارج)

جنگ بندی کی درخواست کی ضرورت کیوں درپیش آئی؟

جب حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی جنگ ہو رہی تھی تو مسلمانوں کے آپس میں اختلاف کو دیکھتے ہوئے شاہ روم نے کوشش کی کہ مسلمانوں کے خلاف صف بندی کر کے ان کو ختم کر دیا جائے، تو اس کے ناپاک ارادہ کا جواب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس جرأت سے دیا وہ بھی دیکھئے اور اسی سے سمجھ لیجئے کہ جنگ بندی کی طرف رغبت کی وجہ بھی یہی تھی، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کو جو کہا وہ تا قیامت مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہے:

"واللہ لئن لم تنتہ وترجع الی بلادك یا لعین لاصطلحن أنا وابن عمی علیك ولأخرجنك من جمیع بلادك ولاضیقن علیك الأرض بما رحبت فعند ذلك خاف ملك الروم وانكف"۔
(البدایہ والنہایہ لحافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ ج ۸ ص ۱۱۹ ذکر ترجمہ معاویة بن ابی سفیان، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کو خط لکھا اور اسے بتایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! اگر تو باز نہ آیا اور اے لعنتی! تو اپنے شہروں کی طرف نہ لوٹا تو میں اپنے چچا کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح کر لوں گا، تمہیں سب شہروں سے نکال دوں گا، اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تجھ پر تنگ کر دوں گا، آپ کی اس دھمکی سے شاہ روم ڈر گیا اور اپنے ناپاک ارادہ سے باز آ گیا۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے دعاء:

"رحم الله ابا الحسن كان والله كذلك"۔

"اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے کرے، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی وہ اسی طرح تھے۔ (یہ پہلے تفصیلاً راقم نے ذکر کر دیا ہے)

(الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۰۹، تذکرہ علی بن ابی طالب)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"كان علی والله كالليث اذا دعا، و كالبدر اذا بدا، و كالمطر اذا عدا، فقال له بعض من حضر انت افضل ام علی فقال خطوط من علی خير من آل ابی سفيان"۔

(نفائس الفنون لمحمد بن محمود آملی بحوالہ الناهیة ص ۳۳)

"قسم ہے اللہ تعالیٰ کی علی شیر کی طرح تھے جب پکارتے تھے اور جب سامنے آئے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوتے۔ جب کثیر عطاء کرتے تو بارش کی طرح نظر آتے، حاضرین میں سے کسی نے پوچھا: تم افضل ہو یا علی؟ آپ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے (قدموں کے) نشان بھی آل سفیان سے افضل ہیں۔"

حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی یاد میں رونا شیعہ کا اعتراف:

آیئے! شیعہ حضرات کے مجتہد سید ہاشم بحرانی کو دیکھئے، وہ کیا تحریر کر گئے؟

"فذرفت دموع معاوية علی لحيته فما يملكها وهو ينشفها بكمه وقد اختنق القوم بالبكاء ثم قال معاوية رحم الله ابا الحسن كان والله كذلك"۔

(حلیۃ الابرار، ج ۱، ص ۳۴۵)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدہ سنا تو آپ کی یہ کیفیت ہوگئی کہ آپ کے آنسو جاری ہوگئے جو آپ کی داڑھی پر پڑے، آپ ان کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ آپ اپنے آنسوؤں کو آستین سے صاف کر رہے تھے،

اور قوم کے حاضرین کے گلے بھی رونے کی وجہ سے بند ہو رہے تھے، پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ! ابوالحسن حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، قسم ہے اللہ کی وہ انہی اوصاف کے مالک تھے۔"

خدارا! فرمان رسول اللہ ﷺ سے انحراف نہ کیجئے:

① "عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ كان علی حراء وابو بكر وعمر وعثمان وطلحة والزبير فتحركت الصخرة فقال اهدأ فما عليك الا نبی أو صديق أو شهيد"۔

(مسلم ج ۲، مشکوۃ مناقب العشرۃ)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حراء (پہاڑ) پر تھے، آپ کے ساتھ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) بھی تھے، چٹان (پہاڑ) جھوما۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ) ساکن ہو جا! یعنی رک جا، تجھ پر نہیں مگر نبی اور صدیق اور شہید۔"

کیا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں تھے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے ان کو شہید نہیں کہا؟ جب وہ شہید ہیں اور یقیناً شہید ہیں، میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کا غیبی علم ان کی شہادت کو روز روشن کی طرح یقینی بنا رہا ہے۔

اب اگر کوئی ظالم صحابہ کرام کو ظالم کہے تو وہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا منکر ہے۔ منکر حدیث اپنا انجام خود ہی سمجھ لے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حاکمیت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی، کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

② "عن معاوية قال مازلت اطمع فی الخلافة منذ قال لی رسول الله ﷺ يا معاوية ان ملكت فاحسن"۔

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت سے اپنے حاکم بننے کی امید کر رہا تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے

(ابن ابی شیبہ' ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۷۷)

معاویہ! اگر تم خلیفہ بن جاؤ تو احسان کرنا۔"

﴿۳﴾ "عن عبد الله بن عمر قال قال معاوية والله ما حملني على الخلافة الاقول النبي ﷺ يا معاوية ان وليت أمرا فاتق الله وأعدل فما زلت أظن اني مبتلى بعمل لقول النبي ﷺ اخرجه البيهقي"۔

(ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۸۷)

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مجھے خلافت کے قبول کرنے پر نہیں ابھارا مگر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی نے' آپ نے فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں (مسلمانوں کے) امر کا والی بنایا جائے (حاکم بنایا جائے) تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا' میں اس وقت سے گمان کر رہا تھا کہ مجھے اس کام میں مبتلاء ہونا پڑے گا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے۔"

﴿۴﴾ "عن عائشة ان النبي ﷺ قال معاوية كيف بك لوقد قمصك الله قميصا يعني الخلافة فقالت ام حبيبة يارسول الله وان الله قمص أخي قميصا قال نعم ولكن فيه هنات وهنات وهنات"۔

(اخرجہ الطبرانی، ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۳۷۸)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے معاویہ کو فرمایا: تمہارا کیسا حال ہوگا (یعنی تم کیا کرو گے) اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں (حکومت کی) قمیص پہنائی دی (ام المومنین) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو قمیص پہنائے گا؟ (یعنی کیا واقعی حکومت عطاء کرے گا؟) آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس میں فساد ہوگا' اس میں فساد ہوگا' اس میں فساد ہوگا۔"

﴿۵﴾ "عن عائشة ان النبي ﷺ قال يا معاوية ان الله ولاك من امر هذه الأمة فانتظر ما انت صارع قالت ام حبيبة او يعطي الله أخي قال نعم وفيها هنات هنات هنات۔"

(اخرجہ ابن عساکر' ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۷۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس امت کے امر (حکومت) کا والی بنائے گا' تو انتظار کرو۔ ابھی سے چلانا نہ شروع کر دینا (یعنی ابھی سے اعلان نہ کر دینا) (ام المومنین) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو (حکومت) عطاء کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (عطاء کرے گا) لیکن اس میں فساد ہوں گے' فساد ہوں گے' فساد ہوں گے۔"

شاید نبی کریم ﷺ نے تقدیر پر نظر رکھتے ہوئے' اسے ظاہر نہ کرنے کا حکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا کیونکہ آپ نے فیصلہ تقدیر سے پہلے ہی سنا رکھا تھا کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں جنگ ہوگی دونوں کا دعوی ایک ہوگا (یعنی دونوں ہی لڑائی میں اپنا اپنا دعوی شرعی بیان کر رہے ہوں گے)۔ (راقم)

۶ "عن أبي هريرة ان النبي ﷺ قال يا معاوية ان وليت أمرا فاتق الله واعدل قال فمازلت أظن اني مبتلى بعمل لقول النبي ﷺ حتى ابتليت"۔

(اخرجہ احمد، ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۷۸)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ! اگر تمہیں والی حکومت بنادیا گیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے اس وقت سے گمان کر رہا تھا کہ مجھے حکومت کے معاملہ میں مبتلاء ہونا ہی پڑے گا' یہاں تک کہ میں اس میں مبتلاء ہو ہی گیا۔''

۷ "عن الحسن (البصري) عن معاوية قال قال لي رسول الله ﷺ اما انك ستبتلي امر أمتي بعدي فاذا كان ذلك فاقبل من محسنهم وتجاوز من مسيئهم فمازلت ان أرجوها حتى قمت مقامي هذا"

(اخرجہ ابن عساکر' ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۷۸)

''حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک تم میری امت کے معاملات (حکومت) میں میرے بعد مبتلاء ہوگے' جب تمہیں یہ منصب ملے تو احسان کرنے والے (بھلائی کے کام کرنے والے) کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور برائی سے درپیش آنے والے سے درگذر کرلو۔ میں اسی وقت سے (حکومت) کی امید رکھتا تھا' یہاں تک میں اس مقام پر قائم ہو گیا۔''

۸ "عن الحسن بن علي قال سمعت عليا يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتذهب الايام والليالي حتى يملك معاوية"۔

(اخرجہ الدیلمی' ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۷۸)

''حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' دن رات نہیں ختم ہوں گے' یہاں تک کہ معاویہ بادشاہ بن جائیں گے۔''

۹ "عن سلمة بن مخلد قال سمعت النبي ﷺ يقول لمعاوية اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد ووقه العذاب"

(اخرجہ ابن سعد وابن عساکر، ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ص ۲۷۸)

''سلمہ بن مخلد کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' معاویہ کیلئے آپ دعاء فرمارہے تھے۔ اے اللہ! اس کو کتاب اللہ کا علم عطاء کر' اور شہروں میں طاقت دے (حاکمیت عطاء کر) اور اسے عذاب سے بچا۔''

اگر فرمان مصطفوی ﷺ کا پتہ ہوتا تو معاویہ سے لڑائی نہ کرتا: (فرمان علی رضی اللہ عنہ)

"عن عروة بن نعيم قال جاء اعرابي الى النبي ﷺ فقال صارعني فقال له معاوية انا صارعك فقال النبي ﷺ لن يغلب معاوية ابدا فصرع الاعرابي فلما كان يوم صفين قال علي لو ذكرت هذا الحديث ما قاتلت معاوية۔"

(اخرجہ ابن عساکر، ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم ۲۷۸)

''عروہ بن نعیم فرماتے ہیں: ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا' اس نے کہا: میرے ساتھ کشتی کر کے مجھے بچھاڑ دو' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہارے ساتھ کشتی کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہرگز کوئی شخص معاویہ پر کبھی بھی غالب نہیں آئے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کی جنگ میں کہا: اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔''

حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ راضی رہے:

"عن عمر قال ما احد أحق بهذا الأمر من هؤلاء النفر الذين توفى رسول الله ﷺ وهو عنهم راض فسمى عليا وعثمان والزبير وطلحة وسعدا وعبد الرحمن"

(رواہ البخاری، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ، ص ۵۶۵)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی ایک اس امر خلافت کا حق دار ان لوگوں سے زیادہ نہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے جانے تک راضی رہے۔ پھر حضرت عمر نے حضرت علی، اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور سعد اور عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہم) کے نام ذکر کئے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حواری:

"عن جابر قال قال النبی ﷺ من یاتینی بخبر القوم یوم الأحزاب قال الزبیر انا فقال النبی ﷺ ان لکل نبی حواریا وحواری الزبیر۔"

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ، ص ۵۶۵)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا: کون ہے کی خبر لائے؟ حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں (خبر لاؤں گا) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ بیشک ہر نبی کے حواری (خصوصی مددگار) ہوتے ہیں، اور میرا حواری زبیر ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر کے متعلق فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان:

"وعن الزبير قال قال رسول الله ﷺ من يأتي بني قريظة فيأتيني بخبرهم فانطلقت فلما رجعت جمع لي رسول الله ﷺ ابويه فقال فداك أبي وأمي۔"

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ، ص ۵۶۵)

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو بنی قریظہ کے پاس جائے اور ان کی خبر میرے پاس لائے؟ تو میں چلا، جب میں واپس لوٹا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا یعنی یہ کہا میرے ماں باپ تم پر قربان۔''

اعتراض:

دوسری حدیث اس کے مخالف نظر آتی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرمایا میرے باپ تم پر قربان، آیئے! حدیث پاک دیکھئے:

"عن علی قال ما سمعت النبی ﷺ جمع أبويه لأحد الالسعد بن مالك فانی سمعته يقول يوم أحد يا سعد أرم فداك أبی وأمی"۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ، ص ۵۶۵)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے کسی ایک کیلئے ماں باپ کو جمع کیا ہو، سوائے سعد بن مالک کے۔ بیشک میں نے غزوہ احد کے دن آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اے سعد! تیر چلاؤ میرے باپ وماں تم پر قربان۔''

پہلا جواب:

"قيل الجمع بينه وبين خبر الزبير ان عليا لم يطالع على ذلك"۔

(مرقاۃ، علامہ علی قاری رحمہ اللہ، ج ۱۱)

''اس کا جواب یہ دیا گیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس روایت اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت وخبر پر مطلع نہیں ہوئے جس کی وجہ سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا، جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے۔''

دوسرا جواب:

"او اراد بذلك تقييده بيوم احد" "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احد کے دن کا ذکر فرمایا کہ میں نے احد کے دن کسی ایک کیلئے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی ایک کیلئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا ہو سوائے سعد ابن مالک کے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کیلئے بنی قریظہ کی خبر لانے پر آپ نے اپنے ماں باپ کو قربان کیا۔ دونوں واقعات علیحدہ علیحدہ ہیں اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔

تیسرا جواب:

والظاهر الا طلاق المقيد بنفي السماع بلا واسطة وهو لا ينافى انه اطلع على تفديه الزبير بواسطة الغير۔

(لمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

"ظاہر یہ ہے کہ آپ کا ارشاد سننے کی نفی پر محمول ہے کہ آپ نے بلاواسطہ براہ راست کسی اور کیلئے نہیں سنا، اس سے بالواسطہ (کسی اور واسطہ سے) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کیلئے ماں باپ کے قربان کرنے کے سننے کی نفی نہیں ہوسکتی۔"

فائدہ:

حضرت سعد کے باپ کا نام مالک اور کنیت ابووقاص ہے۔ دوسری حدیث سے یہ واضح ہورہا ہے۔

"عن سعد بن وقاص انى لأول العرب رمى بسهم فى سبيل الله" (بخاری، مسلم، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ، ص ۵۶۵)

"سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک عرب میں سے میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلائے۔"

یعنی سب سے پہلے سریہ میں جس میں ساٹھ مہاجرین صحابہ کرام تھے، ان کے امیر عبید بن حارث رضی اللہ عنہ تھے۔ اس سریہ میں سب سے پہلے تیر چلانے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ (ماخوذ از مرقاۃ، علامہ علی قاری رحمہ اللہ، ج ۱۱)

"عن عبد الرحمن ابن عوف ان النبى ﷺ قال ابو بكر فى الجنة وعمر فى الجنة وعثمان فى الجنة وعلى فى الجنة وطلحة فى الجنة والزبير فى الجنة وعبد الرحمن بن عوف فى الجنة وسعد ابن ابى وقاص فى الجنة وسعيد بن زيد فى الجنة وابو عبيدة بن الجراح فى الجنة"۔

(رواہ الترمذی، ورواہ ابن ماجۃ عن سعید بن زید، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ، ص ۵۶۶)

"حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر جنت میں ہوں گے، اور عمر جنت میں ہوں گے، اور عثمان جنت میں ہوں گے اور علی جنت میں ہوں گے، اور طلحہ جنت میں ہوں گے اور زبیر جنت میں ہوں گے اور عبد الرحمٰن بن عوف جنت میں ہوں گے اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہوں گے اور سعید بن زید جنت میں ہوں گے اور ابوعبیدہ بن جراح جنت میں ہوں گے۔"

ابن ماجہ نے یہی روایت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

احمقوں کی جنت میں بسنے والے ہوش میں آئیں:

نبی کریم ﷺ تو حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو جنتی کہیں، اے ظالم! تو ان کو ظالم کہے، کیسی حماقت۔ آیئے! دیکھئے احمق لوگ یوں کہتے ہیں: یار بات کہنے کی نہیں چھوٹا منہ بڑی بات ہے اہل بیت کو سب نے ہی جی بھر کر ستایا برسوں کے رضی اللہ عنہ نے ایسی حرکتیں کہ توبہ بھلی۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر (عشرہ مبشرہ والے) اور جنگ جمل وصفین کے تمام وہ لوگ جو حضرت عائشہ یا معاویہ کے ساتھی تھے سب ہی اہل بیت کی عداوت سے بھرپور تھے۔ سب نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نبرد آزمائی کی۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر ۹۰)

یہ ہے گستاخان صحابہ کرام کی شان اہل بیت کا بیان، جن کو نبی کریم ﷺ جنتی کہیں، ان کو نام نہاد مبلغین شان اہل بیت بیان کرنے کی آڑ میں ظالم، وہی تو خود ظالم ہیں "لعنة الله على الظالمين" کا مصداق یہی جاہل مبلغین ہیں۔

شان طلحہ وابن زبیر بروایت علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) میں دیکھئے:

"وعن علی قال سمعت اذنی من فی رسول الله ﷺ یقول طلحة والزبیر جارای فی الجنة" (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب' مشکوۃ باب مناقب العشرۃ)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ (مبارک) سے فرماتے ہوئے ہو سنا طلحہ اور زبیر کو جنت میں میرا کامل قرب حاصل ہوگا۔''

"قوله جارای فی الجنة وهو كناية عن كمال قربهماله"۔ (حاشیہ مشکوۃ) "جارای فی الجنة" کا اگرچہ ظاہری معنی یہ ہے کہ وہ دونوں جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے، لیکن کنایۃً (پوشیدہ مراد) تقریباً مجازی معنی یہ ہے کہ ان دونوں کو میرا کامل قرب حاصل ہوگا۔

"وعن جابر قال نظر رسول الله ﷺ الی طلحة بن عبید الله قال من أحب ان ینظر الی رجل یمشی علی وجه الارض وقد قضی نحبه فلینظر الی هذا وفی روایة من سره ان ینظر الی شهید یمشی علی وجه الارض فلینظر الی طلحة بن عبید الله"۔
(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھا تو فرمایا جس شخص کو پسند ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس نے اپنی نذر کو پورا کردیا وہ اس شخص کو دیکھے' دوسری روایات میں ہے کہ جسے یہ پسند آئے کہ وہ زمین پر چلتے ہوئے شہید کو دیکھے تو وہ طلحہ ابن عبید اللہ کو دیکھے۔''

وضاحت حدیث:

"قال السیوطی فی مختصر النهایة النحب النذر كأنه الزم نفسه ان یصدق اعداء الله فی الحروب فوفی به"
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۶۲)

''علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مختصر النہایۃ میں ذکر فرمایا ہے کہ ''نحب'' کا معنی ہے نذر ماننا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ جب غزوہ ہوا تو کافروں کو پتہ چل جائے گا کہ میں ان سے کیسے مقابلہ کرتا ہوں تو آپ نے نذر کو پورا کردیا۔''

" وجرح ببضع وثمانین جراحة " آپ کے جسم پر اسی سے زائد زخم آئے تھے۔
''حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ احد کے دن نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے' اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر فداء کررہے تھے' آپ خود فرماتے ہیں:

"عقرت یومئذ فی سائر جسدی حتی عقرت فی ذکری"۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۶۳)

''کہ اس دن میرا تمام جسم زخمی ہوگیا تھا یہاں تک کہ میرا ذَکر بھی زخمی ہوگیا تھا۔''

وأقول الروایة الثانیة یحتمل ان تکون ایماء الی حصول الشهادة فی مآله الدالة علی حسن خاتمته وکماله۔

''علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوسری روایت سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کو شہادت حاصل ہوئی ہے ان کا خاتمہ اچھا ہوگا ان کو کمال حاصل ہوگا۔''

"وقتل الزبیر بوادی السباع بقرب البصرة منصرفا تارکا للقتال وکذلك طلحة اعتزل الناس تارکا للقتال فأصابه سهم فقتله"۔
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۵۸)

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کے قریب وادیٔ سباع میں شہید کردیا گیا، جب آپ (صلح کے بعد) لڑائی چھوڑ کر واپس لوٹ رہے تھے، اسی طرح حضرت طلحہ بھی لڑائی چھوڑ کر لوگوں سے جدا ہوکر علیحدہ ہوگئے تھے اسی حال میں ان کو بھی ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہوگئے۔''

فائدہ: مفکرِ اسلام مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ الازہری' بھیروی فرماتے ہیں:

"لم یزل رسول الله ﷺ شبرا واحدا بل وقف فی وجه العدو وهو یرمی عن قوسه او بحجر حتی تحاجزوا"
(الامتاع' علامہ مقریزی' ج اول ص ۱۲۱)

"حضور ﷺ ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے بلکہ دشمن کے سامنے کھڑے رہے اور اپنی کمان سے دشمن پر تیروں کی بارش کرتے رہے اور پتھر پھینکتے رہے یہاں تک کے دشمنوں کا منہ پھیر دیا۔"

ان حالات میں صحابہ کرام میں سے کون کون حضرات حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے اس کے بارے میں علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

"وثبت معه خمسة عشر رجلا ثمانية من المهاجرین هم ابوبکر وعمر وعبد الرحمن بن عوف وعلی ابن ابی طالب وسعدابن ابی وقاص وطلحة بن عبید الله وابوعبیدة بن جراح وزبیر بن العوام ' ومن الانصار سبعة حباب بن المنذر وابودجانة وعاصم بن ثابت وحارث بن صمة واسید بن حضیر وسعد بن معاذ وسهل بن حنیف ولم یقتل منهم أحد۔"
(الامتاع ج ۱ ص ۱۲۱)

"اس وقت سرکار دوعالم ﷺ کے ساتھ پندرہ حضرات ثابت قدم رہے' جن میں آٹھ مہاجر تھے ان کے نام یہ ہیں: ابوبکر' عمر' عبد الرحمٰن بن عوف' علی بن ابی طالب' سعد بن ابی وقاص' طلحہ بن عبیداللہ بن ابوعبیدہ جراح' زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہم) سات انصار تھے: حباب بن منذر' ابودجانہ' عاصم بن ثابت' حارث بن صمۃ' اسید بن حضیر' سعد بن معاذ' سہل بن حنیف (رضی اللہ عنہم) اور ان میں سے کوئی آدمی مقتول نہیں ہوا"۔

معلوم ہوا کہ یہ جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت صدیق اکبر' حضرت فاروق اعظم اور علی مرتضی (رضی اللہ عنہم) بھی ہیں' اس نازک وقت میں اپنے آقا کے پاس موجود تھے۔
(منقول از ضیاء النبی ج ۳ ص ۵۶۷' ۵۶۸)

ان سب حضرات نے نذر مان رکھی تھی کہ ہم نبی کریم ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں

گے' خواہ ہمیں اپنی جان ہی قربان کیوں نہ کرنی پڑے۔ سب نے نذر پوری کردی لیکن ان سب میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے جسم پر دشمن کے وار سے اسی سے زیادہ زخم ہونے کی وجہ سے نمایاں رہے' اور ان کی خصوصی تعریف رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بھی احد کے دن کے جانثاران کریم ﷺ میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی تعریف کرتے ہیں:

"وکانت الصحابة رضی الله عنهم اذا ذکر یوم أحد قالوا ذاك یوم کان کله لطلحة۔"
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۶۳)

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب احد کے دن کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے یہ دن تو مکمل طلحہ کو ہی حاصل ہوا یعنی حضرت طلحہ نے اپنے جسم کو تیروں' تلواروں سے چھلنی کرا کے غزوہ احد کے عظیم ثواب کو حاصل کرلیا۔"

اعتراض:

تم کہتے ہو امیر معاویہ کاتب وحی تھے' حالانکہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"وهو احد الذین کتبوا لرسول الله ﷺ وقیل لم یکتب له من الوحی شیئا انما کان یکتب له کتبه۔"
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۳۸)

"امیر معاویہ ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی کتابت کی' بعض حضرات نے کہا ہے کہ امیر معاویہ نے وحی کی کتابت نہیں کی بلکہ خطوط انہوں نے لکھے' اس لئے ان کو کاتب وحی کہنا غلط ہے۔"

جواب:

راقم نے پہلے ذکر کردیا ہے کہ آپ کا کاتب وحی ہونا معتبر کتب سے ثابت ہے۔ اگر بالفرض آپ کا کاتب وحی ہونا ثابت نہ ہو بلکہ کاتب خطوطِ رسول ﷺ ثابت ہو جائے تو

کیا یہ کم مرتبہ ہے۔ اگر یہ بھی نہ ثابت ہو تو کیا صحابی رسول اللہ ﷺ ہونا کم مرتبہ ہے؟ لیکن بیہودہ اعتراض بار بار نظر آرہا تھا تو خیال کیا کہ کچھ کتب کی ورق گردانی کر کے کچھ حوالہ جات جمع کر لئے جائیں تا کہ محبانِ صحابہ کرام کے کام آسکیں، بغض رکھنے والوں کا تو سوائے موت کے کوئی علاج نہیں۔

﴿۱﴾ "والرابعة أنه كاتب رسول الله ﷺ وذكر الامام مفتی الحرمین احمد بن عبد الله بن محمد الطبری فی خلاصة السیر ان کتابه ﷺ ثلاثة عشر الخلفاء الأربعة وعامر بن فهیرة وعبد الله بن ارقم وابی بن کعب وثابت بن قیس بن شماس وخالدبن سعید بن العاص وحنظلة بن الربیع الاسلمی وزید بن ثابت ومعاویة بن أبی سفیان وشر حبیل بن حسنة وكان معاوية وزيد الزمهم لذلك واخصهم به " انتهى " وما قيل ان كتابة الوحى غير ثابت فمردود يقول الأمام احمد بن محمد القسطلانی فی شرح صحیح البخاری ولفظه معاویة بن أبی سفیان صخر ولد حرب کاتب الوحی لرسول الله ﷺ"۔

"چوتھی وجہ فضیلت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں یہ پائی جاتی ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ امام مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری اپنی کتاب خلاصۃ السیر میں بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کے کاتب تیرہ تھے، چار خلفا راشدین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم) اور عامر بن فہیرہ، اور عبداللہ بن ارقم اور ابی بن کعب اور ثابت بن قیس بن شماس اور خالد بن سعید بن العاص اور حنظلہ بن ربیع الاسلمی اور زید بن ثابت اور معاویہ بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ۔ ان تمام میں سے معاویہ اور زید زیادہ با قاعدگی سے کتابت کے کام پر ہی مقرر تھے، اور ان تمام میں سے اس کام کیلئے ان دونوں کو ہی خاص کیا گیا تھا انتہی۔"

(الناھیۃ عن طعن امیر المومنین معاویۃ، علامہ عبدالعزیز احمد بن حامد پرہاروی ص ۱۶،۱۵)

اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا کاتب وحی ہونا ثابت نہیں، یہ مردود

ہے۔ اس لئے کہ امام احمد بن محمد قسطلانی شرح التوفی ۹۲۳ھ صحیح بخاری میں ثابت کیا ہے کہ آپ کاتب وحی تھے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے "معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے۔

﴿۲﴾ ومعاوية بن ابی سفیان الخلیفة صحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی "۔ (تقریب التہذیب لحافظ ابن حجر عسقلانی التوفی ۸۵۲ ج ۲ ص ۵۹۲ ذکر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

"معاویہ بن ابی سفیان خلیفہ اور صحابی ہیں آپ نے فتح مکہ سے پہلے (حدیبیہ کے موقع پر) اسلام قبول کیا اور آپ نے وحی کی کتابت کی (یعنی آپ کاتب وحی تھے)۔"

﴿۳﴾ "قال ابو نعيم كان معاوية من كتاب رسول الله ﷺ حسن الكتابة فصيحا حليما وقورا وقال المدايني كان زيد بن ثابت يكتب الوحى و كان معاوية يكتب للنبى ﷺ فيما بينه وبين العرب اى من وحى وغيره فهو أمين رسول الله ﷺ على وحى ربه ونا هيك بهذه المرتبة الرفيعة"۔

"ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے آپ کا بہت خط خوبصورت تھا۔ آپ فصیح بردبار اور باوقار شخصیت تھے۔ مدائنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عرب کی طرف خطوط بھی لکھتے تھے اور وحی بھی لکھتے تھے۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کے آپ کے رب تعالیٰ کی وحی لکھنے کے امین تھے، آپ کا یہ بلند مرتبہ تمہیں کافی ہے۔"

(تطہیر الجنان ص ۱۰ الحافظ احمد بن حجر الھیتمی المکی رحمہ اللہ التوفی ۹۷۴ھ)

یقین کیجئے کہ جو امین ہوا سے اپنا منشی و کاتب رکھا جاتا ہے، خائن کو کبھی منشی و کاتب نہیں بنایا جاتا پھر خاص کر وحی کا کاتب تو یقیناً امانت دار ہی ہوتا تھا۔ کسی کو یقین نہ آئے تو بے

یقینوں کو یقین دلانا تو ہمارے بس کی بات نہیں علامہ مدائنی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مسئلہ اس پر ختم کر دیا آپ کا یہ بلند مرتبہ ہمارے لئے کافی ہے کسی کو آپ کا بلند مرتبہ نہ سمجھ آئے تو راقم کیا کرے۔

(۴) "معاوية صاحبه وصهره لأنه أنه اخو زوجته ام حبيبة بنت أبی سفيان أم المؤمنين و كاتبه لماثبت أحد كتابه ﷺ وأمينه على وحيه لأنه بعد ان استكتبه كان يكتب ما ينزل عليه من الوحی ولو يستأ منه ما استكتبه الوحی۔

(نسیم الریاض، شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۶۹ھ ج ۳ ص ۴۳۰ من توقیرہ وبرہ وتوقیر اصحابہ)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں، اور آپ کے سسرالی رشتہ دار یعنی آپ کے سالے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت أبی سفیان کے بھائی ہیں اور آپ کے کاتب تھے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے ایک کاتب ہیں، اور آپ کی وحی کے امین تھے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے آپ کو امین سمجھ کر ہی آپ سے وحی کی کتابت کرائی۔ اگر آپ امین نہ ہوتے تو آپ سے وحی کی کتابت نہ کرائی جاتی۔"

خیال رہے کہ علامہ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تطہیر الجنان میں نسیم الریاض کا حوالہ دیا ہے۔ (راقم)

(۵) (معاوية بن ابی سفيان) خال المؤمنين و كاتب وحی رب العالمين"۔

(تاریخ مدینہ دمشق، ج ۵۹ ص ۵۵ ترجمہ معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مؤمنوں کے ماموں ہیں (کیونکہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں) اور رب العالمین کی وحی کے کاتب تھے۔"

(۶) "معاوية ابن أبی سفيان خال المؤمنين و كاتب وحی رب العالمين۔"

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مؤمنوں کے ماموں ہیں اور رب العالمین کی وحی کے کاتب ہیں۔"

ذرا آگے یوں بیان کیا:

"والمقصود ان معاوية كان يكتب الوحی لرسول الله ﷺ مع غيره من كتاب الوحی رضی الله عنهم"۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۲۰، ۲۱)

"مقصود یہ ہے کہ بیشک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وحی کی کتابت آپ کے دوسرے وحی کی کاتبوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔"

(۷) "والمقصود منه ان معاوية كان من جملة الكتاب بين يدی رسول الله ﷺ يكتبون الوحی"۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۱۱۹ ترجمہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

"مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ بیشک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کاتبوں میں سے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے وحی کی کتابت کرتے تھے۔"

(۸) "ان معاوية كان يكتب بين يدی رسول الله ﷺ رواه الطبرانی واسناده حسن"۔

"بیشک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھتے تھے۔"

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۵۹۴ باب ماجاء معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

جہاں بھی سامنے لکھنے کا ذکر ہو رہا ہے اس سے مراد محققین علماء کرام نے وحی کی کتابت ہی لی ہے۔

(۹) "قال بعضهم كان معاوية وزيد بن ثابت رضی الله عنهما ملازمين للكتابة بين يدی رسول الله ﷺ فی الوحی وغيره لاعمل لهما غير ذلك۔"

"بعض اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وحی اور غیر وحی کی کتابت کو لازم پکڑ رکھا تھا، ان دونوں حضرات کا اس کے بغیر اور کوئی کام نہیں تھا۔"

(سیرۃ حلبیہ، علی بن برہان الدین حلبی، ج ۲ ص ۴۴۷ باب ذکر المشاہیر من کتابہ ﷺ)

(۱۰) "كان زيد بن ثابت من الزم الناس لذلك ثم تلاه معاوية بعد الفتح فكانا

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کام (کتابت وحی) کیلئے دوسرے لوگوں کی

"ملازمین للکتابة بین یدیه ﷺ فی الوحی وغیر ذلك لاعمل لهما غیر ذلك"

(جوامع السیرة لحافظ ابن حزم اندلسی المتوفی ۴۵٦ھ)

بنسبت زیادہ قائم رہے، پھر ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی فتح مکہ کے بعد ان سے مل گئے۔ یہ دونوں حضرات وحی اور غیر وحی کی کتابت کیلئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، اس کے بغیر ان کا کوئی کام نہیں تھا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل:

سب سے بڑی فضیلت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادی۔ اگر کوئی نہیں تسلیم کرے گا تو وہ حکم باری تعالیٰ سے انحراف کرے گا کسی مؤمن کا تو کوئی نقصان نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

(سورۃ احزاب ۲۱:٦)

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کے بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔" (کنزالایمان)

نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات ایمان والوں کی مائیں ہیں، اگر کوئی ماں کی گستاخی اس وجہ سے کرے کہ ان کا اختلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ نام نہاد سید اور نام نہاد محب اہل بیت۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بغض رکھے تو اس کے ایمان میں شک ہوسکتا ہے، بلکہ اس کے بے ایمان ہونے میں یقین ہوسکتا ہے۔

"عن أبی سلمة ان عائشة قالت قال رسول الله ﷺ یا عائش هذا جبریل یقرئك السلام قالت وعلیه السلام ورحمة الله قالت وهو یری مالا أری"۔

"حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں تم پر سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: وعلیہ

السلام ورحمۃ اللہ" (اور اس پر بھی سلام ہو اور اللہ کی اس پر رحمت ہو)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تو اسے دیکھ رہے ہیں، میں اسے نہیں دیکھ رہی۔"

(بخاری و مسلم مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

وضاحت حدیث:

"یاعائش" منادی مرخم ہے۔ اصل میں "یاعائشۃ" ہے، (اے عائشہ) یقرئك السلام "اقراء سے لیا ہوا ہے "قرأعلیه السلام" اور "اقرأہ" کا ایک ہی مطلب ہے "اولا یقال اقرأہ الا اذا کان السلام مکتوبا" (قاموس)

اگر چہ زیادہ مشہور تو یہی ہے کہ "قرأعلیه السلام" اور "اقرأہ" کا معنی یہ ہے کہ فلاں نے اس پر سلام پڑھا، یعنی سلام کہا، یا مراد یہ ہے کہ "اقرأہ" اس وقت کہا جاتا ہے جب سلام لکھ کر بھیجا جائے "واللہ اعلم بالصواب"

"(قالت) ای عائشة (وهو) ای النبی ﷺ یری مالاأری"

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ یعنی نبی کریم ﷺ تو جبریل کو دیکھ رہے ہیں لیکن میں اسے نہیں دیکھ رہی۔"

بعض شارحین نے "ھو" ضمیر کا مرجع جبریل بنایا۔ لیکن علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رد کیا:

" وابعد شارح حیث قال اویری جبریل ما لاأراہ"

"بعض شارحین کا یہ کہنا کہ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا کہ جبریل مجھے دیکھ رہا ہے، میں جبریل کو نہیں دیکھ رہی یہ معنی لینا بعید بات ہے۔"

فائدہ جلیلہ:

"واستنبط من هذا الحدیث فضل خدیجه علی عائشة لأنه ورد فی حقها

"اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ

"ان جبریل اقرأھا السلام من ربھا وھھنا من جبریل نفسه"۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۰۲)

صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جبریل نے اللہ تعالی کا سلام پہنچایا کہ اللہ ان پر سلام بھیج رہا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل نے اپنی طرف سے سلام دیا۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے حدیث کے لئے یہ الفاظ ہیں۔ "فاقرأ علیھا السلام من ربھا ومنی" حضرت خدیجہ کو سلام پہنچادو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے۔

"عن عائشه قالت قال لی رسول الله ﷺ أریتك فی المنام ثلاث لیال یجیء بك الملك فی خرقة من حریر فقال لی هذه امرأتك فکشفت عن وجهك الثوب فاذا انت هی فقلت ان یکن هذا من عند الله یمضه"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھے تین راتیں خواب میں دکھائی گئی تھی، فرشتہ تمہیں (تمہاری تصویر کو) ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لاتا رہا، مجھے اس نے بتایا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے، میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا، تو تم ہی اس (تصویر) میں تھی۔ میں نے کہا: یہ فیصلہ اللہ تعالی کا ہے تو وہ اسے جاری فرمادے۔"

وضاحت حدیث:

"ان یکن هذا من عند الله یمضه" کے کئی مطالب بیان کئے گئے ہیں:

"احدھا المراد ان تکون الرؤیا علی وجهها وظاهر لا تحتاج الی تعبیر وتفسیر یمضه الله وینجزه"۔

"ایک اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ خواب ظاہر پر مبنی ہے، کوئی اس میں تاویل نہیں تو اللہ تعالی اسے جاری کردے اور پورا کردے۔"

"اِنْ" کا لفظ جو شک پر دلالت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شک خواب کے ظاہر پر مبنی یا

کہ مجاز اور تاویل کے احتمال میں ہے۔

"وثانیها ان المراد ان کانت هذه الزوجیة فی الدنیا یمضها الله فالشك انما زوجیة فی الدنیا أم فی الجنة"۔

"دوسرا مطلب یہ ہے کہ بیشک مراد یہ ہے اگر اسے دنیا میں میری زوجیت میں لانا ہے تو اللہ تعالی اس فیصلے کو جاری فرمادے۔ شک اس میں تھا کہ یہ میری زوجہ دنیا میں ہونی ہے یا جنت میں۔"

"وثالثها انه لم یشك ولكن أخبر علی التحقیق"۔

"تیسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام شک پر مبنی نہیں، بلکہ تحقیق پر مبنی ہے مقصد یہ ہے کہ جب رب تعالی نے میرے لئے یہ فیصلہ کر ہی دیا ہے تو اسے جاری فرمادے۔"

اگر چہ تیسرے معنی کو علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن پتہ نہیں کہ راقم کو یہی کیوں پسند آرہا ہے۔ (واللہ اعلم)

ہاں! اتنی بات تینوں مطلب میں یہ واضح ہے کہ یہ فیصلہ رب تعالی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ جب رب تعالی اپنے محبوب کیلئے نیک پاکدامن زوجہ کا انتخاب کر رہا ہے تو ان سے بغض رکھے تو تیری بدقسمتی، کوئی دوسرا تیری قسمت کو سنوارے تو کیسے سنوارے؟ (ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۰۳)

حضرت فاطمۃ الزہرا کو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے محبت کرنے کا حکم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

"یا بنیه الاتحبین ما أحب قالت بلی قال فأحبی هذه"۔

"اے میری پیاری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟

عرض کیا: کیوں نہیں یعنی آپ کی پسند کو میں پسند کرتی ہوں' تو آپ نے فرمایا: کہ تم اس سے (عائشہ سے) محبت رکھو۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

واضح ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ محبت کرتے تھے' اور آپ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی حکم دیا کہ تم بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھنا۔ کیا عجیب لوگوں کے دماغ ہیں کہ دعوی محبت رسول اللہ ﷺ کا اور آپ کی محبوبہ سے بغض وعناد اور دعوی محبت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی محبوبہ ماں (یعنی ان کے باپ کی زوجہ) سے بغض رکھنا' کیا یہی شان اہل بیت ہے؟ ایسا شخص اہل بیت کی تعریف کرنے والا نہیں ہوسکتا' بلکہ اہل بیت کی تذلیل کر رہا ہے' لوگ اسے محب اہل بیت سمجھ رہے ہیں۔

"عن ابی موسی قال ما اشتکل علینا اصحاب رسول الله ﷺ حدیث قط فسألنا عائشة الاوجدنا عندها منه علما"۔

(راوه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب، مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

"حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی حدیث ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ پر مشکل نہیں ہوتی کہ ہم اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے مگر یہ کہ ہم اس کا علم ان کے پاس پاتے۔"

وضاحت حدیث:

یعنی اگر صحابہ پر کوئی حدیث مشتبہ ہوتی تو آپ وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو آپ ان کو بتا دیتیں۔ حدیث کی یا تو تاویل وتفسیر صحابہ کرام پر مشتبہ ہونے کی وجہ سے مشکل درپیش آتی یا کسی اہم مسئلہ میں کسی حدیث کا علم نہ ہوتا تو صحابہ کرام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو انہیں اس کا علم ہوتا تھا' وہ ان کو بتا دیا کرتی تھیں۔ (از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف:

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

(عائشة) "كانت فقيهة عالمة فصيحة فاضلة كثيرة الحديث عن رسول الله ﷺ عارفة بأيام العرب واشعارها روى عنها جماعة كثيرة من الصحابة و التابعين"۔
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۰۳)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فقیہہ اور عالمہ تھیں' آپ کو فصاحت کلام حاصل تھی' آپ بہت فضیلت رکھتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی کثیر احادیث کا علم رکھتی تھیں' عرب کی تاریخ کا آپ کو علم حاصل تھا' عرب کے اشعار کا علم آپ کو حاصل تھا' صحابہ کرام اور تابعین کی جماعت کثیرہ سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کب ہوئی:

"وماتت بالمدينة سنة سبع وخمسين وقيل سنة ثمان وخمسين ليلة الثلاثاء لسبع عشرة خلت من رمضان وأمرت ان تدفن ليلا فدفنت بالبقيع وصلى عليها ابوهريرة وكان يومئذ خليفة مروان على المدينة فى أيام معاوية"۔
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۰۳)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ستاون سن ہجری یا بعض کے قول کے مطابق اٹھاون سن ہجری میں ہوئی۔ منگل کی رات تھی' رمضان کے سترہ دن گذر چکے تھے' یعنی رمضان کی اٹھارویں رات تھی آپ نے حکم دیا تھا کہ مجھے رات کو دفن کیا جائے۔ آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی۔ اس وقت مدینہ طیبہ کا حاکم (گورنر) مروان تھا۔"

"عن موسى بن طلحة قال مارأيت أحدا أفصح من عائشة"۔

"حضرت موسی بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی ایک کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح نہیں دیکھا۔"

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح غریب' مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دنیا وآخرت میں زوجہ ہیں:

"عن عائشة ان جبريل جاء بصورتها في خرقة حرير خضراء الى رسول الله ﷺ فقال هذه زوجتك في الدنيا والآخرة"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بیشک جبریل ان کی (میری) تصویر ایک سبز ریشمی کپڑے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، اور کہا کہ یہ آپ کی زوجہ ہے دنیا میں اور آخرت میں۔"

فائدہ:

رب تعالی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اسی لئے بنایا کہ آپ زاہدہ، متقیہ، طیبہ وطاہرہ تھیں۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد عائشہ اہل بیت کی مخالف ہوگئیں، اہل بیت کی مخالفت کی وجہ سے ظالمہ ہوگئیں، گنہگار ہوگئیں، قابل بخشش نہ رہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ان بدحواسوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ رب تعالی نے تو بواسطہ جبریل رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی کہ یہ آپ کی آخرت میں بھی زوجہ ہوگی۔ کیا ظالمہ بھی آپ کی آخرت میں زوجہ ہوسکتی ہے؟ عقل تمہارا ساتھ کیوں چھوڑ گئی، بدحواس کیوں ہوگئے؟

"عن أبی موسی عن النبی ﷺ قال ...... فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام"۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب بدء الخلق ص ۵۰۹)

"حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عائشہ کو تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو اور طعاموں پر فضیلت حاصل ہے۔"

تنبیہ:

حضرت خدیجہ، حضرت مریم، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن میں سے کسے

فضیلت حاصل ہے، علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول یہ نقل کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سب پر فضیلت حاصل ہے، اور ایک قول یہ نقل کیا کہ حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت حاصل ہے لیکن اپنا مختار یہ بیان کیا۔

"أقول التوقف فی حق الکل أولی اذلیس فی المسئلة دلیل قطعی والظنیات متعارضة غیر مفیدة للعقائد المبنیة علی الیقینیات"۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۰۴)

"میں کہتا ہوں تمام مذکورہ عورتوں کے بارے میں توقف رکھنا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس مسئلہ میں کوئی یقینی دلیل موجود نہیں، اور ظنی دلائل متعارض ہیں (ایک دوسرے کے خلاف ظنی دلیل ہیں) جو عقائد میں فائدہ نہیں دیتے کیونکہ عقائد کی دارومدار یقینی دلیلوں پر ہے۔"

چند اعتراضات اور ان کے جوابات:

اعتراض ۱:

ملعون یزید کے باپ بانی بغاوت امیر معاویہ نے کائنات کو یزید جیسا بیٹا عطاء کیا۔

جواب:

یہ اعتراض لغو اور باطل ہے۔ بالغ اولاد اپنے قول وفعل کی خود ذمہ دار ہوتی ہے بالغ بیٹے یا بیٹیوں کے کسی قول وفعل کا ذمہ دار ان کے والدین کو نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اگر یہ قانون تسلیم کرلیا جائے تو اس کی زد میں انبیاء کرام اور اہل بیت بھی آئیں گے۔ ارشاد باری تعالی:

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

(سورۃ البقرہ ۱: ۱۲۴)

"اللہ نے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی: اور میری اولاد سے (رب نے) فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔"

ابراہیم علیہ السلام کو جب رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں امام بنانے والا ہوں یعنی تمہیں اعلان نبوت کی اجازت دینے والا ہوں، تو آپ نے عرض کی: کہ اے اللہ! میری اولاد کو بھی امام بنانا تو رب تعالیٰ نے فرمایا:

(لاینال عھدی) با لا مامة (الظالمین) الکافرین" (جلالین، ص۱۹، قدیمی کتب خانہ)

"امامت یعنی نبوت کا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا، ظالموں سے مراد کافر ہیں۔"

اور رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝

(سورۃ صافات ۳۷:۱۱۳)

"اور برکت اتاری ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا، اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔"

" والمحسن المؤمن والظالم الکافر" (تفسیر مدارک، امام نسفی بحوالہ جلالین)

"محسن سے مراد مومن اور ظالم سے مراد کافر۔"

واضح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں کوئی مومن ہیں، کوئی کافر ہیں۔ اگر فاسق اولاد سے باپ معاذ اللہ برا ہوتا ہے تو کیا کافر اولاد کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو برا کہہ کر اپنے ایمان کا جنازہ نکالے گا، کیسی عجیب عقل؟

حضرت آدم علیہ السلام کا صلبی بیٹا قابیل ہے، جس کے متعلق مفسرین کرام نے لکھا" وھو الشقی القاتل " وہ شقی قاتل تھا۔ کیا اس کی بدبختی کی زد آدم علیہ السلام پر آئے گی؟ ایسا عقیدہ کفر نہیں تو اور کیا؟ کنعان کے کافر ہونے میں تو کوئی شک نہیں، البتہ اس میں اختلاف پایا گیا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ کا کسی اور خاوند سے بیٹا ہے (راقم اسی کا قائل ہے) یا وہ نوح علیہ السلام کا صلبی بیٹا ہے، کئی مفسرین کرام نے صلبی بیٹا کہا۔ جب یہ قول مان لیا جائے تو نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کی وجہ سے کیا آپ کی شان نبوت میں فرق آئے گا؟ نہیں ایسا نہیں۔ اسلئے

کہ بیٹا کافر ہو تو باپ نبی ہو اس میں کوئی مشکل نہیں۔ سادات میں جہاں متقی پارسا لوگ ہیں وہاں بھنگی، چرسی، شرابی، بے نماز بھی ہیں۔ کیا فاسق سادات کی وجہ سے حضرت امام حسن، امام حسین، حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں کوئی اعتراض ہو سکے گا؟ نہیں، نہیں! اولاد فاسق ہو تو آباء کی شان میں کوئی فرق لازم نہیں آئے گا۔

نتیجہ واضح ہوا:

یزید کے فسق و فجور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ ہی آپ کی صحابیت میں کوئی فرق آ سکتا ہے۔ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں، صحابہ کے متعلق جنت کا رب تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے، تو مان یا نہ مان، سچا ہے فرمانِ رحمان، جس پر شاہد ہے قرآن، صحابہ کے جو ہیں گستاخان وہی تو ہیں دوزخیاں، اس میں نہیں کوئی شک اور نہ ہی گمان۔

اعتراض ۲:

بانی بغاوت معاویہ کے باپ جدی دشمن اسلام ابوسفیان نے پیغمبر سے نو جنگ کئے تو پھر تم ابوسفیان اور معاویہ کی شان کیوں بیان کرتے ہو، وہ تو قابل مذمت ہیں۔ (معاذ اللہ)

جواب:

حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں اور ان کا خاتمہ صحابیت پر ہوا رضی اللہ عنہما، رضی اللہ عنہما، رضی اللہ عنہما۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے کئی صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے اور اسلام کے دشمن تھے۔ اسلام سے جب کفر و شرک مٹ جاتا ہے تو اور کسی جرم کی کیا حیثیت ہے، آ! ذرا رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک سن۔ اگر پہلے تیرا اس حدیث پر ایمان نہیں تو اب ضد چھوڑ کر ایمان لے آ!

"عن عمرو بن العاص قال اتیت النبی ﷺ فقلت ابسط یمینك فلأ بایعك فبسط یمینه فقبضت یدی فقال مالك یا

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا: آپ اپنا دائیاں ہاتھ

عمرو قلت اردت ان اشترط قال تشترط
ماذا ؟ قلت ان یغفرلی قال اماعلمت یا
عمرو ان الاسلام یهدم ما کان قبله وان
الهجرة تهدم ما کان قبلها وان الحج
یهدم ما کان قبله"۔

(رواہ مسلم' مشکوۃ کتاب الایمان' ص ۱۴)

بڑھائیں تا کہ میں آپ سے بیعت کروں
' آپ نے اپنا دائیاں ہاتھ بڑھایا' تو میں
نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا آپ نے فرمایا: اے
عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میں
نے ارادہ کیا کہ شرط منوالوں ۔ آپ نے
فرمایا: تمہاری شرط کیا ہے؟ میں نے کہا: یہ کہ
میری مغفرت ہو جائے ۔ آپ نے فرمایا:
اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے
تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے' بیشک ہجرت اور
حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

تنبیہ:

"ان الاسلام یهدم ما کان قبله مطلقا مظلمة کانت أوغیرها صغیرة' واما الهجرة
والحج فأنهما لا یکفر ان المظالم ولا یقطع فیهما بغفران الکبائر التی بین العبد ومولاه
فیحمل الحدیث علی هدمهما الصغائر المتقدمة۔ (حاشیہ مشکوۃ)

"بیشک اسلام پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مطلقاً خواہ وہ بڑے مظالم ہوں یا چھوٹے گناہ
ہوں یعنی اسلام سے اس کا کفر وشرک اور ہر گناہ کبیرہ مٹ جاتا ہے' اسلام لانے سے پہلے
اس کی مسلمانوں کے خلاف جنگیں' اسلام کی دشمنی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی سب ہی
رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے مٹ گئیں۔

تو ابھی تک اسلام لانے کے پہلے واقعات کو اچھال کر صحابہ کرام کی شان میں
گستاخی کر رہا ہے۔ اے گستاخ صحابہ! تیری بات مانوں' یا رسول اللہ ﷺ کی بات مانوں۔
ہاں! ہاں! میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو ہی مان سکتا ہوں' تیری بات کو مان کر میں شیطان کا
پجاری نہیں بن سکتا۔

لیکن ہجرت اور حج یہ بڑے مظالم' کبیرہ گناہوں کو نہیں مٹاتے ۔ بندے اور اس
کے مولی کے درمیان بڑے گناہوں کو مٹانے میں ان دونوں یعنی حج اور ہجرت کے متعلق کوئی
قطعی دلیل نہیں پائی گئی' لہذا ان دونوں سے چھوٹے گناہوں کے معاف ہونے پر حدیث
پاک کو محمول کیا جائے گا۔

اسلام لانے کے بعد تمام صحابہ کرام خلوص دل سے اللہ تعالی اور اس کے رسول
ﷺ سے محبت کرنے والے ہوئے بلکہ دوسروں سے محبت وبغض بھی اللہ کیلئے پائے گئے۔
کسی کو مال عطا کرنے یا نہ کرنے میں بھی اللہ تعالی کی رضا کو مدنظر رکھا۔ یقیناً صحابہ کرام کا
ایمان کامل تھا' ان کے ایمان لانے کے بعد ان کے کفریہ دور کی مثالیں دینا کافروں کا انداز
ہے' یا کفر ہے۔ آیئے! صحابہ کرام کے ایمان کامل کو حدیث پاک سے سمجھئے:

"وعن أبی أمامة قال قال رسول الله ﷺ
من أحب لله وابغض لله واعطی لله ومنع
لله فقد استکمل الایمان۔"
(رواہ ابوداؤد' مشکوۃ کتاب الایمان' ص ۱۴)

"حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں: رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی رضا
کیلئے (کسی سے) محبت رکھی اور اللہ کی رضا
کیلئے کسی کو (مال وغیرہ) عطا کیا اور اللہ کی
رضاء کیلئے کسی کو نہ عطا کیا تو تحقیق اس نے
اپنا ایمان مکمل کرلیا۔"

جب سب اوصاف صحابہ کرام میں پائے گئے تو ان کے کامل ایمان کی گواہی رسول
اللہ ﷺ نے دے دی۔ اب تیرے شور مچانے سے تیرے منہ پر ہی طمانچہ لگے گا' ہوش میں آ!
ایمان کو برباد نہ کر۔

تنبیہ: جہاں تک اس اعتراض میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے "باغی بغاوت" کے
الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں' ان کا راقم تفصیلی طور پر جواب دے چکا ہے کہ بغیر وضاحت کے
کوئی باغی ہی کسی صحابی رسول اللہ ﷺ کو باغی کہہ سکتا ہے کوئی سچا اور پکا مومن تو صحابی کو باغی

نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ہم تو باغی اسے کہتے ہیں جو بادشاہ حق کی حکومت طلب کرنے کیلئے مخالفت کر رہا ہو، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت حکومت کیلئے نہیں کی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کرنے کیلئے مخالفت کی وہ بھی اجتہاد کی وجہ سے اگرچہ آپ کے اجتہاد میں خطاء تھی لیکن آپ کو اجتہادی خطاء پر بھی ثواب حاصل تھا کوئی گناہ حاصل نہیں تھا۔

اس اجتہادی خطا کی کوئی تفصیل بیان کرنے کے بعد بغاوت کہے کہ بغاوت بمعنی اجتہادی خطا کے ہے، تو اس کا قول درست ہوگا بغیر تفصیل بیان کرنے کے صحابہ کو باغی کہنے والا خود باغی ہے جیسے اللہ تعالی کو مکار کہنے والا بغیر وضاحت کے خود مکار ہے کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رب تعالی خفیہ تدبیر کرتا ہے اس نے خفیہ تدبیر کو مکر سے تعبیر کیا، تو اس شخص نے صحیح کہا ہے۔ اگر بغیر وضاحت کے کہے "رب مکر کرتا ہے" تو اس نے اردو محاورہ کے مطابق رب تعالی کی شان میں گستاخانہ لفظ ذکر کیا۔

یوں ہی اگر کوئی وضاحت بیان کرتے ہوئے کہے کہ "رب تعالی دھوکہ کی سزا دیتا ہے" اسلئے اپنی طرف اس نے "خدع" کو منسوب کرتے ہوئے فرمایا "وھو خادعھم" تو یہ شخص تو صحیح بات کر رہا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ "رب تعالی دھوکہ کرتا ہے" تو وہ شخص رب تعالی کی شان میں گستاخی کر کے خود دھوکہ بازی کر رہا ہے۔ کاش! کہ جہلا کو دین سمجھ آئے۔

حضرت ابوسفیان کو برا کہنے والو! کیا حضرت خالد بن ولید کو بھی برا کہو گے؟

آیئے، دیکھئے! خالد بن ولید اسلام لانے سے پہلے اسلام کے اور رسول اللہ ﷺ کے کیا شدید مخالف نہیں تھے؟ کیا اسلام سے پہلے کی مخالفت کو اسلام کے بعد خالد بن ولید کی طرف منسوب کر کے اپنے ایمان کو تم برباد کرو گے؟ اسے عقل کہا جائے یا حماقت۔

نمازِ خوف پڑھنے کا حکم قرآن پاک کی آیہ کریمہ میں دیکھو:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

(سورة النساء ۵:۱۰۲)

"اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف

فرما ہو، پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینہ (بارش) کے ذریعے تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لئے رہو، بیشک اللہ نے کافروں کیلئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

آیئے! اس آیہ کریمہ کا شان نزول دیکھئے:

"روی عن ابی عیاش المرزوقی وفی سبب نزول ھذہ الآیة قال کنا مع رسول اللہ ﷺ بعسفان وعلی المشرکین خالد بن ولید فصلینا الظھر فقال المشرکون لقد اصبنا غرة وفی روایة غفلة ولو حملنا علیھم وھم فی الصلوة فنزلت

"ابو عیاش مرزوقی فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ عسفان میں تھے، مشرکوں کے قائد اور ان کے سپہ سالار خالد بن ولید تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین کہنے لگے کہ ہم غافل رہے کاش کہ

الآیة بین الظهر و العصر"۔

(خازن، علامہ علی بن محمد بغدادی، ج۱، ص۵۸۷، ۵۸۸، مطبوعہ دارالفکر)

ہم مسلمانوں پر حملہ کر دیتے جبکہ یہ نماز ادا کر رہے تھے، (یعنی ان کو مکمل ختم کر لیتے) تو آیۂ کریمہ ظہر اور عصر کے درمیان نازل ہو گئی، جس میں یہ حکم دے دیا گیا کہ دو گروہ بنا لیں ایک کو آدھی نماز پڑھائیں، دوسرے دشمن کے سامنے کھڑے رہیں، پھر وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز ادا کریں، اور یہ پہلے دشمن کے مقابل کھڑے ہو جائیں۔"

خیال رہے کہ بعض روایات میں صراحۃً ذکر ہے کہ خالد بن ولید نے کہا کہ اچھا آنے والی نماز (یعنی نماز عصر) ان کو بہت زیادہ پسند ہے اور اس کی یہ زیادہ پابندی کرتے ہیں اس میں حملہ کر کے ان کو ختم کر دیں گے۔ خالد بن ولید حالت کفر میں اسلام کا اور مسلمانوں کا اور رسول اللہ ﷺ کا شدید مخالف تھا۔

اسلام لانے کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

"سماہ رسول اللہ ﷺ سیف اللہ"

(اکمال فی اسماء الرجال)

"رسول اللہ ﷺ نے آپ کا سیف اللہ نام رکھا یعنی خالد بن ولید اللہ کی تلوار ہے۔"

اسلام لانے کے بعد جنگوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کارنامے مشہور و معروف ہیں۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کفریہ حالت کی اسلام دشمنی کو ذکر نہیں کیا جاتا اور اسے ذکر کرنا بھی درست نہیں تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اپنے بغض کے تیروں کا نشانہ کیوں بنایا جا رہا ہے؟ ایک خالد بن ولید تو نہیں سینکڑوں صحابہ کرام اسلام لانے سے پہلے اسلام کے شدید دشمن تھے، سینکڑوں صحابہ کرام پہلے منافق رہے، پھر خلوص دل سے اسلام کے شیدائی بن گئے۔ لہذا مذکور اعتراض سوائے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے کے اور کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

اعتراض:

معاویہ رضی اللہ عنہ کے باپ نے بدر اور احد میں، جنگ کی جس میں حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا، تو معاویہ اور ابوسفیان کی شان بیان کرنا کیسے صحیح ہے؟ یہ تو بڑے مجرم ہیں۔

جواب:

ابھی اعتراض دوم کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ کفر کی حالت میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کو اسلام لانے اور شرف صحابیت حاصل کرنے کے بعد وجہ اعتراض بنانا حماقت ہے۔ اسلام سے تو سب گناہ مٹ گئے، اسلام کے بعد اگر کوئی اسلام سے پہلے جرائم کی وجہ سے الزام لگاتا ہے تو وہ درحقیقت نبی کریم ﷺ کے ارشاد "الاسلام یھدم ما قبلہ" (اسلام پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے) سے انحراف ہے۔

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے کفر کے دور کی جنگوں کی وجہ سے مورد الزام ٹھہرانا دوسری حماقت ہے۔

یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے، بدر کی جنگ رب تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شروع ہوئی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ابوسفیان اس تجارتی قافلہ کا قائد تھا، جو شام کے علاقہ میں تجارت کی غرض سے قافلہ گیا تھا۔ کافروں نے طے یہ کیا تھا کہ اس تجارت میں جو نفع ہو گا وہ مسلمانوں کے خلاف خرچ کیا جائے گا۔ رب تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ قافلہ کو روک لیا جائے، ان سے مال لے لیا جائے، اللہ تعالیٰ "عالم الغیب والشھادۃ" ہے جب اسے معلوم تھا کہ قافلہ تو ساحلی علاقہ سے گزر جائے گا اور وہ بڑی جنگ کا سبب بنے گا، تو یہ جنگ کس کی جانب سے شروع ہوئی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کافروں کی جنگ کا بڑا محرک ابوجہل تھا، ابوسفیان تو منع کر رہا تھا کہ ہمارا قافلہ جب صحیح سلامت واپس آ گیا ہے، تو جنگ کرنے کا کیا فائدہ؟ لیکن ابوجہل کو موت بدر میں بلا رہی تھی، اس نے کسی کی بات کو نہ مانا۔

بڑا لشکر تیار کر کے، اسلحہ سے لیس بدر میں لے آیا، اور بدر میں ہی ابوجہل قتل ہوگیا۔

احد کی جنگ کی تیاری اگرچہ کافروں کی طرف سے تھی، کافروں نے ہی حملہ کرنے کی غرض سے اپنے لشکر کو لایا لیکن صحابہ کرام کے زخمی ہونے اور شہید ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک کے شہید ہونے کی دو وجہ تھیں:

ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں مدینہ طیبہ میں ہی رہتے ہوئے دفاعی جنگ کرنی چاہئے لیکن صحابہ کرام میں بعض جوشیلے حضرات نے جذبہ جہاد کی وجہ سے مدینہ طیبہ کے باہر جنگ کرنے کو ترجیح دی، ایک یہ اجتہادی خطا سبب تھی۔

دوسری اجتہادی خطا یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے پہاڑ کے جس درہ میں پچاس صحابہ کرام کو کھڑا کیا تھا کہ تم نے یہاں سے ہٹنا نہیں، وہ حضرات احد کی جنگ کے فتح ہونے پر مال غنیمت جمع کرنے کی غرض سے درہ چھوڑ آئے، جس کی وجہ سے کافروں نے حملہ کر دیا۔

بلکہ تیسری عظیم وجہ یہ تھی کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کے مشورہ پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آج قیدیوں کو چھوڑیں گے تو پھر آنے والی جنگ میں اتنے ہی مسلمانوں کو شہید ہونا پڑے گا، صحابہ کرام نے شوق شہادت کی وجہ سے اسے قبول کیا تھا۔

اصل اس اعتراض کا جواب یہی ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی اسلام دشمنی کو اسلام لانے کے بعد موردِ الزام ٹھہرانا سوائے حماقت کے اور کچھ نہیں۔

عکرمہ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد:

"كان عكرمة شديد العداوة لرسول الله ﷺ في الجاهلية هو وأبوه، وكان فارسا مشهورا هرب حين الفتح فلحق باليمن لحقت به امرأته أم حكيم بنت الحارث بن هاشم فأتت به النبي ﷺ فلما رآه قال مرحبا بالراكب المهاجر فأسلم وذلك سنة ثمان بعد الفتح وحسن اسلامه وقال ﷺ لاصحابه ان عكرمة يأتيكم فاذا رأيتموه فلا تسبوا أباه فان سب الميت يؤذي الحي ولما اسلم عكرمة شكى قولهم عكرمة ابن أبي جهل فنهاهم رسول الله ﷺ ان يقولوا عكرمة بن أبي جهل وقال لا تؤذوا الأحياء بسبب الأموات"۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ۳، ص ۱۴۸، ۱۴۹ علی حاشیۃ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ)

"عکرمہ اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں بہت زیادہ عداوت (دشمنی) رکھتے تھے، عکرمہ مشہور شاہسوار تھا فتح مکہ کے موقع پر یہ بھاگ کر چلا گیا اور یمن میں پہنچ گیا۔ اس کی زوجہ ام حکیم بنت

حارث (جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی کریم ﷺ سے عکرمہ کیلئے امن (پناہ) کا مطالبہ کیا جسے منظور کر لیا گیا) اسے ملی اور اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عکرمہ کو دیکھا تو فرمایا "مہاجر سوار کا آنا بہت اچھا" تو عکرمہ نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کا اسلام قبول کرنا فتح مکہ کے بعد سن ۸ھ میں پایا گیا۔ انہوں نے خلوص دل سے اچھے طریقہ سے اسلام لایا، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ (کرام) کو فرمایا جب عکرمہ تمہارے پاس آئے اور تم اسے دیکھو تو اس کے باپ کو گالیاں نہ دو کیونکہ مردہ کو گالیاں دینے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسلام لانے کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی شکایت کی کہ وہ مجھے "ابوجہل کا بیٹا عکرمہ" کہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم "عکرمہ بن ابی جہل" نہ کہا کرو، مردہ (کے کفر و عداوت) کی وجہ سے زندہ کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔"

آؤ! سمجھنے کی کوشش کرو:

چند چیزوں کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے:

① عکرمہ حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کا شدید دشمن تھا۔ اپنے باپ ابوجہل سے عداوتِ

رسول اللہ ﷺ سے کم نہ تھا۔

② فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے جن چند اسلام کے دشمنوں کو "جہاں ملیں" قتل کرنے دینے کا حکم نافذ کیا ان میں "عکرمہ" بھی تھا۔

③ جب عکرمہ کی زوجہ نے اسلام قبول کر لیا تو عکرمہ کیلئے رسول اللہ ﷺ سے پناہ طلب کی، تو آپ نے یہ نہیں فرمایا: وہ تو میرا شدید دشمن ہے' اسے میں پناہ نہیں دیتا بلکہ آپ نے اپنے خصوصی وصف رحمۃ للعلمین کی وجہ سے اسے پناہ دے دی۔

④ عکرمہ ڈر کے مارے مکہ سے بھاگ کر یمن کے علاقہ میں چلا گیا لیکن جب وہ اپنی زوجہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ ابھی اسلام قبول نہیں کیا' اسلام قبول کرنے کا ارادہ ہے' دل کے ارادہ پر نبی کریم ﷺ مطلع تھے۔ ان کے آنے پر ہی آپ نے ان کو عزت عطاء فرمائی' یہ نہیں کہا: اے بھاگنے والے! اب تو آ گیا ہے' بلکہ بہت عزت والے الفاظ گرامی سے یوں فرمایا "مرحبا بالراکب المہاجر" اے ہجرت کرنے والے سوار! مرحبا (تمہارا آنا بہت ہی اچھا ہے) کیسے پیارے انداز سے فرمایا؟ اے مکہ سے یمن کی طرف ہجرت کرنے والے!

⑤ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی فرما دیا کہ اس کے باپ کو گالی نہ دینا یعنی اس کے باپ کے حق میں سخت کلامی نہ کرنا' کافر نہ کہنا تا کہ عکرمہ (رضی اللہ عنہ) کو تکلیف نہ ہو۔ کون نہیں جانتا کہ ابوجہل کافر تھا' کفر پر ہی مرا' لیکن جب بیٹے نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے اسلام کی وجہ سے اسے ایذاء (تکلیف) سے بچانے کیلئے ابوجہل کی مذمت کرنے سے بھی صحابہ کرام کو روک دیا گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ آپ کے باپ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا' وہ بھاگ کر بھی کہیں نہیں گئے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے کہ مسلمان اور صحابی رسول اللہ ﷺ کے باپ صحابی رسول اللہ ﷺ کی

زمانہ جاہلیت کی عداوت اور جنگوں کا ذکر کر کے صحابی باپ اور صحابی بیٹے کی شان میں گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟

⑥ صحابہ کرام نے "عکرمہ بن ابی جہل" کہنا شروع کیا تو اس کی وجہ سے بھی جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی کہ مجھے صرف عکرمہ کہا جائے' ابوجہل کا بیٹا نہ کہا جائے' تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو "عکرمہ بن ابی جہل" کہنے سے بھی روک دیا تا کہ عکرمہ کو ذہنی تکلیف نہ ہو۔

کاش! کسی کو مقام صحابہ کرام سمجھ میں آئے۔ کاش! کہ کسی کو احادیث نبویہ کا علم حاصل ہو جائے۔ کاش! کہ کوئی مسلمان ہو جو ارشادات مصطفویہ کو دل و جان سے مانے تو وہ کبھی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی نہیں کر سکتا' وہ کبھی صحابہ کرام کے زمانہ جاہلیت کے افعال واقوال کو طنز کا ذریعہ نہیں بنا سکتا لیکن علم اور ایمان اور محبت رسول اللہ ﷺ اور محبت صحابہ کرام کے بغیر یہ مسائل سمجھ میں آ نہیں سکتے' وہ بغض صحابہ کرام سے ایمان سے دور ہی رہے گا۔

اعتراض ۳:

یزید کے باپ معاویہ کی ماں نے رسولِ خدا کے محترم چچا امیر حمزہ کا بعدِ شہادت کلیجہ چبایا' پھر تم کبھی معاویہ کی تعریف کر رہے ہو۔ کبھی اسکے باپ کی اور کبھی اس کی ماں کی تعریف کر رہے ہو' یہ خاندان تو کسی طرح بھی قابل تعریف نہیں۔

مختصر جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں نے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا اس وقت وہ کافرہ تھی۔ نام اس کا "ہند" ہے' بدر میں اس کے باپ عتبہ کو قتل کر دیا گیا تھا جس کا وہ انتقام لے رہی تھی' بلکہ احد کی جنگ کیلئے کافروں کو ابھارنے والی بھی یہی تھی لیکن ہند نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاوند ابوسفیان کے بعد اسلام قبول کر لیا' جو پہلے کافرہ تھی اسلام لانے کے بعد وہ مسلمہ ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کی صحابیہ بن گئیں۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے بعد ان پر اعتراض کرنا صحابیہ کی شان میں گستاخی اور یزید کا باپ معاویہ کہنا بھی جرم عظیم۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ابو جہل کا بیٹا کہنے سے منع کیا حالانکہ وہ ابو جہل کے ہی بیٹے تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سچے اور پکے مسلمان اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے فاسق وفاجر بیٹے کی طرف ان کی نسبت کرنا وہ اگرچہ یزید کے باپ ہیں لیکن بطور طنز انہیں ''یزید کا باپ کہنا'' ان کی شان میں گستاخی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے انحراف ہے۔

تفصیلی جواب:

احد میں ہند نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو میرے باپ کے قاتل حمزہ کو قتل کرے گا میں اپنے گلے کا ہار جو سونے اور جواہر سے بنا ہوا ہے اسے دے دوں گی۔ ''وحشی'' نامی ایک شخص چھپ کر راستے میں بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب قتال سے واپس ہو رہے تھے اس نے آپ پر اچانک حملہ کر دیا نیزہ کا وار ایسا تھا کہ آپ شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کا قاتل بھی کافر تھا آپ کے ظاہری اعضاء کو بھی کاٹا گیا یہ سلوک کافروں کا تھا اور ہند نے آپ کا کلیجہ بھی چبایا۔ اس کے بعد وحشی بھی مسلمان ہو گئے ابو سفیان بھی مسلمان ہو گئے ہند بھی مسلمان ہو گئی (رضی اللہ عنہم)۔

وحشی کا اسلام لانا:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

''تم فرماؤ! اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (کنز الایمان)

شان نزول:

''سبب نزولها ماروی عن ابن عباس انه

''مذکورہ بالا آیۂ کریمہ کا شان نزول حضرت

قال بعث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الی وحشی قاتل حمزة یدعوه الی الاسلام فارسل الیه کیف تدعونی الی دینك وانت تزعم انه من قتل او أشرك أوزنی یلق أثاما یضاعف له العذاب وانا فعلت ذلك کله فانزل الله الا من تاب وآمن وعمل صالحا فقال وحشی هذا شرط شدید لعلی لا أقدر علیه فهل غیر ذلك فانزل الله ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء قال وحشی ارانی بعد فی شبهة ایغفر أم لا فانزل الله قل یا عبادی الذین أسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم ۝ فقال وحشی نعم الا لأری شرطا فأسلم فمعنی قوله ان الله یغفر الذنوب جمیعا ای بالتوبة اذا تاب وصحت توبته فمحت ذنوبه ومن مات قبل ان یتوب فهو موکول الی مشیئة الله تعالی فیه فان شاء غفرله وعفا عنه وان شاء عذبه بقدر ذنوبه ثم یدخله الجنة بفضله ورحمته فالتوبة واجبة علی کل واحد وخوف العقاب قائم فلعل الله یغفر

ابن عباس کی روایت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف دعوت اسلام کا پیغام بھیجا اس نے آپ کی طرف خط لکھ کر بھیجا کہ آپ مجھے اپنے دین کی طرف کس طرح بلاتے ہیں جب آپ کے قرآن کا فیصلہ یہ ہے (ترجمہ) (اللہ کے نیک بندے) وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پر عذاب۔ وحشی نے کہا تمہارا فیصلہ یہ ہے کہ جو شرک کرے، ناحق قتل کرے اور بدکاری کرے اسے عذاب دیا جائے گا حالانکہ میں نے تو یہ سارے جرم کئے ہیں۔ میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ جب میں نے عذاب میں مبتلاء ہونا ہے اور عذاب مجھے زیادہ دیا جانا ہے اور میں نے عذاب میں ہمیشہ رہنا ہے تو اللہ تعالی نے (مستثنیٰ کا حکم) نازل فرمادیا۔ (ترجمہ) مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل

مطلقا ولعله يعذب ثم يغفر بعد ذلك۔"

(تفسیر جمل و حاشیہ جلالین، ص ۳۸۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ وحشی نے کہا یہ شرط بھی بڑی شدید ہے کیونکہ ہوسکتا ہے میں نیک عمل کرنے کی طاقت نہ رکھوں کیا کوئی اور حکم بھی ہے، تو اللہ تعالی نے یہ آیۃ کریمہ نازل فرمائی۔ (ترجمہ) بیشک اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخش دیتا ہے اس کے سوا جسے چاہے۔ وحشی نے کہا ابھی تک میرا شبہ زائل نہیں ہوا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی میری مغفرت نہ فرمائے تو آیۃ کریمہ "قل یاعبادی...... نازل ہوئی، (آیۃ کریمہ بمع ترجمہ کے پہلے ذکر کی جا چکی ہے) تو وحشی نے کہا کہ اب مجھے کسی شرط کی ضرورت نہیں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ سچے، پکے مسلمان اور صحابی رسول اللہ ﷺ بن گئے۔"

(حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلیمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے حالت کفر میں مسلمانوں کے عظیم شخص حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا جو جرم کیا تھا، اب اسلام لانے کے بعد جھوٹے مدعی نبوت کو قتل کر کے اس کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔)

تنبیه : جب انسان سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور جو شخص توبہ کے بغیر فوت ہو جاتا ہے، اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہوتا ہے اگر اپنے فضل سے بخش دے تو اسکی مشیّت (مرضی) ہے، چاہے تو عذاب دے لیکن شرک کو اللہ

تعالی بغیر توبہ کے معاف نہیں فرماتا۔

ہاں! اگر شرک سے توبہ کر کے ایمان قبول کر لے تو اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ جلالین میں یوں ذکر کیا گیا: (ان الله يغفر الذنوب جميعا) "لمن تاب من الشرك" اور کمالین میں ذکر کیا گیا "لمن تاب من الشرك بالاسلام"۔

مطلب واضح ہو گیا کہ جو شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لے اللہ تعالی اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالی جن جرموں اور گناہوں کو معاف کرنے کا اعلان فرما رہا ہے، تو ان گناہوں کو لے کر جو "حالت کفر" کے ہیں، صحابہ کرام پر الزام لگانا، دانشمندی نہیں۔ ہاں! ہاں! وہی بات مانیں گے جو رب تعالی نے فرمائی اور جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی کے مطابق کی دلیل مانی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے تو یہ نہیں فرمایا: اے وحشی! تو میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے تو اسلام قبول کر لے تب بھی تجھے قتلِ حمزہ رضی اللہ عنہ کا طعنہ دیا جائے گا۔ نہیں! نہیں! بلکہ آپ نے تو خود وحشی کو دعوت اسلام دی کفر کے سب جرائم اسلام سے معاف کر دینے کا اعلان فرما دیا۔

"هند بنت عتبه بن ربيعه بن عبد الشمس بن عبد مناف القرشية امراة ابى سفيان بن حرب وهى أم معاوية اسلمت فى الفتح بعد اسلام زوجها أبى سفيان وأقرها رسول الله ﷺ على نكاحها كان بيعتهما فى الاسلام ليلة واحدة وكانت امرأة لها نفس ألفة ورأى وعقل ...... ان هندا اسلمت يوم الفتح وحسن اسلامها فلمابايع

"حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا جو قرشیہ ہیں عبد مناف تک رسول اللہ ﷺ سے نسب مل جاتا ہے، وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاوند حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پہلے نکاح کو ہی برقرار رکھا، دونوں (میاں، بیوی) نے

رسول الله ﷺ النساء، فی البیعة ولا تسرقن ولا تزنین قالت هند وهل تزانی الحرة وتسرق فلما قال ولا یقتلن اولادهن قالت ربینا هم صغارا وتقتلهم کبارا وشکت الی رسول الله ﷺ زوجها أباسفیان وقالت انه شحیح لا یعطیها من الطعام ما یکفیها وولدها، روی هشام بن عروة عن أبیه قال قالت هند لأبی سفیان أنی ارید ان أبایع محمدا قال قد رأیتك تکذبین هذا الحدیث امس قالت والله ما رأیت الله عبد حق عبادته فی هذا المسجد قبل اللیلة والله ان یاتوا الا مصلین قال فانك قد فعلت ما فعلت فاذهبی برجل من قومك معك فذهبت الی عثمان بن عفان وقیل الی أخیها ابی حذیفة بن عتبة وذهب معها فاستأذن لها فدخلت وهی منقبة فقال تبایعنی علی ان لا تشرکی بالله شیئا وذکر نحو ما تقدم من قولها للنبی ﷺ وشهدت الیرموك وحرصت علی قتال الروم مع زوجها ابی سفیان۔"

(اسدالغابہ ج۵ ص۵۶۲ تذکرہ ہند بنت عتبہ)

ایک رات ہی (آگے پیچھے) بیعت کی' یہ سخی شخصیت تھیں' اچھی رائے اور اچھی عقل والی تھیں۔ بیشک ہند نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا' اچھی طرح خلوص دل سے اسلام قبول کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے عورتوں نے بیعت کی تو اس میں یہ شرط تھی کہ تم وعدہ کرو کہ چوری نہیں کرو گی اور بد کاری نہیں کرو گی' تو حضرت ہند نے عرض کیا کیا کوئی شریف عورت بدکاری اور چوری کرتی ہے؟ پھر جب آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرنے کا وعدہ کرو' تو پھر حضرت ہند نے عرض کیا کہ ہم جب ان کی بچپن میں پرورش کریں گی تو جب وہ اولاد بڑی ہو جائے گی تو کیا ہم ان کو قتل کر دیں گی؟ انہوں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا خاوند ابوسفیان مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کو کفایت کرے' (اس کا ذکر ان شاءاللہ آگے حدیث مسلم اور اس کی شرح میں آ رہا ہے) ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: ہند نے اپنے خاوند ابوسفیان کو کہا کہ میں ارادہ رکھتی ہوں کہ محمد (ﷺ)

کی بیعت کرلوں' تو ابوسفیان نے کہا کہ کل تو میں دیکھ رہا تھا کہ تو اس کی تکذیب کر رہی تھی۔ تو ہند نے کہا: قسم ہے اللہ تعالی کی آج رات سے پہلے میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی نے اللہ تعالی کی اسی طرح عبادت کی ہو جس طرح عبادت کرنے کا حق ہے' قسم ہے اللہ تعالی کی یہ لوگ (مسجد حرام میں) سوائے نماز ادا کرنے کے کسی اور غرض سے نہیں آتے۔ ابوسفیان نے کہا جو تم کرنا چاہتی ہو وہی کرو اپنی قوم کے ایک شخص کو اپنے ساتھ لے جاؤ (اسلام پر بیعت کرلو) ایک روایت کے مطابق اپنے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لے گئیں اور ایک روایت کے مطابق اپنے بھائی حذیفہ بن عتبہ کو ساتھ لے گئیں (راقم کے نزدیک ممکن ہے دونوں کو ساتھ لے گئی ہوں) ساتھ والے حضرت عثمان ابن عفان یا حذیفہ بن عتبہ نے رسول اللہ ﷺ سے ہند کیلئے اجازت طلب کی۔ یہ نقاب اوڑھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ اس شرط پر بیعت کرو گی کہ تم اللہ تعالی کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ گی' اور چند ان شرائط کا ذکر کیا جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، (یعنی چوری نہیں کرو گی' بدکاری نہیں کرو گی) وہ یرموک میں حاضر ہوئیں اور روم کی جنگ میں اپنے خاوند ابوسفیان کے ساتھ بڑی خصوصی حرص ومحبت سے شریک ہوئیں۔

ہند کا ڈرتے ہوئے آنا اور رحمۃ اللعالمین کی رحمت:

"اذمن جملة الحامل لها علیه ان مکة لما فتحت دخلت المسجد الحرام لیلا فرأت الصحابة قد ملؤوه وانهم علی غایة من الاجتهاد فی الصلوة وقراءة القرآن و الطواف والذکر وغیر ذلك من العبادات فقالت والله ما رأیت الله عبد حق عبادته فی هذا المسجد قبل هذه اللیلة والله ان

"ہند کو اسلام پر ابھارنے کی وجوہ میں سے ایک عظیم وجہ یہ تھی کہ جب مکہ فتح ہوا تو وہ رات کو مسجد حرام میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ مسجد حرام صحابہ کرام سے بھری ہوئی ہے۔ وہ بہت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور طواف کرنے اور اللہ تعالی کا ذکر کرنے اور

يأتوا الا مصلين قياما وركوعا وسجودا
فاطمأنت الى الاسلام لكنها خشيت ان
جاءت الى النبى ﷺ ان يونجها على ما
فعلته من المثلة القبيحة بعمه حمزة رضى
الله عنه فجاءت اليه مع رجل من قومها
لتبايعه فوجدت عنده من الرحب والسعة
والعفو والصفح مالم يخطر ببالها ثم شرط
عليها ان لا تزنى فقالت وهل تزنى الحرة
يارسول الله فلم تجوز وقوع الزنا الا من
البغايا المعدات لذلك ثم شرط عليها ان
لاتسرق فامسكت وقالت ان اباسفيان
رجل بخيل ولايعطينى مايكفينى الاما
اخذت منها من غير علمه فقال لها خذى
من ماله ما يكفيك وولدك بالمعروف
فلما بلغ ذلك أبا سفيان اظهر غاية الرضاء
بل زاد فقال ما أخذت من مالى فهو
حلال۔"
(تطہیر الجنان لاحمد بن حجر الہیتمی المکی رحمہ اللہ، ص ۹۸)

عبادات میں مشغول ہیں تو وہ کہنے لگی قسم ہے
اللہ تعالیٰ کی اس رات سے پہلے میں نے اس
مسجد میں ایسی عبادت کرتے کسی کو نہیں دیکھا
جیسا عبادت کرنے کا حق ہے، قسم ہے اللہ
تعالیٰ کی یہ لوگ تو مسجد میں سوائے نماز کے
نہیں آتے ۔ یہ تو کوئی قیام میں ہیں' کوئی
رکوع میں ہیں' کوئی سجدہ میں ہیں' تو وہ
اسلام پر کامل مطمئن ہو گئیں ہو گی لیکن وہ ڈر
رہی تھی نبی کریم ﷺ کے پاس آنے سے کہ
آپ مجھے توبیخ کریں گے (ڈانٹ دیں
گے) کیونکہ میں نے تو ان کے چچا حمزہ
(رضی اللہ عنہ) کے اعضاء کو کٹوا کر مثلہ بنوادیا تھا۔
پھر وہ اپنی قوم کے ایک شخص کو ساتھ لیکر نبی
کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو ہی گئیں
تا کہ آپ کی بیعت کریں تو انہوں نے نبی
کریم ﷺ کو بہت زیادہ کشادہ طبیعت والا'
اور وسعت والا (یعنی حسنِ اخلاق والا
کشادہ اور اخلاقِ کریمانہ والا) پایا جو ان
کے دل میں بھی کھٹکا بھی نہیں تھا کہ آپ
اتنے کریم ہیں اور آپ اتنی زیادہ رحمت
والے ہیں ۔ پھر نبی کریم ﷺ نے بیعت
لینے سے پہلے چند شرائط مقرر کیں کہ

تم زنا کا ارتکاب نہ کرنا' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی شریف عورت بھی بدکاری کرتی ہے' ہند کے نزدیک تو بدکاری کے مرتکب صرف وہی عورتیں ہو سکتی تھیں جو فاحشہ ہوتیں اور بدکاری کیلئے ہی ان کو تیار کیا جاتا، پھر آپ نے یہ شرط لگائی کہ تم چوری نہ کرنا' اس کا جواب بھی وہی تھا جو اسد الغابۃ کے حوالہ سے گذر گیا کہ شریف عورت چوری نہیں کرتی۔

اب تطہیر الجنان کے لفظ (فامسکت) کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اس نے جس طرح پہلے کبھی چوری نہیں کی اسی طرح آئندہ بھی چوری سے باز رہنے کا ہی وعدہ کیا، اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا خاوند ابوسفیان مجھے اور میری اولاد کیلئے اتنا خرچ نہیں دیتا جو ہمیں کفایت کرے سوائے اس کے کہ کچھ مال میں اسکے مال سے اس کے علم کے بغیر ہی لے لوں ۔ تو نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: ٹھیک ہے تم اتنا مال اس کا لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو اچھی طرح شریعت کے مطابق کفایت کر سکے، جب یہ خبر ابوسفیان تک پہنچی تو انہوں نے اس پر رضامندی ظاہر کی بلکہ خرچ بھی بڑھا دیا اور یہ بھی کہا کہ ہاں! تم میرے مال سے جو بھی خرچ کی ضرورت کیلئے لوگی وہ تمہارے لئے حلال ہوگا۔

اعتراض ۴:

نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف فیصلہ کیوں کیا؟

جواب:

وجہ اس کی یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ دلوں کا حال جانتے تھے۔ آیئے! علامہ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ہی سنئے:

"فقضى عليه فى غيبته بذلك لعلمه برضاه به واستسلامه له وان كان فيه غاية المشقة على نفسه باعتبار ما جبل عليه من الشح وعلى قوة اسلامها" (تطہیر الجنان بتقدیم وتاخیر ۸)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف فیصلہ اس لئے فرمایا کہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ اس فیصلہ کو اپنی رضاء سے قبول کر لیں گے (کسی کا کسی فیصلہ پر

مستقبل میں راضی ہونا اسکے دل کا کام ہے، آپ نے ان کے دل پر مطلع ہو کر ہی تو ان کے خلاف فیصلہ کر دیا اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں تو اس فیصلہ کے سامنے اپنی گردن جھکا لیں گے، اگر چہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ پر یہ کام کرنا مشقت آمیز تھا کیونکہ آپ کی عادت ہی یہ تھی کہ آپ اپنی زوجہ کے خرچ کے معاملہ میں سخاوت سے کام نہیں لیتے تھے لیکن میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے ان کی عادت کو بھی بدل دیا جو دوسرا کوئی شخص یہ کام نہیں کر سکتا۔ اور آپ کا فیصلہ اس لئے بھی تھا کہ آپ حضرت ہند رضی اللہ عنہا کے قوی اسلام کو بھی جانتے تھے کہ یہ ہماری اجازت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھائیں گی' بلکہ اتنا ہی مال لیں گی جتنا شریعت ان کو اجازت دے گی' اور ان کو کفایت کرے گا۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا پر اسلام کا کیا خوب اثر ہوا:

"جب حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو وہ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں' ہوش وحواس کی بیداری سے ہی تو اسلام پر ان کا قائم رہنا تھا' بیشک ان پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیعتِ اسلام کرنے کا یہ اثر ہوا کہ وہ اپنے بت کے پاس گئیں' اسے کلہاڑے سے مارنے لگیں یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور بت کو کہنے لگیں تو نے ہی ہمیں دھوکہ میں رکھا۔"

"ولما اسلمت كانت على غاية من التثبت واليقظة فانها اثر البيعة ذهبت الى صنم لها فى بيتها فجعلت تضربه بالقدوم حتى كسرته قطعة قطعة وهى تقول كنا منك فى غرور"

(تطہیر الجنان ص۹)

طبقات ابن سعد سے ہند کے اسلام لانے کو دیکھئے:

"حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب مکہ شریف فتح ہوا تو ہند بنت عتبہ نے اسلام قبول کر لیا (شرف صحابیت کو پالیا)

عن عبدالله بن الزبير قال لما كان يوم الفتح اسلمت هند بنت عتبة ونساء معها واتين رسول الله ﷺ بالابطح فبايعنه

فتكلمت هند فقالت يا رسول الله ﷺ الحمد لله الذى اظهر الدين الذى اختاره لنفسه لتنفعنى رحمك يا محمد انى امرأة مؤمنه بالله مصدقة برسوله ثم كشفت عن نقابها وقالت انا هند بنت عتبة فقال رسول الله ﷺ مرحبا بك"

(طبقات الکبری لابن سعد رحمہ اللہ' ج ۸' ص ۲۳۶ تذکرۃ ہند بن عتبہ)

کچھ اور عورتیں بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والی تھیں یہ سب عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس مقام ابطح میں حاضر ہوئیں' تو انہوں نے آپ سے بیعت کی حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے کلام کو شروع فرمایا: عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی جس نے اپنے پسندیدہ دین کو غالب کیا' تا کہ مجھے بھی آپ کی رحمت سے فائدہ دے۔ اے محمد ﷺ! میں اک عورت ہوں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والی ہوں اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرنے والی ہوں' پھر انہوں نے اپنا نقاب ہٹایا اور عرض کیا میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مرحباً بک" تمہارا آنا بڑی خوشی کا سبب ہے۔"

ہند اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد:

ہند اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ سے شدید عداوت رکھتی تھی' آیئے! اس کی بہت بڑی دشمنی کو اس کی اپنی زبان سے ہی سنئے:

فقالت والله ما كان على الأرض اهل خباء احب الى من ان يذلوا من خبائك ولقد اصبحت وماعلى الأرض اهل خباء احب الى من ان يعزوا من خبائك فقال رسول

وہ نبی کریم ﷺ کو بتاتی ہے کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہیں تھا بنسبت آپ کے گھر کے جس کے متعلق میں یہ چاہتی تھی کہ اس گھر والے ذلیل ہو جائیں

الله ﷺ وزيادة وقرأ عليهن القرآن وبايعهن فقالت هند من بينهن يارسول الله نماسك فقال انى لا اصافح النساء ان قولى لمائة امرأة مثل قول لامرأة واحدة"

(الطبقات الکبری لابن سعد بالروایۃ المذکورۃ لعبد اللہ بن الزبیر ج۸ ص۲۳۶)

(یعنی زمانہ جاہلیت میں صرف آپ کے گھر والوں کی ذلت کی خواہش رکھتی تھی کسی گھر والوں کیلئے میری یہ تمنا نہ تھی) لیکن اب (اسلام کے بعد) تحقیق میری حالت یہ ہو گئی کہ اب روئے زمین پر کوئی گھر نہیں بنسبت آپ کے گھر کے جس کے متعلق میں یہ چاہتی ہوں کہ اس گھر والوں کو عزت حاصل ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اور زیادہ'' (یعنی اللہ تعالی تمہاری اس محبت کو اور زیادہ کرے) پھر آپ نے آنی والی عورتوں پر قرآن پڑھا اوران کو بیعت کیا ان عورتوں میں سے حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہم آپ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرنا چاہتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' میں کسی عورت سے مصافحہ نہیں کرتا'' بیشک میری بات سو عورتوں سے بھی ایسی ہی ہے جیسے ایک عورت سے ہے۔''

اسلام لانے کے بعد حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے بت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے:

"قال محمد بن عمر لما اسلمت هند جعلت تضرب صنما فى بيتها بالقدوم حتى فلّذته فلّذت فلّذت وهى تقول كنا منك فى غرور"

''محمد بن عمر فرماتے ہیں: جب حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو اپنے گھر میں رکھے ہوئے بت کو کلہاڑے سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر

دیئے' اور یہ کہنے لگیں: ہم تیری وجہ سے ہی دھوکہ میں مبتلاء رہے۔''

(الطبقات الکبری لابن سعد ج۸ ص۲۳۶ تذکرہ ہند بنت عتبہ)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ فوائد حاصل ہوئے:

۱. اسلام سے پہلے ہند کو رسول اللہ ﷺ سے شدید عداوت تھی، وہ دشمنی اتنی زیادہ تھی کہ صرف رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں کیلئے ذات کی تمنا رکھتی تھی کہ کاش! اس گھر والے ذلیل ہو جائیں اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ سے اتنی زیادہ محبت تو ہو گئی کہ اب صرف یہ تمنا کرنے لگیں کہ آپ کے گھر والوں والوں کو عزت حاصل ہو جائے کسی اور گھر والوں کیلئے یہ تمنا نہیں کی۔

۲. اسلام سے پہلے تو ہند مشرکہ تھیں اور بت پرست تھیں لیکن اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی شرک کا خود بخود زوال ہو گیا۔ اور اسلام کی برکت سے آپ نے بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' اسلام سے محبت ہو گئی' بت سے نفرت ہو گئی۔

۳. اسلام خوشی سے قبول کیا' اسلام ڈر سے قبول نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے کا سبب صحابہ کرام کا عبادت کرنا' قرآن پاک پڑھنا' اللہ کا ذکر کرنا ہے۔

۴. صحابہ کرام کی عبادت کیسی خوب تھی' کتنے ہی خشوع وخضوع والی تھی' جسے دیکھ کر غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا۔

یا اللہ! ہماری عبادتوں کو بھی ایسا بنا دے جسے تیری قبولیت کا شرف حاصل ہو جائے۔

۵. اسلام سے پہلے ہند نے بدر میں قتل کیے ہوئے اپنے باپ عتبہ کا بدلہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جو اس کے باپ کو قتل کرنے والے تھے) سے اس طرح لیا کہ اپنی قیمتی ہار قاتل حمزہ کو دینے کی لالچ دے کر آپ کو شہید کرایا' ان کے اعضاء کٹوائے اور ان کا کلیجہ چبوایا۔ ان مظالم کی وجہ سے ہند نبی کریم ﷺ کے سامنے آنے سے ڈر رہی تھی کہ آپ مجھے ڈانٹیں گے' آپ کو اپنے چچا کی یاد آئے گی۔

سبحان اللہ! مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت کے دامن میں انہیں لے لیا، اپنے رحمۃ اللعالمین ہونے کا حق ادا کر دیا، ان کے آنے پر "مرحبا بک" کہہ کر ان کو خوش آمدید کہا۔ کشادہ روئی (ہنس مکھ) سے ان کو ملے، اپنی کامل رحمت سے ان کے اسلام کو قبول کر لیا۔

﴿۶﴾ ہند کو زمانہ جاہلیت میں شرک سے نفرت نہیں تھی کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیعت کرنے میں یہ شرط لگائی کہ اللہ سے شریک نہ ٹھہرانا تو اس نے بغیر کسی تبصرہ کے اس شرط کو قبول کیا۔

﴿۷﴾ ہند کو زمانہ جاہلیت میں بھی بدکاری، چوری اور اولاد کو قتل کرنے سے نفرت تھی، اسی لئے جب یہ شرط لگائی گئی کہ بدکاری نہ کرنا تو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی اس فعل سے بریٔ الذمہ ہونے کو ان الفاظ سے تعبیر کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی شریف عورت برائی کا ارتکاب کرتی ہے؟ یہ تو صرف پیشہ ور فاحشہ عورتوں کا کام ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری نہ کرنے کی شرط لگائی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی شریف عورت بھی چوری کرتی ہے؟ اسی سے انہوں نے واضح کر دیا کہ ہم نے زمانہ جاہلیت میں بھی چوری نہیں کی کہ ہم شریف لوگ تھے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو قتل نہ کرنے کی شرط لگائی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اولاد کی بچپن میں پرورش کر کے بڑا کر کے قتل کر دیں گی؟ اس سے یہ بتا دیا کہ اولاد کو قتل کرنا تو سنگ دل ماؤں کا کام ہے۔ ہم نے تو زمانہ جاہلیت میں بھی اولاد کو قتل نہیں کیا کیونکہ ہم نے سنگ دلی کا کام نہیں کیا۔

﴿۸﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام، اسلام سے محبت، اور محبت اللہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر یوں دی کہ اللہ تعالیٰ! اسے زیادہ کرے۔

﴿۹﴾ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح، خصوصی دل سے ایمان قبول کیا اور اس پر قائم

ودائم رہیں۔

﴿۱۰﴾ مسئلہ پوچھنے پر کسی کی شکایت کرتے ہوئے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں، بلکہ یہ جائز ہے۔

(۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کے اسلام کے قوی ہونے پر اعتماد کیا۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دل پر مطلع ہوتے ہوئے ان کے خلاف فیصلہ کیا کہ میں نے ان کے خلاف بھی اگر فیصلہ کیا تو اس پر رضا مند ہو کر، اسے تسلیم کر لیں گے۔

(۱۳) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم کر کے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت پیش کر دیا۔

آیئے! حدیث بخاری کو دیکھتے چلے جائیں:

"عن عائشة قالت جاءت هند بنت عتبة فقالت يا رسول الله ما كان على ظهر الارض من اهل خباء احب الى ان يذلوا من اهل خبائك ثم ما اصبح اليوم على ظهر الارض اهل خباء احب الى ان يعزوا من اهل خبائك قال وايضا والذى نفسى بيده قالت يا رسول الله ان ابا سفيان رجل مسيك فهل على حرج ان اطعم من الذى له عياله قال بالمعروف"۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہند بنت عتبہ آئی اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہیں تھا جس کے متعلق میری یہ تمنا ہو کہ اس گھر والے ذلیل ہو جائیں صرف آپ کے گھر والوں کے متعلق میری تمنا تھی کہ یہ ذلیل ہو جائیں، آج مجھے یوں حال حاصل ہو گیا کہ روئے زمین پر صرف آپ کے گھر والوں کیلئے میری خواہش یہ ہے کہ ان کو عزت حاصل رہے، کسی اور گھر کیلئے یہ خواہش میں نے کبھی نہیں کی، آپ نے فرمایا: "اور بھی"

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ (یعنی تمہیں اور زیادہ مجھ سے محبت حاصل ہو) حضرت ہند نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! (میرا خاوند) ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے جو مال کو روک کر رکھتا ہے، کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں اس کی اولاد کو اس کے مال سے کھلا لیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اچھی طرح یعنی شریعت کی اجازت کے مطابق کھلا لیا کرو۔"

(صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل البخاری، ج ۱، ص ۵۳۹، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

اس حدیث میں مذکور "وایضاً" کے متعلق علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (پرہاروی) صاحب نبراس یوں بیان فرماتے ہیں:

" وایضا والذی نفسی بیدہ " تصدیق لها وأخبار بزیادۃ حبها " نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد "اور بھی"، "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے" اس سے آپ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی تصدیق کی اور خبر دی کہ انہیں اس کے بعد میرے ساتھ اور زیادہ محبت حاصل ہوگی۔

اس کے بعد علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ومن فهم العکس فقد وهم " "جس نے آپ کے ارشاد کا مطلب الٹا سمجھا تو تحقیق اسے وہم ہوا۔"

(الناہیۃ، علامہ عبد العزیز پرہاروی، ص ۴۴)

راقم کے نزدیک یوں کہہ لیجئے اگر حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب کسی نے الٹ بیان کیا تو اس کا دماغ الٹا ہے وہ سر پھرا ہے یعنی محققین یوں بیان کریں کہ آپ نے فرمایا: تمہاری محبت اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ سے محبت روز بڑھتی چلی جائے گی لیکن اس کے خلاف کوئی بد بخت اس کا مطلب یہ بیان کرے کہ تمہارا بغض بڑھتا چلا جائے گا تو سمجھ لیجئے

کہ وہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے والا ہے۔

آیئے! حدیث مسلم کو بھی دیکھتے چلے جائیں:

"حدثنا عبد بن حمید قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهری عن عروۃ عن عائشۃ قالت جاءت هند الی النبی ﷺ فقالت یارسول الله والله ما کان علی ظهر الارض اهل خباء احب من ان یذلهم الله من اهل خبائك وعلی ظهر الارض اهل خباء احب الی ان یعزهم الله من اهل خبائك فقال النبی ﷺ والذی نفسی بیدہ ثم قالت یا رسول الله ﷺ ان أبا سفیان رجل ممسك فهل علی حرج ان انفق علی عیاله من ماله بغیر اذنه فقال النبی ﷺ لا حرج علیك ان تنفقی علیهم بالمعروف" وفی روایة وما اصبح الیوم ظهر الأرض الی ان یعزوا من اهل خبائك فقال رسول الله ﷺ وأیضا"۔

حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ہند (رضی اللہ عنہا) نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے اللہ تعالی کی تمام روئے زمین میں کوئی ایسا گھر نہیں تھا سوائے آپ کے گھر کے متعلق میں یہ چاہتی تھی کہ اللہ اس گھر والوں کو ذلیل کرے، آج میرا یہ حال ہے (یعنی اسلام کی برکت سے) اب روئے زمین میں کوئی گھر سوائے آپ کے گھر کے نہیں کہ جس کے متعلق میری یہ تمنا ہے کہ اللہ تعالی اس گھر والوں کو عزت عطاء کرے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اور بھی" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے" پھر ہند نے کہا: بیشک میرا خاوند ابوسفیان وہ شخص ہے جو مال کو روک کر رکھتا ہے (یعنی خرچ پورا نہیں دیتا) کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں اس کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اس کے عیال (اولاد) پر خرچ کرلوں؟ تو آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں جبکہ تم بھلائی سے یعنی

(مسلم ج۲ص۸۳باب قضیۃ ہند)

شریعت کے مطابق خرچ کرو۔"

"وایضا والذی نفسی بیدہ" کی وضاحت نووی شرح مسلم سے دیکھئے' توجہ فرمائیں کہ "وایضا" کا مطلب کیا ہے؟ شارح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قوله صلى الله عليه وسلم والذی نفسی بیده فمعناه وستزیدین من ذلك ویتمكن الایمان من قلبك ویزید ك حبك الله ورسوله ﷺ ویقوی رجوعك عن بغضه وأصل هذه اللفظة آض یئیض ایضا اذا رجع"۔

(نووی شرح مسلم' امام نووی رحمہ اللہ' ج۲' ص۸۳)

یہ لفظ "آض یئیض ایضا" سے لیا ہوا ہے جس کا معنی ہے "لوٹنا" اب نبی کریم ﷺ کے ارشاد "وایضا والذی نفسی بیدہ" کا مطلب یہ ہے "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تمہیں میرے ساتھ اور زیادہ محبت ہوگی اور ایمان تیرے دل میں اور زیادہ جگہ پکڑے گا یعنی تمہارا ایمان اور زیادہ پختہ ہوگا اور تمہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور زیادہ ہوگی اور تمہارا بغض سے رجوع اور زیادہ قوی ہوگا۔"

سبحان اللہ! نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب کیا خوب علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ آپ نے تو حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ ہاں تمہاری محبت اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روز بروز بڑھتی رہے گی' اور تمہارا بغض جو اسلام لانے کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے' وہ اور ہی زیادہ مضبوطی سے ختم ہوتا ہی رہے گا۔

اور حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے بھی واضح طور پر بتا دیا کہ اسلام لانے سے پہلے تو مجھے آپ سے بہت زیادہ بغض حاصل تھا' مجھے سب گھروں میں سے آپ کا گھر ہی زیادہ ناپسند تھا' اس وقت تو میرے دل میں یہی تمنا پائی جاتی تھی کہ اور گھروں کے علاوہ صرف آپ کے گھر والوں کو اللہ تعالی ذلیل کرے لیکن اب تو مجھے سب گھروں سے آپکا گھر ہی زیادہ پسند ہے' اب

تو میں یہی چاہتی ہوں کہ اور گھروں کی بنسبت اللہ تعالی آپ کے گھر کو ہی زیادہ عزت عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ جو دلوں کا حال جاننے والے تھے' آپ نے جب حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا کلام سنا تو اس پر اعتبار کیا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو تو میرے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبانے والی ہے' مجھے تیری بات پر یقین نہیں' بلکہ فرمایا تمہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور زیادہ ہوگی اور تمہارا بغض جو زائل ہو چکا ہے' وہ زائل ہی رہے گا' اس کا زوال بڑا مضبوط ہوگا۔

حقیقت یہی ہے کہ رحمۃ العالمین کی شان کے لائق ہی یہی تھا کہ آپ اسلام لانے والی عورت کے ساتھ رحمت سے ہی پیش آئیں' آپ نے اپنے رحمۃ اللعالمین ہونے کا حق ادا کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی چند مرویات احادیث:

یہ تو پہلے واضح کیا جا چکا ہے کہ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ۱۶۳ ہے، لیکن ان میں سے چند احادیث کو "الناھیۃ" میں ذکر کیا گیا ہے ان کو ہی راقم بمع ترجمہ کے نقل کر رہا ہے۔ پہلے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آپ سے بخاری اور مسلم نے روایت بھی ذکر کی ہیں:

"وان البخاری مسلما یرویان عنه الحدیث مع شرطهما ان لا یرویان الاعن ثقة ضابط۔"

"بیشک بخاری اور مسلم آپ سے جو روایت ذکر کرتے ہیں وہ اپنی شرائط کے مطابق وہ صرف ثقہ اور صحیح ضبط کرنے والے اور سچے راویوں سے ہی روایات ذکر کرتے ہیں۔"

تو اسی سے واضح ہو گیا کہ محدثین کے شیخین یعنی بخاری و مسلم کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ثقہ راوی ہیں یعنی ان میں ورع وتقوی اور مروت پائی گئی ہے' اور حافظہ ان کا

قوی ہے اور وہ سچے ہیں۔

① "اخرج البخاری ومسلم ومالك فی المؤطا وابو داود والترمذی والنسائی عن حمید بن عبد الرحمن بن عوف أنه سمع معاویة عام حج علی المنبر وتناول قصه من شعر وكانت فی ید حرس فقال یا أهل مدینة این علماء كم سمعت النبی ﷺ ینهی عن مثل هذه یقول انما هلکت بنو اسرائیل حین اتخذوها"

"بخاری ومسلم اور امام مالک مؤطا میں اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کی بیشک انہوں نے حج کے سال منبر پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ انہوں نے اپنے محافظ کے ہاتھ سے بالوں کا گچھا لے کر یہ کہا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی چیزوں کو منع کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے یہ کام کئے۔"

وضاحت حدیث:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو مدینہ طیبہ میں خطبہ دیا، دوران خطبہ منبر پر اپنے محافظ سے بالوں کا ایک گچھا لیا۔ اس وقت عورتیں اپنے بالوں کو بڑا اور خوبصورت دکھانے کیلئے دوسرے انسانی بالوں کا گچھا بنا کر اپنے بالوں میں لگاتی تھیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ یعنی انہیں اسے روکنا چاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ اس سے روکتے تھے اور آپ نے بنی اسرائیل کی ہلاکت کا سبب بھی اسی قسم کی غیر شرعی حرکات کو قرار دیا۔

② "واخرج البخاری ومسلم والنسائی فی سعید بن المسیب قال قدم معاویة المدینه فخطبنا واخرج كبة من شعر فقال

ما كنت أری ان أحدا یفعله الا الیهود ان رسول الله ﷺ بلغه فسماه الزور"

"بخاری ومسلم اور نسائی نے سعید بن مسیب سے روایت کی وہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہ مدینہ طیبہ میں آئے تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا اور بالوں کا ایک گچھا نکالا اور فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کسی ایک نے یہ کام کیا ہو سوائے یہود کے، بیشک رسول اللہ ﷺ کو جب اس کے بارے میں خبر ملی تو آپ نے اسے جھوٹی بناوٹ قرار دیا۔"

③ "واخرج البخاری عن وارد كاتب المغیره بن شعبه ان معاویة كتب الی المغیرة اكتب الی بحدیث سمعته من رسول الله ﷺ فكتب الیه المغیره انی سمعته یقول عند الفراغ من الصلوة لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شئ قدیر ثلاث مرات قال وكان ینهی عن قیل وقال وكثرة السوال واضاعة المال ومنع وهات وعقوق الامهات ووأدالبنات"

"بخاری نے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وارد سے روایت کی کہ بیشک معاویہ نے مغیرہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف لکھا کہ میری طرف کوئی حدیث لکھ کر بھیجو، جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، ان کی طرف حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: بیشک میں نے آپ سے نماز کے فارغ ہونے پر یہ کہتے ہوئے سنا" لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شئ قدیر "اور آپ کو روکتے ہوئے سنا قیل وقال سے (یعنی بے مقصد بحثوں سے) اور زیادہ سوال کرنے سے، اور مال کو ضائع کرنے سے اور منع کرنے اور لینے سے اور ماؤں کی نافرمانی کرنے سے اور بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے سے۔"

مختصر وضاحت:

یہ روایت اصل میں "عن معاویة عن المغیرة" ہے، اسی لئے روایت امیر معاویہ ہے "وقیل وقال" سے مراد جھگڑے والی بحثوں سے منع کیا۔ کثرت سوال کا مطلب سوال

کرنے (مانگنے کی عادت بنانا) مال کو ضائع کرنے کا مطلب بے جا خرچ کرنا۔" منع وھات " کا مطلب یہ ہے کہ حق سے منع کرنے اور ناحق کو لینے سے منع کیا۔

④ "واخرج البخاری عن أبی أمامة بن سهل قال سمعت معاوية بن أبی سفيان وهو جالس على المنبر أذن المؤذن فقال الله اكبر الله اكبر قال معاوية الله اكبر الله اكبر، فقال اشهد ان لا اله الا الله فقال معاوية وانا، قال اشهد ان محمدا رسول الله ﷺ فقال معاوية انا؟ فلما انقضى التاذين قال يا ايها الناس انى سمعت رسول الله ﷺ على هذا المجلس حين أذن المؤذن يقول ما سمعتم منى من مقالتى"

"بخاری نے ابوامامہ بن سہل سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا اس حال میں کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، جب مؤذن نے اذان کہی تو اس نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" تو حضرت معاویہ نے (اس کے جواب میں) کہا: "اللہ اکبر اللہ اکبر" جب مؤذن نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو حضرت امیر معاویہ نے کہا: "اور میں" مؤذن نے کہا: "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو حضرت امیر معاویہ نے کہا: "اور میں" جب اذان ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! بیشک میں نے اسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ سے سنا جب مؤذن نے اذان دی جیسا تم نے مجھ سے سنا۔"

تنبیہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اذان کا جواب دیتے ہوئے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" میں اور "اشھد ان محمدا رسول اللہ" میں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف "وانا" بھی کہا ہے "اور میں" بھی یہی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں (اور میں) بھی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد اللہ

کے رسول ہیں۔ (یہ بیان جواز تھا آپ ﷺ کی طرف سے) ورنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایات مکمل جواب والی بھی موجود ہیں۔

⑤ "عن طلحة بن عبيد الله قال كنا عند معاوية بن ابى سفيان فأذن المؤذن فقال الله اكبر الله اكبر فقال معاوية الله اكبر الله اكبر فقال اشهد ان لا اله الا الله فقال معاوية اشهد ان لا اله الا الله فقال اشهد ان محمدا رسول الله فقال معاوية اشهد ان محمد رسول الله حتى بلغ حى على الصلوة، حى على الفلاح فقال لا حول ولا قوة الا بالله قال يحيى وحدثنى رجل ان معاوية لما قال ذلك قال هكذا سمعنا نبيكم يقول"۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی رحمہ اللہ ج اول ص ۱۰۹ باب ما یستحب الرجل ان یقولہ اذا سمع الأذان)

"طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں: ہم حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جب مؤذن نے اذان دی تو اس نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ اکبر اللہ اکبر" جب مؤذن نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اشھدان لا الہ الا اللہ" جب مؤذن نے کہا: "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو حضرت معاویہ نے کہا: "اشھد ان محمد ارسول اللہ" یہاں تک کہ مؤذن جب "حی علی الصلوۃ" حی علی الفلاح" پر پہنچا تو آپ نے کہا: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" یحیی کہتے ہیں: مجھے ایک شخص (صحابی) نے بتایا کہ حضرت معاویہ نے جب اذان کا جواب دیا تو فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ سے اس طرح سنا۔"

⑥ "واخرج البخاری عن حميد بن عبد الرحمن سمعت معاوية خطيبا يقول سمعت النبى ﷺ يقول من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين وانما انا قاسم والله يعطى ولن تزال هذه الأمة قائمة لا يضرهم من خالفهم

"بخاری نے حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کی، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت معاویہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص سے اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے

حتى يأتي امر الله "۔

دین کی فقاہت (سمجھ) عطاء کر دیتا ہے۔ بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطاء کرتا ہے۔ ہمیشہ یہ میری امت (دین پر) قائم رہے گی، کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچائے گی یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے۔" (یعنی قیامت آجائے)۔

۷ "واخرج مسلم عنه سمعت رسول الله ﷺ يقول انما انا خازن فمن اعطيته عن طيب نفس فيبارك له فيه ومن اعطيته عن مسئلة وشره كان كالذي يا كل ولا يشبع "۔

"مسلم نے حضرت معاویہ سے روایت کی وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک میں خازن ہوں، جس کو میں اپنی خوشی سے دے دوں، اسے اس میں برکت دی جائے گی، اور جسے میں اس کے مانگنے اور اس کی حرص کے بعد دوں تو وہ ایسا ہوگا جیسے کوئی کھاتا رہے اور سیر نہ ہو۔"

۸ "واخرج مسلم عن طلحة بن يحيى عن عمه قال كنت عند معاوية بن أبى سفيان فجاء المؤذن يدعوه الى الصلوة فقال معاوية سمعت رسول الله ﷺ يقول المؤذنون اطول الناس اعناقا يوم القيامة"

"مسلم نے طلحہ بن یحییٰ سے روایت کی وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے پاس تھا، تو مؤذن آیا آپ کو نماز کیلئے بلانے کیلئے تو حضرت معاویہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مؤذن قیامت کے دن لوگوں میں سے لمبی گردنوں والے ہوں گے۔"

۹ "عن ابى سعيد قال خرج معاوية عن

"مسلم نے ابوسعید سے روایت کی وہ کہتے

فى المسجد فقال ما اجلسكم قالوا جلسنا نذكر الله قال الله ما اجلسكم الا ذلك، قالوا الله ما اجلسنا غيره قال انى لم أستحلفكم تهمة لكم وما كان احد بمنزلتى من رسول الله ﷺ أقل عنه حديثا منى وان رسول الله ﷺ خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم ههنا قالوا جلسنا نذكر الله ونحمده على ما هدانا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قال اما انى لم استحلفلكم تهمة لكم ولكنى أتانى جبريل فاخبرنى ان الله عزوجل يبا هى بكم الملائكة" (اخرجه مسلم)

ہیں: حضرت معاویہ مسجد کے حلقہ میں تشریف لائے تو فرمایا: تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر کرنے کیلئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے کہا: قسم ہے اللہ کی کیا کسی اور چیز نے تمہیں نہیں بٹھایا سوائے اس کے؟ انہوں نے کہا قسم ہے اللہ کی ہمیں اس کے علاوہ کسی اور چیز نے نہیں بٹھایا۔ تو حضرت معاویہ نے کہا: بیشک میں نے تم سے قسم تم پر (جھوٹ کی) تہمت کی وجہ سے نہیں لی کوئی ایک نہیں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہونے کے باوجود اس نے احادیث آپ سے کم روایات کی ہوں، بیشک رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ایک حلقہ میں تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھایا؟

انہوں نے عرض کیا ہمیں بٹھایا ہے اس چیز نے کہ ہم اللہ کا ذکر کریں، اور ہم اس کی تعریف کریں اس پر کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی، اور اس نے ہم پر احسان کیا، تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی کیا تمہیں نہیں بٹھایا سوائے اس کے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا قسم ہے اللہ کی سوائے اس کے ہمیں کسی اور چیز نے نہیں بٹھایا۔ آپ نے فرمایا: بیشک میں نے تم سے قسم (جھوٹ کی) تہمت کیلئے نہیں لی، لیکن میرے پاس جبریل آئے تو انہوں نے مجھے خبر دی بیشک اللہ تعالیٰ فرشتوں پر تمہارا ذکر فخریہ طور پر کرتا ہے۔ (فخر جو اس کی شان کے لائق ہے)

فائدہ جلیلہ:

یہاں ہی علامہ عبدالعزیز فرہاروی (پرہاروی) نے ایک حدیث شفاء شریف سے روایت کی:

(۱۰) "وقال المحدث القاضی عیاض فی الشفاء یروی ان معاویة کان یکتب بین یدیہ ﷺ فقال لہ الق الدواة وحرف القلم واقم الباء وفرق السین ولا تعور المیم وحسن اللہ ومد الرحمن وجود الرحیم"۔

"محدث قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت معاویہ نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو فرمایا: دوات میں سیاہی ڈالو اور قلم اچھی طرح تراشو اور باء کو سیدھا صحیح کرو، سین کے دندانے علیحدہ بناؤ، اور میم کو کانا نہ بناؤ (یعنی درمیان میں سوراخ نہ رکھو) اور کلمہ "اللہ" کو خوبصورت لکھو، اور "رحمٰن" کو کھینچ کر لکھو اور رحیم کو عمدہ طریقہ سے لکھو۔"

(۱۱) "واخرج البخاری عنہ قال انکم لتصلون صلوة لقد صحبنا النبی ﷺ فما رأیناہ یصلیھا ولقد نھی عنھا یعنی الرکعتین بعد العصر"۔

"بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، آپ نے فرمایا: بیشک تم یہ نماز پڑھتے ہو حالانکہ ہم نبی کریم ﷺ کی مصاحبت میں (آپ کے ساتھ رہے ہیں) ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، تحقیق آپ نے اس سے منع فرمایا، یعنی عصر کے بعد دو رکعتوں سے منع فرمایا۔"

(۱۲) "واخرج مسلم عن معاویة أیا کم والأحادیث الاحدیثا کان فی عھد عمر فأن عمر کان یخیف الناس فی اللہ عزوجل"۔

"مسلم نے حضرت معاویہ سے روایت کی کہ تم احادیث بیان کرنے سے بچ کر رہو، مگر وہ حدیث (بیان کرو) جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیان کی جاتی تھی: بیشک

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے تھے۔"

وضاحت حدیث:

کثرت احادیث کے نہ بیان کرنے کی وجہ یہ تھی کہ احادیث بغیر قوی ثبوت کے نہ بیان کی جائیں اصل وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب اپنی کتب سے بعض واقعات بیان کرتے تھے، بعض حضرات بغیر تحقیق کے ان کو احادیث سمجھتے تھے۔ جب شہر اور علاقے فتح ہوئے تو حکم دیا گیا کہ جو احادیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیان کی گئیں ان پر اعتماد کیا جائے کیونکہ آپ احادیث کے معاملہ میں سخت موقف اختیار کرتے تھے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرتا تو فرماتے کہ اور گواہ بھی لاؤ ورنہ میں تمہیں کوڑے سے سبق سکھادوں گا، مقصد اس کا یہی ہوتا تھا کہ لوگ احادیث بیان کرنے میں جلدی نہ کریں تاکہ جو حدیث بھی سامنے آئے اس پر بہت زیادہ وثوق پایا جائے، اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ جلد بازی سے احادیث بیان کرنے سے اجتناب کرو، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جن احادیث کی تحقیق کی جاچکی ہے وہی بیان کرو۔

(۱۳) "واخرج احمد وابو داؤد والحاکم عن معاویة مرفوعا ان اھل الکتاب تفرقوا فی دینھم علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق ھذہ الأمة علی ثلاث وسبعین کلھا فی النار الا واحدة وھی الجماعة ویخرج من امتی قوم تتجاری بھم تلک الأھواء کما یتجاری الکلب لصاحبہ فلا یبقی منھم عرق ولا مفصل الادخلہ"۔

"امام احمد اور ابو داؤد اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی (مرفوع حدیث نبی کریم ﷺ کا ہی ارشاد ہے) بیشک اہل کتاب اپنے دین میں بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب جہنمی ہوں گے، سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہوگی، اور میری امت میں سے ایک قوم وہ ہوگی جس میں خواہشات اس طرح

ہوں گی جس طرح کاٹنے والے کتے کا اثر کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتا ہے' کوئی رگ اور جوڑ باقی نہیں رہتا مگر یہ کہ وہ اس میں سرایت کر جاتا ہے۔''

(۱۴)"واخرج احمد والنسائی والحاکم عن معاویة مرفوعا کل ذنب عسی الله ان یغفره الا من مات مشرکا أومن یقتل مؤمنا متعمدا"۔

''امام احمد اور نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی کہ ہر گناہ کو امید ہے اللہ تعالی معاف فرما دے سوائے اس کے جو مشرک مرا یا جس نے مؤمن شخص کو جان بوجھ کر قتل کیا۔''

وضاحت حدیث:

اللہ جس کے گناہ کو بغیر توبہ معاف کرنا چاہے گا' اسے معاف کر دے گا لیکن شرک کو وہ کبھی توبہ کے بغیر معاف نہیں فرمائے گا۔ ہاں! جس نے شرک سے توبہ کر لی اللہ تعالی اسے معاف کر دے گا کیونکہ اسلام سے شرک مٹ جاتا ہے۔ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے وہ حقوق العباد میں آ جاتا ہے' اللہ تعالی حقوق العباد کو معاف نہیں فرماتا۔

(۱۵)"واخرج ابوداود عن معاویة ان النبی ﷺ نهی عن الاغلوطات"

ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: بیشک نبی کریم ﷺ نے پیچیدہ مسائل میں الجھنے سے منع فرمایا۔''

(۱۶)"واخرج ابو یعلی والطبرانی عن معاویة مرفوعا ستکون ائمة من بعدی یقولون فلا یرد علیهم قولهم یتقاحمون فی النار کما تقاحم القردة"۔

''ابو یعلی اور طبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ میرے بعد حکام ایسے ہوں گے جو باتیں کریں گے لیکن ان کی باتیں ان پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔ وہ آگ میں (بلا سوچے، سمجھے) ایسے داخل ہوں گے

جیسے چھڑی گھس جاتی ہے۔''

مراد یہ ہے کہ وہ جھوٹ بہت بولیں گے، جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں گے۔

(۱۷)"واخرج ابوداود عن معاویة مرفوعا لا تبادرونی برکوع ولا سجود انی مهما اسبقکم به اذا رکعت تدرکونی به اذا رفعت انی قد بدنت"

''ابو داؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی: مجھ سے رکوع اور سجود میں جلدی نہ کرو، میں تم سے پہلے رکوع میں جاؤں گا' اور پہلے سر اٹھاؤں گا' تم مجھے پا لوگے' بیشک میں جسیم ہو گیا ہوں۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حاجتمندوں کیلئے ایک شخص کو مقرر کرنا:

"واخرج ابو داود والترمذی عن عمر وبن مرة انه قال لمعاویة سمعت رسول الله ﷺ یقول من ولاه الله شیئا من أمر المسلمین فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله دون حاجته وخلته وفقره فجعل معاویة رجلا علی حوائج الناس"۔

(الناهیہ' علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ' ص ۲۳)

''ابو داود اور ترمذی نے عمر و بن مرہ سے روایت کی: انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جسے اللہ تعالی مسلمانوں کے معاملات کا والی بنا دے (یعنی جسے مسلمانوں کا حاکم بنا دے) وہ ان کی حاجات وضروریات اور ان کے فقر کو دور کرنے سے رک جائے تو اللہ تعالی بھی اس کی حاجت وضرورت اور فقر کو دور کرنے سے رک جاتا ہے (یہ سن کر) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے کیلئے ایک شخص کو مقرر کر دیا۔''

"واخرج الترمذی وابوداود عن سلیم بن عامر قال کان بین معاویة وبین الروم

''ترمذی اور ابوداؤد نے سلیم بن عامر سے روایت کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور

عهد وكان يسير نحو بلادهم حتى اذا انقضى العهد أغار عليهم فجاء رجل على فرس أوبرذون وهو يقول الله اكبر الله اكبر وفاء لا غدر فنظروا فاذا هو عمر وبن عبسه فسأله معاوية عن ذلك فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول من كان بينه وبين قوم عهد فلا يحلن عهده ولا يشد نه حتى يمضى أمره أوينبذ اليهم على سواء قال فرجع معاوية"۔

(الناہیہ' علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ' ص ۲۴)

رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ معاہدہ ختم ہونے کے قریب تھا تو آپ اپنے لشکر کو لے کر ان کے شہروں کی طرف چلنے لگے تاکہ جب ہی معاہدہ ختم ہو تو اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے' تو ایک شخص گھوڑے پر سوار یا برزون پر سوار ہو کر آئے (برزون، ٹٹو یا ترکی گھوڑے کو کہا جاتا ہے) وہ کہنے لگے اللہ اکبر، اللہ اکبر وفاء چاہئے' غدر نہیں۔ لوگوں نے دیکھا وہ عمرو بن عبسہ تھے' ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (قول کے متعلق) پوچھا' تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا' جب کسی (حاکم) اور کسی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو مدت معاہدہ ختم ہونے سے پہلے وعدہ کو نہ توڑے اور نہ ہی اس قوم پر سختی کرے' یا پھر دونوں طرف سے معاہدہ برابر طور پر ٹوٹ جائے' راوی فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو واپس لوٹا لیا۔"

وضاحت حدیث:

ایک تو حدیث پاک سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ارشاد مصطفوی ﷺ کی کتنی ہی زیادہ قدر و منزلت تھی کہ حدیث کو سنتے ہی لشکر کو واپس لوٹا لیا' کوئی اس میں بحث نہیں کی' کوئی تاخیر نہ کی' بلکہ ادھر حدیث سنی ادھر عمل کر دیا۔

حدیث پاک کا مطلب واضح ہے کہ معاہدہ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے اچانک حملے کیلئے دشمن کے علاقہ کی طرف لشکر لے جانا منع ہے۔ لشکر کشی کی دو ہی صورتیں ہیں:

۱. ایک یہ کہ معاہدہ کے ختم ہونے کی مدت آنے کے بعد اپنے علاقہ سے لشکر لے کر جائے۔
۲. دوسری صورت یہ ہے کہ دشمن معاہدہ توڑ دے تو مسلمان بھی توڑ دیں تو جب دونوں طرف سے مدت کے ختم ہونے سے پہلے معاہدہ ٹوٹ جائے گا تو اس صورت میں لشکر کشی جائز ہوگی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے شدت محبت:

"ومن شدة حبه النبی ﷺ ماذكره القاضی عياض فی الشفاء ان عابس بن ربيعه لما دخل علی معاوية من باب الدار قام من سريره وتلقاه وقبل بين عينيه"۔

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے شدید محبت کا ذکر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء میں فرمایا: بیشک عابس بن ربیعہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو وہ اپنی چارپائی سے اٹھے اور ان کی ملاقات کی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اس کی وجہ کیا تھی؟ وجہ اس کی یہ تھی کہ ان کی صورت رسول اللہ ﷺ کی صورت کے مشابہ تھی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ باصلاحیت شخص کو عامل بناتے تھے:

"ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه استخلفه علی الشام مع أنه كان شديد التحری فی صلاح الأمراء وفسادهم وأقره

بیشک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کے علاقہ میں اپنا خلیفہ (گورنر) بنایا' حالانکہ آپ کسی

عثمان فلم يعزله۔
(الناهية ص٢٦)

کو عامل (گورنر) بناتے وقت بہت کوشش سے چھانٹ بینٹ کرتے تھے' یہ دیکھتے تھے یہ باصلاحیت ہے یا فسادی۔ آپ فقط باصلاحیت کو ہی عامل (گورنر) بناتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو برقرار رکھا، معزول نہیں کیا۔ (وجہ اس کی یہی تھی کہ آپ باصلاحیت شخص تھے)۔''

اعتراض:

معاویہ تو پسند کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی جائیں۔ معاویہ کہاں باصلاحیت اور اچھے شخص تھے' آیئے! ہمارا اعتراض حدیث پاک کے آئینہ میں دیکھئے:

"اخرج مسلم عن ابن ابی وقاص قال جاء معاوية بن أبي سفيان سعدا فقال ما منعك ان تسب ابا تراب قال اما ما ذكرت ثلاثا قالهن له رسول الله ﷺ فلن اسبه فذكر قوله انت مني بمنزلة هارون من موسى الأانه لانبي بعدي وقوله يوم خيبر لأعطين الراية رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ولأنه لما نزلت آية المباهلة دعا عليا وفاطمة وحسنا وحسينا فقال اللهم هؤلاء اهلي " انتهى ملخصا"

''مسلم نے ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان سعد بن ابی وقاص کے پاس آئے، تو کہا کہ کیا وجہ ہے جو تمہیں حضرت ابوتراب (علی المرتضی) رضی اللہ عنہ کو گالی دینے سے روکتی ہے انہوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے تین اقوال یاد ہیں جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمائے اس لئے میں ہرگز انہیں گالیاں نہیں دوں گا۔ ① آپ کا ارشاد یہ ہے تمہارا میرے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا موسی علیہ السلام سے تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

② اور آپ کا ارشاد یہ ہے جو آپ نے خیبر کے دن فرمایا بیشک میں ضرور بضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

③ اور جب آیۃ مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور عرض کیا: اے اللہ! یہ میری اہل ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنی عظیم شان کے مالک ہیں تو امیر معاویہ کا انہیں گالیاں دینے کا حکم کیا شان اہل بیت کی توہین ہے یا نہیں؟

جواب اول:

آیئے! دیکھئے ایمان والے محققین علماء کرام کیا خوبصورت انداز پر حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں:

"واما بأنه سمع قوما يسبونه فاراد كفهم عن سبه باظهار فضله على لسان سعد"۔

''جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہے ہیں تو آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کیوں گالیاں نہیں دیتے؟''

مقصد یہ تھا کہ جب یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کریں گے تو دوسرے لوگ بھی گالیاں دینے سے رک جائیں گے' یعنی آپ نے تو گالیاں دینے سے روکنے کا طریقہ استعمال کیا' لیکن لوگوں نے سمجھا آپ نے گالیاں دینے کا حکم دیا۔

جواب دوم:

"واما بأنه ليس فيه الأمر بل سوال من السبب المانع عنه"۔
(الناہیہ، علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ، ص ٣٧)

''آپ کے ارشاد میں کوئی امر کا صیغہ نہیں کہ آپ نے حکم دیا ہو' بلکہ سوال ہے کہ تمہارے گالیاں نہ دینے کی وجہ کیا ہے؟''

سوال کی وجہ پہلے جواب میں بہت واضح ہے۔

تنبیہ:

گالیوں کا ایک مفہوم ہمارے ذہنوں میں اپنے زمانہ کے مطابق ہے بیہودہ بکواس کرنا فحش گالی دینا' وہ صحابہ کرام کے زمانہ میں گالیاں نہیں دی جاتی تھیں' بلکہ سخت کلامی ہوتی تھی، سخت کلامی کرنے کا حکم بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا، صرف وجہ پوچھی۔

عجیب جہالت:

بعض لوگوں نے ''ابوتراب'' کنیت ذکر کرنے پر بھی اعتراض کیا کہ امیر معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ذکر کیا اور کنیت ذکر کی جو آپ کی حقارت پر دلالت کر رہی ہے اس کا جواب یہ ہے:

" وتکنیه رضی الله عنه بأبی تراب لیس طعنا فانه کان یحب ان یکنی به " (الناہیہ ص ۳۷)

'' آپ کی کنیت ابوتراب بیان کرنا آپ پر طعن نہیں، کیونکہ آپ کو یہ کنیت پسند تھی۔''

وجہ اس کی حدیث پاک میں موجود ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں لیٹے ہوئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر فرمایا: "قُمْ ابا تراب ، قُمْ ابا تراب" اے ابوتراب! اٹھو، اے ابوتراب! اٹھو۔ اس وقت سے آپ کو اپنی کنیت ''ابوتراب'' بہت پسند رہی۔

اعتراض:

معاویہ اور ابوسفیان کا ایمان نفع مند نہیں کیونکہ معاویہ اور ان کے باپ ابوسفیان نے فتح مکہ کے دن ایمان لایا' فتح مکہ کے دن ایمان لانا نفع مند نہیں اسلئے کہ قرآن پاک میں ہے:

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ○ (سورہ سجدہ ۲۹:۲۱)

''تم فرماؤ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا' اور نہ انہیں مہلت ملے۔'' (کنزالایمان)

جواب:

آیہ کریمہ سے مراد فتح مکہ نہیں بلکہ قیامت کا دن ہے جو فیصلہ کا دن ہے' اعلی حضرت مولینا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کا ترجمہ ہی کتنا خوب ہے: " قل یوم الفتح " '' تم فرماؤ فیصلہ کا دن۔'' آیئے! معتبر تفاسیر کو دیکھئے:

"(قل یوم الفتح) ای لا یقبل ایمانهم فی تلك الحالة لأن الایمان "المقبول هو الذی یکون فی دار الدنیا ولا ینظرون ای لا یمهلون بالأعادة الی الدنیا لیؤمنوا فیقبل ایمانهم"۔ (تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۱۸۸ مطبوعہ ایران)

''اس آیۃ کریمہ میں ''یوم فتح'' سے مراد یہ ہے کہ ان کا ایمان اس حالت میں یعنی قیامت کے دن قبول نہیں ہوگا کیونکہ ایمان وہی مقبول ہوگا جو دنیا میں لایا گیا ہو' ان کو دنیا میں لوٹائے جانے کی مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ ایمان لائیں تو ان کا ایمان قبول کیا جائے۔''

"عن مجاهد فی قوله قل یوم الفتح قال یوم القیامة، واخرج عبد الرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن أبی حاتم عن قتادة فی قوله قل یوم الفتح قال یوم القضاء وفی قوله وانتظر انهم منتظرون قال یوم القیامة"۔ (تفسیر درمنثور)

''حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول میں فرمایا: '' قل یوم الفتح '' سے مراد قیامت کا دن ہے اور عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم نے قتادہ سے روایت کی کہ '' قل یوم الفتح '' سے مراد فیصلہ کا دن ہے۔ اور '' وانتظر انهم منتظرون '' سے مراد قیامت کا دن ہے۔''

"(قل یوم الفتح) ای اذا حل بکم بأس الله وسخطه وغضبه فی الدنیا وفی الآخرة (لا ینفع الذین کفروا ایمانهم ولا هم ینظرون) کما قال تعالی (فلما جاء تهم

''(قل یوم الفتح) کا مطلب یہ ہے کہ جب تم پر اللہ کا عذاب اور اس کی ناراضگی اور اس کا غضب آجائے خواہ دنیا میں یا آخرت میں تو اس دن کافروں کو ان کا ایمان نفع نہیں دے گا

رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم) الآيتين ومن زعم ان المراد من هذا الفتح فتح مكة فقد ابعد النجعة واخطأ فأفحش فان يوم الفتح قد قبل رسول الله ﷺ الاسلام مطلقا وقد كانوا قريبا من ألفين ولو كان المراد فتح مكة لما قبل اسلامهم لقوله تعالى (قل يوم الفتح لا ينفع الذين كفروا ايمانهم ولا هم ينظرون) وانما المراد الفتح الذي هو القضاء والفصل كقوله فافتح بيني وبينهم"۔ (تفسير ابن كثير)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیۃ کریمہ میں ارشاد فرمایا (جب ان کے پاس رسول بینات ودلائل لائے تو وہ خوش ہونے لگے) جن لوگوں نے اس زیر بحث آیۃ میں یوم فتح سے مراد فتح مکہ لیا ہے وہ مقصد سے بہت دور ہے اور بہت بڑی غلطی ہے بیشک فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے مطلقا ایمان قبول فرمایا وہ دو ہزار کے قریب تھے، (جن کا ایمان قبول کیا گیا) اگر زیر بحث آیۃ کریمہ میں (یوم الفتح) سے مراد فتح مکہ کا دن ہوتا تو نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی (قل یوم الفتح......) کے پیش نظر ان کا ایمان قبول نہ فرماتے آپ کا ایمان قبول کرنا ہی اس پر دلالت کر رہا ہے یوم فتح سے مراد فیصلہ کا دن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (ترجمہ) (اے اللہ) فیصلہ فرمادے میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما۔"

تنبیہ:

مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے (یوم الفتح) سے مراد رب تعالیٰ کے فیصلہ کے دن پر ضمنا ایک آیۃ کریمہ کا کچھ حصہ پیش کیا (فلما جاء تهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم) اس کے بعد (الآیتین) تحریر فرما کر اشارہ فرمادیا کہ اہل علم مکمل دو آیتوں سے مطلب سمجھ لیں۔ چونکہ راقم کی کوشش متوسط طلباء کرام کیلئے ہے اسلئے دونوں آیتوں اور بعد والی آیۃ اور

ان کے ترجمہ کو پیش کیا جارہا ہے تاکہ طلباء کرام کو سمجھنا آسان ہو۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ O فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ O فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ O

(سورہ مومن ۲۴:۸۳تا۸۵)

"تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا اور انہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے ان سے منکر ہوئے تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔" (کنزالایمان)

"(قل يوم الفتح) اى يوم القيامة وهو يوم الفصل بين المؤمنين واعدائهم" (تفسیر مدارک التنزیل للنسفی)

"یوم فتح سے مراد قیامت کا دن ہے، وہ فیصلہ کا دن ہے مؤمنوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان۔"

"(يوم الفتح) يوم القيامة ظاهر على القول بأن المراد بالفتح الفصل للخصومة فقد قال سبحانه ان ربك هو يفصل بينهم يوم القيامة" (تفسیر روح المعانی)

"یوم فتح سے مراد قیامت کا دن ہے، ظاہر قول یہی ہے کہ بیشک فتح سے مراد جھگڑے میں فیصلہ کا دن ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (ترجمہ) بیشک وہ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن۔"

اعتراض:

خازن میں فتح مکہ مراد ہے، فتح مکہ کی نفی کس طرح درست ہے؟

جواب:

پہلے خازن کی عبارت اور ترجمہ دیکھئے' پھر صدر الافاضل مولینا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر خزائن العرفان کو دیکھئے تو شائد تمہیں سمجھ آئے گی کہ اگر زیر بحث آیۃ کریمہ میں یوم الفتح سے مراد فتح مکہ لی جائے تو اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

"(قل یوم الفتح) یعنی یوم القیامة لا ینفع الذین کفروا ایمانهم ای لا یقبل منهم الایمان ومن حمل یوم الفتح علی فتح مکة او القتل یوم بدر قال معناه لا ینفع الذین کفروا ایمانهم اذ جائهم العذاب۔"

(تفسیر خازن)

''یوم فتح سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس دن کافروں کا ایمان لانا ان کو نفع نہیں دے گا، یعنی ان کا ایمان قبول نہیں ہوگا، جن لوگوں نے یوم فتح سے مراد فتح مکہ یا بدر کی لڑائی کا دن لیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کافروں کو ایمان نفع نہیں دے گا جب ان کے پاس عذاب آئے گا۔''

آیئے! اس کی وضاحت خزائن العرفان میں دیکھئے:

زیر بحث آیہ کریمہ کے حاشیہ ۵۹ میں صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''توبہ و معذرت کے دن سے یا روز قیامت مراد ہے یا روز فتح مکہ یا روز بدر بر تقدیر اول اگر روز قیامت مراد ہو تو ایمان کا نافع نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایمان وہی مقبول ہے جو دنیا میں ہو اور دنیا سے نکلنے کے بعد وہ ایمان مقبول ہوگا نہ ایمان لانے کیلئے دنیا میں واپس آنا میسر آئے گا، اور اگر فیصلہ کے دن سے روز بدر یا روز فتح مکہ مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ جبکہ عذاب آجائے اور وہ لوگ قتل ہونے لگیں تو حالت قتل میں ان کا ایمان لانا قبول نہ کیا جائے گا اور نہ عذاب موخر کر کے انہیں مہلت دی جائے گی' چنانچہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو قوم بنی کنانہ بھاگی حضرت خالد بن ولید نے جب انہیں گھیرا اور انہوں نے دیکھا کہ اب قتل سر پر آگیا کوئی امید جان بری کی نہیں تو انہوں نے اسلام کا اظہار کیا حضرت خالد

نے قبول نہ فرمایا اور انہیں قتل کر دیا۔ (خزائن العرفان' جمل وغیرہ)

حقیقت یہ ہے کہ اس اعتراض کے نتائج بہت برے ہیں:

وجہ اس کی یہ ہے کہ دو ہزار صحابہ کرام جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ایمان قبول کیا ہے' ان تمام کی شان میں گستاخی لازم آئے گی ان کا ایمان ان کیلئے نفع مند نہیں آئے گا۔

سب سے عظیم گستاخی جس کے تصور سے بھی جسم تھر تھر کانپتا ہے' وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی لازم آئے گی کہ آپ نے دو ہزار لوگوں کے ایمان کا اعتبار کیوں کیا ہے جبکہ ایمان ان کیلئے نفع مند ہی نہیں۔ ہاں! غور کر' ذرا یہ تو بتا' کیا قرآن کو تو اچھا سمجھتا ہے یا سید الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ اچھا سمجھتے ہیں۔ جب آپ نے دو ہزار لوگوں کا ایمان قبول کیا تو پتہ چلا کہ جس آیۃ کو جہلاء نے دلیل بنایا وہ دلیل غلط اور باطل ہے۔

تو جاہل واحمق ہے غلط تیرا بیان ہے
کسی محب رسول وصحابہ سے پوچھ کیا شان قرآن ہے

تنبیہ: پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ صحابہ کرام کے اختلاف اور جنگوں میں دونوں طرف سے قتل ہونے والے صحابہ کرام شہید ہیں' دونوں طرف کے حضرات کو شہید اسی وقت کہا جاسکتا ہے' جب کوئی ایک فریق بھی ظالم نہ ہو' ظالم کے ساتھ قتل ہونے پر شہید نہیں ہوا کرتے۔

راقم بہت ڈرتا ہے:

یہ بیان کرنا تو راقم کیلئے آسان ہے جو مرقاۃ میں یہ ذکر کیا گیا ہے:

"وکان الحسن رضی الله یومئذ احق الناس"

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس وقت سب لوگوں سے حق پر تھے۔''

لیکن یہ ذکر کرنا راقم کو کیوں مشکل نظر آتا ہے؟ واللہ اعلم۔ مرقاۃ میں یہ ذکر کیا گیا ہے:

"احد الطائفتین مصیبة والأخری مخطئة"

''دو گروہوں میں سے ایک درست راہ پر تھا دوسرا غلطی پر تھا۔''

راقم یہ تو کہتا ہے کہ فلاں طرف حق تھا' یہ بھی کہہ لیتا ہے کہ فلاں طرف اجتہادی خطاء تھی۔ ہاں! کبھی کسی کے کلام کو نقل کرتے ہوئے بھی کہہ لیتا ہے کہ فلاں غلطی پر تھا' ہوسکتا ہے سہو کتابت سے یا بے توجہی سے یا غلطی سے صحابہ کے ایک فریق کو غلطی پر کہہ دے تو وہ راقم کی غلطی ہوگی' اگرچہ شارحین بھی کہتے ہیں' صحابہ کرام نے غلطیاں کی ہیں۔

راقم کیوں ڈرتا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر کبیر میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ رب تعالی کی طرف گھٹیا چیز کی نسبت کرنا جائز نہیں یعنی یوں کہنا جائز نہیں "اللہ خالق الکلاب والخنازیر" اللہ تعالی کتوں اور خنزیروں کا خالق ہے' ہاں! البتہ یہ کہا جائے۔ "اللہ خالق کل شئ" اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ تو اس کے ضمن میں کتے اور خنزیر بھی آجائیں گے۔

تو اس لئے راقم نے اجتہادی خطاء کے الفاظ کو ترجیح دی ہے کہ اس میں ثواب ہے گناہ نہیں' لیکن مطلقا خطاء کے الفاظ کا استعمال تو مؤاخذہ کی دعوت دیتا ہے۔

راقم نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمیشہ یوں کہا:

کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر رجم کی حد کے سبب کو نہ دیکھیں کہ آپ کو فلاں وجہ سے سنگسار کیا گیا' بلکہ محبت صحابہ کرام کا دم بھرتے ہوئے یہ کہہ کر تو دیکھیں' کیا خوب ہی حسین بات نظر آئے گی: حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا ایمان دیکھیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں" یا رسول اللہ طهرنی "یارسول اللہ مجھے پاک کریں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں" ویحك ارجع فاستغفر اللہ وتب الیہ "اللہ تم پر رحم کرے لوٹ جاؤ' پھر اللہ سے بخشش طلب کرو اور اسی کی طرف توبہ کرو۔

"قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول اللہ طهرنی' فقال النبی ﷺ مثل ذلك"

"راوی (بریدہ) کہتے ہیں وہ زیادہ دور نہیں گئے پھر لوٹ کر آگئے' عرض کیا: یارسول اللہ مجھے پاک کریں نبی کریم ﷺ نے پھر پہلے

کی طرح ہی کلام کیا۔"

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا چار مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا مجھے پاک کریں' نبی کریم ﷺ کا انہیں بار بار لوٹانا' ان کا بار بار یہی عرض کرنا' چوتھی مرتبہ اقرار کے بعد آپ کا تحقیق کے بعد حکم دینا کہ "اسے سنگسار کردو" یہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان اور کامل خوف خدا پر دلالت کرتا ہے۔ آیئے! ذرا نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو بھی دیکھئے:

"ثم جاء رسول اللہ ﷺ وهم جلوس فسلم ثم جلس فقال استغفروا لماعز بن مالك قال فقالوا غفر اللہ لماعز بن مالك ' قال فقال رسول اللہ ﷺ لقد تاب توبة لو قسمت بین امة لوسعتهم "

"حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے واقعہ سنگسار کے دو یا تین دن بعد نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں سلام کہا: پھر آپ بھی بیٹھ گئے' آپ نے فرمایا: ماعز بن مالک کیلئے بخشش طلب کرو' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالی ماعز بن مالک کی بخشش کردے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تو وہ توبہ کی کہ اگر ساری امت پر وہ توبہ تقسیم ہوتی' تو سب کو کافی ہوجاتی۔"

راقم کے ڈرنے کی ایک وجہ یہ ہے:

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آیہ کریمہ "قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ" کے تحت بیان فرماتے ہیں:

"اضافة الکذب الی رواته أولی من ان یضاف الی الانبیاء علیهم السلام"۔ (کبیر)

اگر ایسی کوئی روایت ہو جس میں انبیاء کرام کا جھوٹا ہونا ثابت ہو رہا ہو۔ (اور اس روایت کی کوئی تاویل نہ ہو سکے یعنی کوئی ایسی وجہ نہ بیان ہو سکے جس سے انبیاء کرام کی

صداقت ثابت ہو سکے) تو اس صورت میں راویوں کو جھوٹا کہا جا سکتا ہے لیکن انبیاء کرام کو جھوٹا کہنا محال ہوگا روایت کو رد کر دیا جائے گا لیکن انبیاء کرام کی شان میں کوئی فرق نہیں آنے دیا جائے گا۔

راقم نے علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے نتیجہ یہ نکالا:

کہ شان صحابہ میں گستاخی کو برداشت کرنا تو مشکل ہے، البتہ مؤرخین کے رطب ویابس اقوال کو دیکھ کر مؤرخین کے اقوال کو رد کرنا آسان ہے۔

ایک بات یاد رہے کہ مؤرخ کا کام اقوال کو جمع کرنا ہے، تحقیق کرنا اس کا کام نہیں، تاریخ کی ایک ہی کتاب میں کئی اقوال ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کہاں صحابی رسول اللہ ﷺ کہاں "العلماء کالجھلاء" نام نہاد مبلغین کو جھوٹا کہنا آسان ہے لیکن کسی صحابی کی شان میں گستاخی کو برداشت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے محبوب ہیں:

صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی شان میں حسین امتزاج:

"عن البراء قال رأیت النبی ﷺ والحسن بن علی علی عاتقه یقول اللھم انی احبه فأحبه"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ مناقب اہل بیت النبی ﷺ)

"حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ حسن بن علی آپ کے کندھے پر ہیں اور آپ رب تعالی کے حضور عرض کر رہے ہیں: اے اللہ! بیشک میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔"

"عن أبی هریرة قال خرجت مع رسول الله ﷺ فی طائفة من النهار حتی أتی خباء فاطمة فقال اثم لکع اثم لکع یعنی حسنا

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دن کے کسی حصہ میں نکلا یہاں تک آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

فلم یلبث ان جاء یسعی حتی اعتنق کل واحد منهما صاحبه فقال رسول الله ﷺ اللهم انی احبه فأحبه واحب من یحبه"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب اہل بیت النبی ﷺ)

حجرے کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: کیا بچہ یہاں ہی ہے، (دوبارہ پھر کہا) کیا بچہ یہاں ہی ہے یعنی حسن۔ ابھی کچھ دیر نہ ہوئی بچہ دوڑتا ہوا آ گیا، دونوں نے ایک دوسرے کو گلے سے لگایا تو رسول اللہ ﷺ عرض کرنے لگے: اے اللہ! بیشک میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔"

تنبیہ:

"خباء" کا معنی اگرچہ خیمہ ہوتا ہے لیکن اس مقام میں حجرہ، یا گھر، یا گھر کا اردگرد۔ راقم نے اسی لئے (حجرہ کے پاس) ترجمہ کیا ہے "لُکَعُ" کا معنی "الصبی الصغیر" (چھوٹا بچہ) ہے۔ (ماخوذ از مرقاۃ)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبوبیت کا ذکر:

"عن یعلی بن مرة قال قال رسول الله ﷺ حسین منی وانا من حسین احب الله من احب حسینا حسین سبط من الاسباط"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ مناقب اہل البیت)

"حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے میں حسین سے متصل ہوں اور حسین میرے ساتھ متصل ہے، اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے حسین میرا نواسہ ہے۔"

وضاحت حدیث:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" حسین منی وأنا من حسین"

"حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔"

اس حدیث پاک کی شرح کو اسی مناقب کے باب میں ایک دوسری حدیث سے سمجھئے اور خوبصورت امتزاج بھی دیکھئے:

"وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ العباس منی وأنا منه"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ مناقب اہل بیت)

''عباس مجھ سے ہیں یعنی میرے اقارب سے ہیں، اور میں ان کا قریبی ہوں، عباس میرے اہل بیت سے ہیں اور میں ان کے خاندان سے منسلک ہوں، عباس میرے ساتھ متصل ہیں، میں ان سے متصل ہوں۔''

(احب الله من أحب حسينا) "فان محبته محبة الرسول ومحبة الرسول محبة الله"

''امام حسین کے ساتھ محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت اللہ سے محبت ہے۔''

اسی وجہ سے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کا محبّ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا بھی محبّ ہے۔

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما دونوں کی محبوبیت کا ذکر:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کے آخر میں یہ دعاء ہے:

"اللهم احبهما فاحبهما وأحب من يحبهما"

(رواہ الترمذی باب مناقب اهل بیت)

''اے اللہ! بیشک میں ان دونوں سے (یعنی حسن اور حسین سے پہلے ان کا ہی تذکرہ ہے) محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر، اور اے اللہ! اس سے بھی محبت کر جو ان دونوں سے محبت کرے۔''

"عن انس قال سئل رسول الله ﷺ أى اهل بيتك أحب اليك قال الحسن و الحسين و كان يقول لفاطمة ادعی لی ابنتی فيشمهما ويضمهما اليه"۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اہل بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''حسن اور حسین'' آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کو کہا کرتے تھے میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ، آپ دونوں کو سونگھتے تھے اور دونوں کو اپنے سینے سے لگاتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کے دونوں کو چومنے کی وجہ:

"والمعنى فيحضران فيشمهما لأنهما ريحاناه"

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۹۲)

''مطلب یہ ہے کہ جب دونوں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوتے تو آپ ان دونوں کو چومتے اسلئے کہ وہ دونوں آپ کے گل ریحان (ایک خاص پھول کا نام ریحان ہے) تھے۔''

یہ مسئلہ ایک دوسری حدیث سے زیادہ واضح ہو رہا ہے:

"عن عبد الرحمن بن ابی نعم قال سمعت عبد الله بن عمرو سأله رجل عن المحرم قال شعبة احسبه بقتل الذباب قال اهل العراق يسألونی عن الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله ﷺ وقال رسول الله ﷺ هما ريحانی من الدنياء۔"

(رواہ البخاری مشکوۃ، مناقب اہل بیت)

''عبدالرحمٰن بن نعیم کہتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سنا کہ ان سے ایک شخص محرم کے متعلق پوچھ رہا ہے کہ حالت احرام میں (شعبہ کہتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ وہ پوچھ رہا تھا) مکھیوں کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے انہوں نے کہا عراقی مجھ سے مکھیوں کے قتل کے بارے میں پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے تو نواسہ رسول اللہ ﷺ کو قتل (شہید) کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا: یہ دونوں دنیا میں میرے ریحان ہیں۔''

حضرت زید اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی محبوبیت کا ذکر:

"عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ بعث بعثا وأمر عليهم أسامة بن زيد فطعن

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا ان پر

"بعض الناس فی أمارته فقال رسول الله ﷺ ان کنتم تطعنون فی أمارة ابیه من قبل وایم الله ان کان لخلیقا للامارة وان کان لمن احب الناس الی وان هذا لمن احب الناس الی بعده۔"
(بخاری و مسلم، مشکوۃ مناقب اہل بیت)

امیر اسامہ بن زید کو مقرر فرمایا، بعض لوگوں نے ان کے امیر بنانے پر طعن کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے امیر بنانے پر طعن کر رہے ہو تم تو اس سے پہلے اس کے باپ کے امیر بنانے پر اعتراض کر رہے تھے، قسم ہے اللہ کی، بیشک وہ امیر بننے کے لائق تھا اور بیشک وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھا، اور بیشک اس کے بعد یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔"

وضاحت حدیث:

(اَمَّرَ) میم کی شد سے ہے اس کا معنی ہے "امیر بنایا" "فطعن" طعن کا معنی ہاتھ یا نیزے سے کسی کو نشانہ بنانا (چک دینا) "والمعنی فتکلم الناس" یہاں معنی یہ ہے کہ لوگوں نے اس میں کلام کیا، چہ میگوئیاں کیں کہ یہ نوجوان ہے اور اس کے زیر قیادت بڑے بڑے لوگوں کو کر دیا گیا۔

اعتراض: صحابہ نے نبی کریم ﷺ پر اعتراض کیوں کیا، کیا صحابہ کی بہت بڑی غلطی نہ تھی؟

جواب: بعض الناس " ای المنافقون أواجلاف العرب۔" (مرقاۃ)

"بعض الناس سے مراد منافقین ہیں یہ اعتراض کرنے والے منافق لوگ تھے ہاں! ان کے ساتھ کچھ اکھڑ، اجڈ دیہاتی نئے مسلم بھی مل گئے ہوں، تو ممکن ہے۔"

اسی کو لمعات میں ان الفاظ سے واضح کیا گیا ہے۔

"فقد کنتم تطعنون الطعن فی امارة الموالی کان من عادة الجاهلیة فلما جاء الله

"زمانہ جاہلیت میں لوگ ہر اس شخص پر اعتراض کرتے تھے جو موالی ہوں لیکن ان کو

الاسلام ورفع قدر من لم یکن له قدر عندهم بالایمان والهجرة والعلم ارتفعت الجاهلیة وعاداتها۔"
(لمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

قائد یا حاکم و امیر بنا دیا جائے جب اسلام آ گیا تو ایمان و ہجرت و علم کی وجہ سے ان کی جاہلیت اور ان کی عادات کو اٹھا لیا گیا۔ اب مطلب واضح ہو گیا کہ معترضین منافق تھے، یا اکھڑ لوگ، دیہاتی تھے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا، جیسے جیسے اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہوتا چلا گیا ان کی عادات بھی بدلتی گئیں۔ "واللہ اعلم بالصواب"

حضرت ابوبکر کی محبوبیت بروایت عمر (رضی اللہ عنہ)

"وعن عمر قال ابو بکر سیدنا وخیرنا وأحبنا الی رسول الله ﷺ۔"
(رواہ الترمذی مشکوۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابو بکر ہمارے سردار ہیں، اور ہم سب سے بہتر ہیں، اور ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں رسول اللہ ﷺ کے۔"

وضاحت حدیث:

(ابو بکر سیدنا) "ای نسبا و حسبا" ابوبکر حسب و نسب میں ہمارے سردار ہیں **(وخیرنا)** ای افضلنا معرفة و کسبا" ہم تمام سے معرفت اور کسب میں آپ افضل ہیں (کسب سے مراد اعمال ہیں) **(واحبنا)** "الی رسول الله ﷺ ای حضورا و غیبا" آپ ہم تمام سے رسول اللہ ﷺ کے زیادہ محبوب تھے خواہ آپ حاضر ہوتے یا غیب ہوتے۔ ہر حال میں وہ ہم سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبوبیت:

"عن سهل بن سعد ان رسول الله ﷺ

"سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک

قال یوم خیبر لأعطین هذه الرایة غدا رجلا یفتح الله علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله" (الی آخر الحدیث)

(بخاری ومسلم مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: میں ضرور بر ضرور کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا' وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے محبوبین ومحبین:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(سورۃ المائدۃ ۵۴:۶)

"اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے وہ اللہ سے محبت کریں گے' نرم ہوں گے مؤمنوں پر اور سخت ہوں گے کافروں پر' جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں' اور نہیں خوف رکھیں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔"

نتیجہ واضح ہے:

کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہوں' اور مومنوں پر نرم ہوں اور کافروں پر سخت ہوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں یہ منصب اللہ تعالیٰ نے

اپنے فضل سے ان کو عطاء کیا ہے کیونکہ اللہ جسے چاہے اسے ہی عطاء کرتا ہے' اللہ وسعت والا ہے یعنی اس کے فضل اور اس کی عطاء وسیع ہیں اور وہ علم والا ہے وہ جانتا ہے یہ منصب کسے عطاء کرنا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو عطاء کرے تو کوئی دوسرا جلے تو کیا فرق پڑے گا کسی کے جلنے سے کسی کے منصب کا زوال نہیں۔

صحابہ کرام میں یہ اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(سورۃ الفتح ۲۹:۲۶)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل ورضاء چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی' پھر موٹی ہوئی' پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے' تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں' اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان والے اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔ (کنز الایمان)"

فائدہ:

اس آیۂ کریمہ سے واضح کر دیا" صحابہ سب کے سب صاحب ایمان وعمل صالح ہیں' اس لئے یہ وعدہ سبھی سے ہے۔ (خزائن العرفان)

ان دونوں مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام صحابہ کرام اللہ کے محبوب ہیں۔

حضرت علی وحضرت فاطمہ کی محبوبیت بروایت حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہم)

"وعن جميع بن عمير قال دخلت مع عمتي على عائشة فسألت اى الناس كان أحب الى رسول الله ﷺ قالت فاطمة فقيل من الرجال قالت زوجها"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت)

"جمیع بن عمیر (دونوں نام مصغر) فرماتے ہیں: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو میں نے پوچھا لوگوں میں سے کون زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں) پھر آپ سے پوچھا گیا مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا؟) تو آپ نے فرمایا: ان کے زوج (یعنی مردوں میں سے زیادہ آپ کو محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے)۔"

حضرت ابوبکر عائشہ رضی اللہ عنہما کی محبوبیت:

"عن عمرو بن العاص ان النبي ﷺ بعثه على جيش ذات السلاسل قال فاتيته فقلت اى الناس أحب اليك ؟ قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من ؟ قال عمر فعد رجالا فسكت مخافة ان يجعلني في آخرهم"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب ابی بکر)

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے انہیں ذات سلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا وہ کہتے ہیں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کہا: لوگوں میں سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ، پھر میں نے کہا مردوں میں سے کون آپ کو زیادہ

محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے باپ، میں نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا عمر، آپ نے چند حضرات کے نام ذکر فرمائے مجھے ڈر لاحق ہوا کہ مجھے کہیں سب کے آخر میں نہ کر دیں، تو میں خاموش ہو گیا۔

کیا خوب فائدہ حاصل ہوا:

جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے محبوب ہیں وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ محبوب ہیں، اور جہاں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کو محبوب ہیں وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی محبوب ہیں۔ ایک ایک رخ اختیار نہ کیا جائے، بلکہ جو رسول اللہ ﷺ نے خوبصورت امتزاج فرمایا اسی پر عقیدہ رکھا جائے۔

انصار کی محبوبیت:

"عن انس ان النبي ﷺ رأى صبيانا ونساء مقبلين من عرس فقام النبي ﷺ فقال اللهم انتم من أحب الناس الى اللهم انتم من أحب الناس الى يعني الانصار"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب جامع المناقب)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے ایک شادی کی دعوت ولیمہ سے عورتوں اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے اللہ! تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو، تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو، (یہ الفاظ دو مرتبہ ارشاد فرمائے) وہ عورتیں اور بچے انصار قبیلہ کے تھے۔"

وضاحت حدیث:

قولہ (**من عرس**) وهو بضم العين طعام الوليمة وفي القاموس العرس الاقامة في الفرح" (مرقاۃ)

"عرس" ولیمہ کے طعام کو بھی کہا جاتا ہے، اور خوشی کے موقع پر قائم رہنے کو بھی عرس کہا جاتا ہے۔"

قولہ (**اللهم**) اى اللهم انت تعلم صدقي فيما

نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا: (اللہم) اس کا

صدقی فیما أقول فی حق الانصار ثم خاطبهم۔"

(لمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

مطلب یہ ہے "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں جو انصار کے حق میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے، پھر ان کو خطاب کیا تم سب لوگوں میں مجھے زیادہ محبوب ہو۔"

انصار کی محبت علامت ایمان اور بغض علامت نفاق:

"عن انس عن النبی ﷺ قال آیة الایمان حب الانصار وآیة النفاق بغض الانصار"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب جامع المناقب)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایمان کی نشانی انصار اور محبت ہے، اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔"

"وعن البراء قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الانصار لا یحبهم الا مؤمن ولا یبغضهم الا منافق فمن احبهم احبه الله ومن ابغضهم ابغضه الله"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب جامع المناقب)

"حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: انصار سے نہیں محبت کرتا سوائے مومن کے اور ان سے نہیں بغض رکھتا سوائے منافق کے، جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد مصطفوی ﷺ:

"عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مؤمن"

(رواه احمد والترمذی وقال ہذا حدیث غریب اسنادا، مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کوئی منافق محبت نہیں کرتا اور ان سے کوئی مومن بغض نہیں رکھتا۔"

"عن المسور بن مخرمه ان رسول الله ﷺ

"مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں: بے شک رسول

قال فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی وفی روایة یریبنی ما أرابها ویؤذینی ما آذاها"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت)

اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، جس نے اسے پریشان کیا اس نے مجھے پریشان کیا، جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ کی روایت میں ہے:

"قال ایها الناس من آذی عمی فقد آذانی فانما الرجل صنو أبیه"۔

(رواه الترمذی، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو ایذاء (تکلیف) پہنچائی اس نے مجھے ایذاء (تکلیف) دی، بیشک انسان کا چچا اس کے باپ کی طرح ہی ہوتا ہے۔"

تنبیہ:

اس سے مراد مومن چچا ہے کافر مراد نہیں، وہ تو آپ کے دس تھے۔ ابولہب کی مذمت رب تعالیٰ نے خود فرمائی۔

"عن اسامة قال کنت جالسا اذ جاء علی والعباس یستأذنان فقالا لأسامة استأذن لنا علی رسول الله ﷺ فقلت یا رسول الله علی والعباس یستأذنان فقال اتدری ما جاء بهما قلت لا قال لکنی ادری ائذن لهما فدخلا فقالا یا رسول الله جئناك نسألك ای اهلك احب الیك قال فاطمة بنت محمد قالا ما جئناك نسألك عن

"حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بیٹھا ہوا تھا (رسول اللہ ﷺ کے پاس) اسی دوران حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آئے اجازت طلب کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ سے ان دونوں نے اسامہ کو کہا جاؤ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے آنے کے متعلق بتاؤ اور ہمارے لئے اجازت طلب کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! علی اور عباس

اهلك قال احب اهلی ای من قد انعم الله علیه وانعمت علیه أسامة ابن زید قالا ثم من ؟ قال ثم علی ابن أبی طالب فقال العباس یا رسول الله جعلت عمك آخرهم قال ان علیا سبقك بالهجرة "۔

(رواہ الترمذی مشکوۃ باب مناقب اہل البیت)

رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ انہیں کیا چیز لائی ہے؟ میں نے کہا نہیں (مجھے کوئی علم نہیں) آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں' ان کو اجازت دے دو۔ وہ حاضر ہوئے' عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس لئے آئے ہیں کہ ہم آپ سے پوچھیں آپ کی اہل سے آپ کو زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا' ان دونوں نے عرض کیا: ہم اس لئے آپ کے پاس حاضر نہیں ہوئے کہ آپ کی اولاد کے متعلق سوال کریں' تو آپ نے فرمایا: میرے قرابت داروں میں سے وہی مجھے زیادہ محبوب ہے (جس کے متعلق رب تعالی نے فرمایا) (تحقیق اللہ کا انعام ہے اس پر اور آپ کا انعام اس پر) وہ اسامہ بن زید ہے۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا پھر علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے چچا کو ان کے آخر میں کر دیا' تو آپ نے فرمایا کہ بیشک علی (رضی اللہ عنہ) نے تم سے پہلے ہجرت کی۔''

فائدہ جلیلہ:

اس حدیث پاک میں ''اہل'' کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا۔ ایک اولاد کے معنی میں اور دوسرا قریبی رشتہ داروں کے معنی میں' اسلئے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے اس سوال "ای اهلك احب الیك " آپ کو اپنی اہل میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''فاطمہ'' تو ان دونوں نے کہا: " ما جئناك نسألك عن أهلك " ہم آپ کے پاس آپ کی اولاد کے بارے میں سوال کرنے کیلئے نہیں

آئے'' یہاں اہل بمعنی اولاد ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا: احب اهلی الی من قد انعم الله علیه وانعمت علیك " اسامة بن زید'' مجھے میرے رشتہ داروں میں سے زیادہ محبوب وہ ہے (جس کے متعلق رب تعالی نے فرمایا) ''تحقیق اللہ کا انعام ہے اس پر اور آپ کا انعام ہے اس پر'') وہ اسامہ بن زید'' اس مقام میں اہل کا معنی قریبی رشتہ دار ہیں۔

محبت میں اولیت زیادتی مدارج کا سبب نہیں:

"قوله ثم علی بن أبی طالب وهذا نص جلی علی انه لا یلزم الا حبیة الا فضلیة فان علیها افضل من أسامة وزید بالاجماع"۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۹۵)

''نبی کریم ﷺ نے محبت میں حضرت اسامہ بن زید کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اولیت دی لیکن اولیت محبت سے افضلیت ثابت نہیں ہو سکتی' کیونکہ اس مسئلہ میں اجماع امت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسامہ اور زید رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔''

صحابہ کرام کے مختلف قبائل کی محبیت ومحبوبیت:

"عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ قریش والانصار وجهینة ومزینة واسلم وغفار واشجع موالی لیس لهم مولی دون الله ورسوله "۔

(بخاری' مسلم' مشکوۃ باب مناقب قریش وذکر القبائل)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار اور اشجع (قبائل) میرے موالی ہیں' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ ان کا کوئی مولی نہیں۔''

ولی اور مولی کا معنی مددگار بھی ہے اور محب ومحبوب بھی ہے۔ مطلب واضح ہے کہ یہ قبائل میرے مددگار بھی ہیں اور میرے محب بھی ہیں اور میرے محبوب بھی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے علاوہ ان کا کوئی محبوب ومحب نہیں۔

بغضِ عرب بغضِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

"وعن سلمان قال قال لی رسول الله ﷺ لا تبغضنی فتفارق دینك قلت یا رسول الله کیف ابغضك وبك هدانا الله قال تبغض العرب فتبغضنی "۔

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب، مشکوۃ باب مناقب قریش وذکر القبائل)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ بغض نہ رکھنا، دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے تو مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عرب سے بغض رکھنا میرے ساتھ بغض رکھنا ہے۔''

حدیث پاک کا نتیجہ واضح ہے:

کہ عرب سے مراد مسلمان حضرات ہی ہیں، کفار مراد نہیں ہو سکتے۔ تو پتہ چلا کہ تمام عرب صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے بغض رکھنا درحقیقت نبی کریم ﷺ سے بغض رکھنا ہے، اور نبی کریم ﷺ سے بغض رکھنا دین سے پھر جانا اور بے ایمان ہونا ہے۔

"والحاصل ان بغض العرب قد یصیر سببا لبغض سید الخلق فالحذر فالحذر کیلا تقع فی الخطر"۔

(مرقاۃ ج۱۱ص۲۶۶)

''حاصل حدیث یہ ہے کہ بیشک عرب سے بغض رکھنا کبھی سید الخلق رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے کا سبب بن جاتا ہے اس سے بچ کر رہو بچ کر رہو تا کہ تم (ایمان کے ضائع ہونے کے) خطرہ میں نہ پڑو۔''

''علی مجھ سے، میں علی سے'' کا مطلب کیا ہے؟

"عن عمرن ابن حصین ان النبی ﷺ قال ان علیا منی وانا منه وهو ولی کل

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک علی مجھ سے

مؤمن "۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب)

متعلق ہے، اور میں علی سے متعلق ہوں اور وہ ہر مؤمن کے ولی ہیں۔''

"قوله (ان علیا منی وانا منه) ای فی النسب والمصاهرة والمسابقة والمحبة وغیر ذلك من المزایا والخصوصیات لا فی محض القرابة والا فجعفر وعقیل شریکان" (لمعات)

(ان علیا منی وانا منه) کا مطلب یہ ہے کہ علی کو میرے ساتھ اور مجھے ان کے ساتھ نسبی تعلق ہے۔ یعنی ان کا نسب میرے نسب سے متعلق ہے اور میرا نسب ان سے متعلق ہے۔ مصاہرت میں ہمارا تعلق ہے یعنی وہ میرے داماد ہیں اور میں ان کا سسر ہوں۔ مسابقت کی وجہ سے ہمارا تعلق ہے، بچوں میں سے پہلے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ہی ان کا تعلق مجھ سے خصوصی ہے، اور میرا ان سے خصوصی تعلق ہے۔

محبت کی وجہ سے ہمارا تعلق ہے، وہ مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میں ان سے محبت رکھتا ہوں ان خصوصی تعلقات کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے خصوصی تعلق تھا صرف رشتہ داری کے لحاظ پر حضرت جعفر اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہما بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شریک ہیں یعنی سب نبی کریم ﷺ سے ایک جیسا رشتہ رکھتے ہیں۔

"عن حبشی بن جنادة قال قال رسول الله ﷺ علی منی وانا من علی ولا یؤدی عنی الا انا أو علی"۔

(رواہ الترمذی ورواہ احمد من ابی جنادۃ، مشکوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

''حبشی بن جنادہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی میرے ساتھ متعلق ہیں اور میں علی کے ساتھ متعلق ہوں، میری طرف یہ کوئی اور ادا نہیں کر سکتا، سوائے میرے اور علی کے۔''

"لما فرض الحج أمر رسول الله ﷺ أبا بکر بأن یحج بالناس ثم بعث علیا لینبذ علی المشرکین عهدهم ویقرأ علیهم سورة برأة وکان من عادتهم اذا کان بینهم معادلة

''جب حج فرض ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو حج کرائیں، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ مشرکوں کو صلح حدیبیہ کی پابندیاں

فی صلح ونقض وابرام لا یؤدی الاسید القوم أومن یلیه من ذی قرابة ولا تقبلون ممن سواهم فقال هذا تکریما له واعتذارا لأبی بکر"۔

(الماخوذ من لمعات ومرقاۃ)

نہ کرنے کی وجہ سے اعلان کر دیں کہ ہم بھی معاہدہ توڑ رہے ہیں۔ ان کو سورۃ براءۃ کی آیات سنانے کے لئے مشرکین سے بیزاری کا اعلان کرنے کے لئے بھیجا' وجہ اس کی یہ تھی کہ اس وقت عرب لوگوں کا دستور یہ تھا کہ صلح یا وعدہ کے توڑنے کا اعلان قوم کا سردار خود کرتا یا اپنے قریبی رشتہ دار کو بھیجتا وہ اعلان کرتا۔ کسی دوسرے شخص کے اعلان کو وہ نہیں سنتے تھے، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکریم بھی ہے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس عذر کرنا بھی ہے۔"

حج کے امیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی رہے:

"عن أبی هریرة قال بعثنی ابو بکر فی الحجة التی امره النبی ﷺ قبل حجة الوداع یوم النحر فی رهط أمره ان یؤذن فی الناس الا لا یحج بعد العام مشرك ولا یطوفن با لبیت عریان"۔

(بخاری ومسلم' مشکوۃ باب قصۃ حجۃ الوداع و الطواف)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جس حج میں نبی کریم ﷺ نے امیر بنا کر بھیجا اس میں انہوں نے دس ذی الحج کو مجھے بھیجا ایک قافلہ میں اور مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں میں اعلان کر دوں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور بیت اللہ شریف کا ننگے طواف نہیں کرے گا۔"

مختصر وضاحت:

حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حج کے ایک قافلہ کا امیر بنا

کر بھیجا۔ یہ حج ۹ھ میں ادا کیا گیا' ننگے طواف کرنے سے منع کیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین بیت اللہ شریف کا اس لئے ننگے طواف کرتے تھے کہ ہمارے کپڑے حلال مال کے نہیں ہوتے اس لئے ہم یہ کپڑے پہن کر طواف نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس غلط رسم کو مٹانے کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اعلان کرادیا۔

عباس مجھ سے اور میں عباس سے:

"وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ العباس منی وأنا منه"۔

(رواہ الترمذی' مشکوۃ باب مناقب اہل البیت)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس مجھ سے متعلق ہے' میں عباس سے متعلق ہوں۔"

وضاحت حدیث:

(قوله العباس منی) "ای من اقاربی أومن أهل بیتی أو متصل بی"۔

(مرقاۃ ج۱۱ص۳۸۸)

"نبی کریم ﷺ کے ارشاد" عباس مجھ سے متعلق ہے" کا مطلب یہ ہے کہ عباس میرے قریبی رشتہ داروں سے ہیں یعنی آپ کے چچا اور میرے اہل بیت سے ہیں' اور میرے ساتھ متصل ہیں۔"

(راقم)

واضح ہوا کہ "اہل بیت" کا اطلاق آپ کے چچا پر بھی ہے۔

ادب سیکھنا ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سیکھئے:

"وکان العباس اکبر منه ﷺ بسنتین ومن لطائف طبعه وحسن أدبه أنه لما قیل له انت اکبر أم النبی ﷺ فقال هو اکبر وأنا أسن"۔

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے دو سال بڑے تھے، آپ کی طبیعت کے لطائف اور حسن ادب یہ ہے کہ جب آپ کو کہا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی کریم ﷺ

بڑے ہیں، تو آپ نے جواب دیا بڑے تو وہی ہیں اور عمر میری زیادہ ہے۔" (مرقاۃ ج۱۱ص۳۸۸)

سب سے پہلے کعبہ شریف کو غلاف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے چڑھایا:

ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بچپن میں گم ہو گئے تھے، تو آپ کی ماں نے نذر مانی کہ اگر میرا بچہ مل گیا تو میں کعبہ شریف پر غلاف چڑھاؤں گی۔ جب یہ مل گئے تو ان کی والدہ نے اپنی نذر پوری کر دی کعبہ شریف پر غلاف چڑھا دیا، سب سے پہلا غلاف یہی چڑھایا گیا جو آج تک جاری ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

آپ زمانہ جاہلیت میں قوم کے رئیس تھے، حاجیوں کو پانی پلاتے تھے، مسجد حرام کی تعمیر کیلئے قریش کو برانگیختہ کرتے (ابھارتے) تھے۔ گالی گلوچ، قطع تعلقی سے دور رہتے تھے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: آپ نے وفات کے دن (۷۰) غلام آزاد کئے۔ عام الفیل (ہاتھی والے سال) سے تقریباً دو سال پہلے پیدا ہوئے جمعہ کے دن ۱۲ رجب ۳۲ھ ۸۸ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے، اسلام آپ نے پہلے سے قبول کیا ہوا تھا لیکن چھپایا ہوا تھا۔ بدر میں آپ کو جبراً لایا گیا تھا، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بدر میں فرمایا: "من لقی العباس فلا یقتله فانه خرج مکرها" "جو عباس کو ملے وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ ان کو جبراً لایا گیا ہے۔ بدر میں کافروں کے ساتھ آنے کی وجہ سے ان کو قید بھی کیا گیا، انہوں نے فدیہ بھی دیا، پھر مکہ میں چلے گئے، پھر ہجرت کر کے مدینہ میں آگئے۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج۱۱ص۳۸۸)

حسین مجھ سے اور میں حسین سے:

"عن یعلی بن مرۃ قال قال رسول الله ﷺ حسین منی وانا من حسین احب الله

"حضرت یعلی ابن مرہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسین

من احب حسینا حسین سبط من الاسباط"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت)

مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین بیٹوں میں سے بیٹا ہے۔"

وضاحت حدیث:

(قوله حسین منی وانا من حسین) قال القاضی کانه ﷺ بنور الوحی ما سیحدث بینه وبین القوم فخصه بالذکر وبین انهما کالشئ الواحد فی وجوب المحبة وحرمة التعرض والمحاربة وأکد ذلك بقوله (احب الله من احب حسینا) فان محبته محبة الرسول ومحبة الرسول محبة الله "۔

(مرقاۃ ج۱۱ص۳۹۲)

"نبی کریم ﷺ کے ارشاد "حسین مجھ سے متعلق ہیں اور میں حسین سے متعلق ہوں" کا مطلب علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یوں بیان فرماتے ہیں: گویا کہ نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور قوم کے درمیان واقعات نمودار ہوں گے، اسی وجہ سے ان کا خصوصی ذکر فرمایا اور یہ واضح کیا بیشک وہ دونوں یعنی نبی کریم ﷺ اور امام حسین رضی اللہ عنہ ایک چیز کی طرح ہیں، دونوں سے محبت رکھنا واجب ہے، دونوں سے لڑائی کرنے یا گستاخی کے طور پر دونوں کے درپے ہونا (پیچھے پڑنا) حرام ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے زیادہ تاکید فرمائی، اپنے دعائیہ کلمات سے "اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھے"۔ پھر آپ نے فرمایا "سبط من الاسباط" یعنی یہ میری بیٹی کا بیٹا ہے "السبط ولد الولد"

اولاد کی اولاد کو سبط کہا جاتا ہے' خواہ پوتا ہو یا نواسہ۔

''علی منی وانا من علی'' سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت صحابہ ثلاثہ پر ثابت نہیں ہو سکتی:

اگر نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے کہ ''علی مجھ سے متعلق ہیں اور میں علی سے متعلق ہوں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر افضلیت دیں تو سمجھ لیں کہ یہ مبلغ جاہل مطلق ہے کیونکہ یہی ارشاد حضرت عباس اور امام حسین رضی اللہ عنہما کیلئے بھی ہے تو ان دونوں کو بھی تینوں خلفاء راشدین پر افضل ماننا لازم آئے گا' جو اجماع امت کے خلاف ہے' محبوبیت کا ذکر بھی راقم نے احادیث کے ذریعے وسیع تر بیان کر دیا' اس لئے رسول اللہ ﷺ کے غزوہ خیبر کے موقع پر اس ارشاد ''قال یوم خیبر لأعطین هذه الرایه غدا رجلا یفتح علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله'' (خیبر کے دن آپ کا فرمان کہ کل میں اسے جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے' اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تینوں خلفاء راشدین پر افضل ہونے پر دلیل قائم کرنا غلط ہے کیونکہ محبوبیت کا ذکر بھی وسیع تر پیش کر دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اخوت:

"عن ابن عمر قال آخی رسول الله ﷺ بین اصحابه فجاء علی تدمع عیناه فقال آخیت بین اصحابك ولم تؤاخ بینی وبین أحد فقال رسول الله ﷺ انت أخی فی الدنیا والآخرہ"۔

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم کی (یعنی بھائی چارہ قائم کیا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے' آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے' عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے صحابہ کے

درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن میرے اور کسی ایک کے درمیان بھائی چارہ قائم نہیں کیا' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے بھائی ہو دنیا میں اور آخرت میں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اخوت:

"عن عبد الله مسعود عن النبی ﷺ قال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکنه أخی وصاحبی وقد اتخذ الله صاحبکم خلیلا"۔

(رواہ مسلم' مشکوۃ باب مناقب أبی بکر)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے دوست ہیں' تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنا دیا''۔

"وفی روایة للبخاری کنت متخذا من أمتی خلیلا ولکن اخوة الاسلام افضل"

''بخاری کی ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا لیکن اخوت اسلامی (یعنی اسلامی بھائی چارہ) افضل ہے''۔

"عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال ان من أمن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکر وعند البخاری أبا بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت أبا بکر خلیلا ولکن اخوة الاسلام ومودته، لا تبقین فی المسجد خوخة الا خوخة أبی بکر وفی روایة لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت أبا بکر خلیلا"۔

(بخاری ومسلم' مشکوۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک کسی کی صحابیت اور اس کے مال کا مجھ پر اگر بڑا احسان وانعام ہے تو وہ ابوبکر ہیں (بخاری میں ابا بکر ہے) اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن ان کے ساتھ اسلامی بھائی چارہ اور محبت ہے۔ مسجد میں کھلنے والا کوئی دریچہ باقی نہ رکھا جائے سوائے ابوبکر کے دریچہ کے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اپنے رب کے بغیر کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا''۔

وضاحت حدیث:

""امن"" میں ہمزہ اور میم مفتوح ہیں اور نون مشدد ہے "ای انعمهم" "یعنی لوگوں میں سے سب سے زیادہ کسی کی صحبت و مال میں مجھ پر زیادہ احسان و انعام ہے تو وہ ابو بکر ہیں یہ ترجمہ اس وقت ہوگا جب "ابو بکر" پڑھا جائے، مبتداء محذوف نکالا جائے۔ "ھو ابو بکر" پورا جملہ اسم "ان" بنایا جائے، بخاری نے "ابا بکر" ذکر کیا ہے جو اسم "ان" ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا سب لوگوں میں سے زیادہ ابو بکر کے مال وصحبت کا مجھ پر احسان و انعام ہے۔

(ولو کنت متخذا خلیلا) "قال القاضی الخلیل الصاحب الواد الذی یفتقر الیه ویعتمد فی الأمور علیه فأن اصل الترکیب من الخلة بالفتح وهی الحاجة والمعنی لو کنت متخذا من الخلق خلیلا ارجع الیه واعتمد علیه فی جملة الأمور ومجامع الأحول هو الله تعالی"۔
(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۱)

"خلیل" کا لفظ "خـلـة" (بالفتح) سے لیا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے، جس کی طرف حاجات میں رجوع کیا جائے اور تمام امور میں اس پر اعتماد کیا جائے یعنی اگر میں اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کی طرف رجوع کرتا تو ابو بکر کی طرف رجوع کرتا لیکن میں نے اپنا خلیل یعنی اپنا محتاج الیہ صرف اللہ تعالیٰ کو بنا لیا ہے لیکن ہمارے درمیان اخوت اسلامی پائی گئی اور محبت پائی گئی ہے۔"

"لا تبقین فی المسجد خوخة الا خوخة أبی بکر"۔ کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے اردگرد گھر تھے جن کے چھوٹے دروازے مسجد میں کھلتے تھے سب کو بند کرنے کا حکم دیا گیا سوائے حضرت ابو بکر کے دروازے کے اُسے مسجد میں کھلنے کی اجازت کو برقرار رکھا گیا۔

نتیجہ واضح ہوا:

کہ صرف اخوت کا اعتبار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہیں دی جاسکتی اسلئے کہ آپ کو بھی اخوت اسلامی حاصل ہے۔ مراد دونوں حضرات کی اخوت سے اخوت اسلامی ہی ہے۔ صرف چچا زاد تو آپ کے حضرت عقیل، حضرت جعفر بھی ہیں۔

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں:

"عن أبی سعید قال قال رسول الله ﷺ الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة"۔ (رواہ الترمذی مشکوۃ باب مناقب اہل البیت)

"حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔"

حدیث پاک کے تین مطلب:

(۱) "قال المظهر یعنی هما افضل من مات شابا فی سبیل الله من اصحاب الجنة ولم یرد به سن الشباب لانهما ماتا وقد کهلا بل ما یفعله الشباب من المروة کما یقال فلان فتی وان کان شیخا یشیر الی مروته وفتوته"

"ایک مطلب یہ ہے یہ جو لوگ جوانی میں فوت ہوئے اور جنت کے مستحق ہوئے، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔ حدیث پاک سے مراد خود حضرات حسنین کریمین کی جوانی مراد نہیں کیونکہ وہ دونوں بڑھاپے کی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔ ہاں! البتہ دونوں کی مروت مراد ہے، جیسے جوانی میں مروت پائی جاتی ہے، بعض اوقات بوڑھے شخص کو مروت کی وجہ سے کہا جاتا ہے "یہ جوان ہے"۔

(۲) اوانهما سیدا اهل الجنة سوی الانبیاء والخلفاء الراشدین وذلك لأن اهل الجنة

"دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات انبیاء کرام اور خلفاء راشدین کے علاوہ باقی

"کلھم فی سن واحد وھو الشباب ولیس فیھم شیخ ولا کھل"۔

جنتیوں کے سردار ہوں گے اسلئے کہ جنت والے تمام ایک عمر کے ہوں گے، وہ جوانی کی عمر ہوگی (یعنی تیس تیس سال کی عمر ہوگی) ان میں کوئی تھوڑا بوڑھا یا زیادہ بوڑھا نہیں ہوگا۔"

(۳) "وقال الطیبی ویمکن ان یراد ھما الأن سیدا شباب من ھم من اھل الجنة من شبان ھذا الزمان"

"تیسرا مطلب یہ ہے کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ اس زمانے میں جو جنت کے مستحق جوان ہیں ان کی سرداری انہیں حاصل ہے۔"

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جنت کے بڑوں کے سردار ہوں گے:

"وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ابو بکر وعمر سیدا کھول أھل الجنة من الأولین والآخرین الا النبیین والمرسلین رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجة عن علی"
(مشکوۃ، باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اگلے اور پچھلے جنت کے بوڑھوں (بڑوں) کے سردار ہو ں گے سوائے انبیاء ومرسلین (رسولوں) کے۔"

کمال بات یہ ہے:

کہ یہی حدیث ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وضاحت حدیث:

"وفی الجامع الصغیر رواہ احمد والترمذی وابن ماجه عن علی"

جامع صغیر للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ترمذی نے جو حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ مسند احمد میں بھی ان ہی سے مروی ہے۔ اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے روایت کی۔"

مسند احمد کی ایک روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں:

"قال ﷺ سیدا کھول اھل الجنة و شبابھما بعد النبیین والمرسلین واخرجه المخلص الذھبی ولم یقل شبابھما"

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ دونوں (ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما) جنت کے بڑوں اور جوانوں کے سردار ہوں گے۔"

"وانما قال سیدا کھول اھل الجنة شباب اشارة الی کمال الحال فان الکھل اکمل الانسانیة عقلا من الشباب ومدارج الجنة علی قدر العقول کما روی أنه ﷺ قال لعلی یا علی اذا تقرب الناس با نواع البر فتقرب انت بانواع العقل"

"زیادہ روایات میں "شباب" (جوانوں کی سرداری) کا تذکرہ نہیں، بلکہ صرف "سیدا کھول اھل الجنة" (بڑوں کے جنت میں سردار ہوں گے) کا تذکرہ ہے، حالانکہ شیخین کریمین کو جنت کے جوانوں پر بھی سرداری حاصل ہوگی۔ وجہ اس کی کمال حال کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جوانی کی بنسبت بڑی عمر میں عقل انسانی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔"

اور جنت کے مدارج کی دارومدار قدر عقول پر ہی ہوگی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جب لوگ مختلف نیکیوں کی وجہ سے تقرب حاصل کریں گے، تو تم عقل کی مختلف اقسام سے تقرب حاصل کرنا۔

نتیجہ واضح ہے کہ:

اگر حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو جنتیوں کی سرداری حاصل ہے تو ان سے بڑھ کر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی جنتیوں کی سرداری حاصل ہے۔ اگر کوئی رافضی بریلویت کا لبادہ اوڑھ کر حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کے جنتیوں کے سردار ہونے والی حدیث سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دے تو وہ دجال وکذاب ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے شہر کا دروازہ ہیں:

"عن علی قال قال رسول الله ﷺ أنا دارالحکمة وعلی بابها"۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

وضاحت حدیث:

بعض روایات میں ہے "أنا مدینة العلم" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اور مصابیح کی روایت میں ہے "انا دار العلم" چونکہ دار کا معنی گھر بھی ہے اور شہر بھی ہے، چاہے تو یوں معنی کیا جائے میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، چاہے تو یوں معنی کیا جائے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں (بہتر یہی ہے کہ شہر ہی معنی کیا جائے تا کہ سب کا معنی ایک ہی رہے)

"وفی روایة زیادة فمن اراد العلم فلیأته من بابه"

"ایک روایت میں کچھ الفاظ زائد بھی ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے جو شخص علم کا ارادہ رکھتا ہو وہ دروازے سے آئے۔"

"والمعنی علی باب من ابوابها ولکن التخصیص یفید نوعا من التعظیم"

"مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے شہر کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں، لیکن آپ کا خصوصی طور پر ذکر آپ کی عظمت کے بیان کیلئے ہے۔"

عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ شہر کا ایک دروازہ نہیں ہوتا، بلکہ کئی دروازے ہوتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بعض صحابہ پر فضیلت اور علمی برتری حاصل ہے:

"وهو کذلك لأنه بالنسبة الی بعض الصحابة اظهم واعلمهم ومما یدل علی

ان جمیع الاصحاب بمنزلة الأبواب قوله ﷺ اصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم مع الایماء الی اختلاف مراتب انوارها فی الاهتداء"

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے شہر کا دروازہ ہیں بنسبت بعض صحابہ کرام کے، یعنی آپ کو بعض صحابہ کرام پر عظمت حاصل ہے اور بعض پر آپ کو علمی فوقیت حاصل ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ تمام صحابہ کرام علم کے شہر کے دروازے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس اقتداء کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔ البتہ اس طرف اشارہ واضح ہے کہ صحابہ کرام کے مراتب مختلف ہیں، اس لئے ہدایت کے مراتب بھی مختلف ہیں۔"

واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر فضیلت حاصل نہیں تھی۔

علم کے شہر کا دروازہ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بند نہیں:

"ومما یحقق ذلك ان التابعین اخذوا انواع العلوم الشرعیة من القراءة والتفسیر والحدیث والفقه من سائر الصحابة غیر علی رضی الله عنه ایضا فعلم عدم انحصار البابیة فی حقه"

"تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ بیشک تابعین نے مختلف قسم کے علوم شرعیہ یعنی علم قرأت علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ صحابہ کرام سے ہی حاصل کئے ہیں، سب ہی کے استاذ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ مختلف صحابہ کرام سے یہ علوم تابعین نے حاصل کئے ہیں، تو مسئلہ واضح ہوا کہ علم کے شہر کا دروازہ ہونا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بند نہیں تھا۔"

جزئی فضیلت کو کلی پر محمول نہ کیا جائے:

بعض صحابہ کرام کو کسی نہ کسی وجہ سے دوسرے صحابہ کرام پر فضیلت حاصل ہے وہ

جس وجہ سے فضیلت حاصل ہے اس میں بندر ہے گی۔ وہ ایک وجہ فضیلت خلفاء راشدین پر فضیلت کا سبب نہیں بنے گی۔

"اللهم الا ان يختص بباب القضاء فانه ورد في شأنه أنه اقضاكم كما انه جاء في حق أبي أنه اقرؤكم وفي حق زيد بن ثابت أنه افرضكم وفي حق معاذ بن جبل انه اعلمكم بالحلال والحرام"

"ہاں! اگر یوں کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قضاء (فیصلہ کرنے) کا دروازہ خاص ہے کیونکہ آپ کی شان میں روایت موجود ہے کہ "بیشک علی رضی اللہ عنہ تم سب سے اعلیٰ قاضی ہیں۔ (سب سے اچھا فیصلہ کرتے ہیں)

جیسا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے "بیشک ابی تم سب سے زیادہ اچھے قاری ہیں۔ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حق میں مروی ہے کہ زید بن ثابت تم سب سے زیادہ میراث کا علم رکھتے ہیں۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ وہ تم سب سے زیادہ حلال وحرام کا علم رکھتے ہیں۔"

نتیجہ واضح ہے:

کہ کسی ایک ایک مسئلہ میں فوقیت کی وجہ سے حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کو خلفاء راشدین پر فوقیت حاصل نہیں تو اسی طرح منصب قضاء میں فوقیت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تینوں خلفاء راشدین پر افضل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خیبر میں آپ کو جھنڈا دیا جانا اور آپ کے ہاتھ پر خیبر کا فتح ہونا بھی جزئی فضیلت رکھتا ہے، اس سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تینوں خلفاء راشدین پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ وہاں تو ہر صحابی کی تمنا یہی تھی کہ کاش جھنڈا مجھے مل جائے کیونکہ ہر صحابی کو یقین یہی تھا کہ جسے بھی جھنڈا دے دیا گیا اسے ہی فتح حاصل ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب فرما دیا ہے کہ جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے، چونکہ سب صحابہ کو یہ وصف حاصل تو تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو یہ جزئی خصوصیت عطاء فرمائی۔ اس جزئی خصوصیت کا اہل سنت میں سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل تھی کہ ان کی اکیلے گواہی کو دو کے برابر مقام حاصل تھا لیکن اس جزئی فضیلت کی وجہ سے ان کو چار خلفاء راشدین میں سے کسی ایک پر بھی فضیلت حاصل نہیں تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی کمال:

"ومما يدل على جزالة علمه ما في الرياض عن معقل بن يسار قال وضأت رسول الله ﷺ فقال هل لك في فاطمة تعودها فقلت نعم فقام متوكئا علي فقال أنه سيحمل ثقلها غيرك ويكون اجرها لك قال فكأنه لم يكن علي شئ حتى دخلنا على فاطمة فقلنا كيف تجدينك قالت لقد اشتد حزني واشتد فاقتي وطال سقمي قال عبد الله بن احمد حنبل وجدت بخط أبي في هذا الحديث قال أوما ترضين ان زوجك اقدمهم سلما واكثرهم علما واعظمهم حلما" اخرجه احمد"

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمی کمال پر معقل بن یسار کی روایت دلالت کر رہی ہے جو ریاض الصالحین میں ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تم فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی عیادت کیلئے چلو گے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! تو آپ مجھ پر سہارا لگا کر کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: یہ بوجھ تو ابھی کسی اور پر چلا جائے گا البتہ اجر تمہیں ملے گا (یعنی میرے سہارے کا بوجھ تمہیں محسوس نہیں ہوگا، البتہ ثواب تمہیں ملے گا) معقل بن یسار کہتے ہیں: آپ کے فرمان پر ہی مجھ پر کوئی بوجھ نہ رہا، پھر ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے (یقینی بات یہی ہے کہ یہ پردے میں سن رہے تھے) آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تم اپنے آپ کو کیسے پاتی ہو؟ انہوں

نے کہا پریشانی بہت ہے، فاقہ زیادہ ہے اور مرض لمبی ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نے اس حدیث پر اپنے باپ حضرت احمد بن حنبل کے خط سے لکھا ہوا یہ پایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارے زوج کو اسلام میں سبقت حاصل ہے۔ اور ان کو کثیر علم حاصل ہے اور عظیم بردباری حاصل ہے۔

"وعن ابن عباس وقد سأله الناس فقالوا ای رجل کان علیا قال قد ملئ جوفه حکما وعلما وبأسا ونجدة مع قرابته من رسول الله ﷺ"۔

(اخرجہ احمد فی المناقب)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے لوگوں نے پوچھا: علی کیسے شخص ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ ان کا پیٹ علم وحکمت و بہادری سے بھرا ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے آپ کو بلندی حاصل ہے۔"

"وعن سعید بن المسیب قال عمر کان یتعوذ من معضلة لیس لها ابو حسن" اخرجه احمد"

"حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکل و پیچیدہ مسائل سے پناہ پکڑتے تھے کہ اس کیلئے ابو الحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) موجود نہیں ہیں۔"

رافضیوں کی دلیل باطل:

"قال الطیبی لعل الشیعة تتمسك بهذا التمثیل ان اخذ العلم والحکمة عنه مختص به لا یتجاوزه الی غیره الا بواسطته رضی الله عنه لأن الدار انما یدخل من بابها وقد قال تعالٰی وأتوا البیوت من ابوابها ولا حجة لهم فیه اذلیس دارا لجنة بأوسع من دار الحکمه ولها ثمانیة ابواب"

"علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے شیعہ اس مثال سے یہ دلیل پکڑیں کہ بیشک علم وحکمت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ کے واسطہ کے بغیر کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا جیسا کہ کسی گھر میں سوائے دروازہ کے کوئی داخل نہیں ہوسکتا، رب تعالیٰ نے بھی گھروں میں دروازے سے آنے کے متعلق ارشاد

فرمایا ہے لیکن یہ ان کے دلیل باطل ہے کیونکہ جنت کے بھی آٹھ دروازے ہیں اور جنت کا گھر علم کے گھر سے زیادہ وسیع نہیں۔ اس لئے علم کے شہر یا علم کے گھر کے بھی کئی دروازے ہیں۔ (از وضاحت حدیث تا ایں جا ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵ تا ۳۴۶)

اعتراض:

مشکوۃ سے جو یہ حدیث نقل کی گئی ہے اس کے متعلق تو آخر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے:

"وقال روی بعضهم هذا الحدیث عن شریك ولم یذکروا فیه عن الصنابحی ولا نعرف هذا الحدیث عن احد من الثقات غیر شریك"

"بعض حضرات نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا، اور اس میں صنابحی کا ذکر نہیں، لہذا یہ حدیث سوائے شریک کے کسی ایک ثقہ راوی سے مروی نہیں جب ثقہ راوی سے یہ حدیث مروی نہیں تو اس کو فضائل میں ذکر کرنا کیسے ثابت ہے۔"

یہ حدیث صرف ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہے "قال الذهبی هو موضوع" ذہبی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ "وقال ابو زرعة کم خلق افتضحوا فیه" ابو زرعہ نے کہا کتنی مخلوق اس میں رسوا ہوئی کہ اسے ثابت نہیں کرسکی "واور د ابن الجوزی فی الموضوعات" ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

"وقال ابن رقیق العید هذا الحدیث لم یثبتوه وقیل انه باطل"

"ابن رقیق العید نے کہا ہے یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔"

جواب:

یہ حدیث متعدد طرق یعنی متعدد اسناد سے ثابت ہے۔ اس کے الفاظ مبارکہ بھی متعدد ہیں، جیسا کہ وضاحت کی ابتداء میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

"اعلم ان حدیث 'انا مدینة العلم وعلی بابها" رواه الحاکم فی المناقب من مستدرکه من حدیث ابن عباس وقال صحیح"

"حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے:

لیکن حاکم کے صحیح ہونے کے قول کا ذہبی وغیرہ نے تعاقب کیا ہے' جو اقوال اعتراض میں ذکر کئے گئے ہیں وہ سب ہی تقریبا حاکم کے رد میں ہیں اور خاص کر کے بخاری نے یہ ذکر کیا ہے "انه لیس له وجه صحیح" "اس حدیث کے صحیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

محاکمہ:

مستدرک نے حاکم میں حدیث کو صحیح قرار دیا اور بعض لوگوں نے حدیث کو موضوع قرار دیا ان دونوں قولوں کو رد کر کے حافظ ابوسعید علائی نے بہتر محاکمہ پیش کیا ہے۔ آیئے! دیکھئے:

"قال الحافظ ابو سعید العلائی الصواب انه حسن باعتبار طرقه لا صحیح ولا ضعیف فضلا عن ان یکون موضوعا"

حافظ ابو سعید علائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن ہے' صحیح بھی نہیں اور ضعیف بھی نہیں' جب ضعیف نہیں تو موضوع کیسے ہو سکتی ہے۔"

"وسئل الحافظ العسقلانی عنه فقال انه حسن لا صحیح کما قال الحاکم ولا موضوع کما قال ابن الجوزی"۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے' صحیح بھی نہیں جیسا کہ حاکم نے کہا' اور یہ حدیث موضوع بھی نہیں جیسا کہ ابن جوزی نے کہا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم:

"عن ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ یقول بینا أنا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی لأری الری یخرج فی أظفاری ثم أعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولته یا رسول الله قال العلم"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں سویا ہوا تھا پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: علم۔"

وضاحت حدیث:

حدیث شریف میں الفاظ مبارکہ "فشربت حتی أنی لاری الری یخرج فی اظفاری" کی تشریح دیکھئے:

"لأری الری" بکسر الراء وتشدید الیاء ای أثر اللبن ای یظهر وفی روایة یجری فی اظفاری"

"الری" راء کے نیچے کسرہ (زیر) ہے اور یاء مشدد ہے' جس کا معنی یہ ہے دودھ کا پانی سے اثر ظاہر ہونا ایک روایت میں "یخرج" ہے جس کا معنی ظاہر ہونا اور ایک روایت میں یجری ہے جاری ہونا۔"

مطلب واضح ہے کہ میں نے دودھ پیا جس کا اثر میرے ناخنوں میں ظاہر ہوا۔

طلباء کرام خصوصی توجہ فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ نے "اعطیت سؤری عمر بن الخطاب" نہیں فرمایا جس کا معنی یہ کیا جائے کہ میں نے اپنا بقیہ بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دیا، بلکہ آپ نے "فضلی" ذکر فرمایا' اسی لئے علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا معنی "سؤری الکثیر الخالص" کیا ہے' جو لفظ "فضل" کے مناسب ہے یعنی میں نے اپنا بچا ہوا خالص دودھ کثیر مقدار میں عمر بن خطاب کو دیا۔ (راقم)

خیال رہے یہ خواب سید الانبیاء ﷺ کا ہے، نبی کے خواب سے تو بیٹے کو قربان کرنا لازم ہوجاتا ہے۔ (راقم)

صحابہ کرام نے جب رسول اللہ ﷺ سے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: (دودھ سے مراد علم ہے)

" والمراد من العلم علم الدين " والله اعلم " "علم سے مراد علم دین ہے، واللہ اعلم"

علماء کرام نے بیان فرمایا کہ عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک عالم مثال ہے، یہ نورانی عالم ہے جو جسمانی عالم کے مشابہ ہے اور نیند سبب ہے نورانی روح کے عالم کی سیر کا۔ عالم مثال میں جو صورتیں نظر آتی ہیں جسمانی صورتوں کا غیر ہوتی ہیں، علم مثال میں علم دودھ کی صورت میں ہوتا ہے ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ دودھ بدن کی پہلی غذا ہے اور بدن کی صلاح کا سبب ہے۔ اسی طرح علم روح کے پہلی غذا ہے اور روح کی صلاح (بہتری) کا سبب ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تجلی علمی صرف چار صورتوں میں واقع ہوتی ہے پانی، دودھ، شراب اور شہد کی صورت میں۔ جس آیہ کریمہ میں جنت کی چار نہروں کا ذکر ہے اس میں ان چار کا ہی ذکر ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ

(سورۃ محمد ۱۵:۲۶)

"احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسی دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا۔" (کنزالایمان)

"فمن شرب الماء يعطى العلم اللدني ومن شرب اللبن يعطى العلم باسرار الشريعة

جس آدمی نے عالم مثال میں پانی پیا اسے علم لدنی عطاء کیا گیا، جس نے دودھ پیا اسے

ومن شرب الخمر يعطى العلم بالكمال ومن شرب العسل يعطى العلم بطريق الوحي"

اسرار شریعت کا علم دیا گیا، جس نے عالم خواب میں شراب طہور پیا اسے کامل علم عطاء کیا گیا، جس نے شہد پیا اسکے دل میں علم القاء کیا گیا (یعنی اس کے دل میں علم ڈال دیا گیا)۔"

فائدہ جلیلہ:

"وقد قال بعض العارفين ان الانهار الاربعة عبارة عن الخلفاء ويطابقه تخصيص اللبن بعمر رضي الله عنه"

"عارفین کاملین اہل علم نے یہ بیان کیا ہے: جنت کی چار نہروں سے چار خلفاء راشدین کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے، اسی کی مطابق دودھ کی تخصیص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی گئی۔"

راقم کے نزدیک عالم خواب میں جو چار صورتیں پیش کی گئی ہیں وہی چار خلفاء راشدین کے علم کی صورتیں ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم لدنی عطاء کیا گیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسرار شریعت کا علم دیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو علم میں کمال عطاء کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں علم ڈالا گیا۔

"نعرہ تحقیق" اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت:

آج کل رافضیوں کا تفضیلی فرقہ ایک انوکھی منطق پیش کر رہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صرف خلافت میں اولیت حاصل ہے، شان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔

یہ قول اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس اپنے قول کو عملی جامہ پہنانے کیلئے نعرہ تحقیق سے کبھی مکمل روکا جاتا ہے، کبھی کوئی یوں کہتا ہے کہ نعرہ تحقیق کے جواب میں "حق چار یار" نہ کہا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تین اصحاب خلفاء راشدین کی شان کو کم کرنے کی

ناپاک جسارت ہے۔

عقیدہ اہل سنت:

"افضل البشر بعد نبینا ابو بکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضیٰ"
(عقائد نسفی، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ، ص۱۴۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"نبی کریم ﷺ کے بعد تمام انسانوں سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔"

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے "والأحسن ان یقال بعد الانبیاء" احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں خلفاء راشدین کی جو ترتیب خلافت ہے وہی ترتیب ان کے مدارج اوران کی فضیلت میں ہے۔ اس ترتیب کو ذکر کرنے کے بعد علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد میں بیان کرتے ہیں:

"وعلی هذا وجدنا السلف والظاهر انه لو لم یکن لهم دلیل علی ذلك لما حکموا بذلك"

"اسی پر ہم نے سلف صالحین کو پایا ہے ظاہر بات یہ ہے کہ اگر ان کے پاس دلیل نہ ہوتی تو اس پر حکم نہ لگاتے۔"

سلف صالحین سے مراد کون ہیں:

صاحب نبراس بیان کرتے ہیں:

" هم الصحابة والتابعون واتباعهم " سلف صالحین سے مراد صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین ہیں۔ بعض حضرات نے سلف صالحین سے مراد صرف صحابہ کرام اور تابعین مراد لئے ہیں، تبع تابعین مراد نہیں لئے، (صحیح قول پہلا ہی ہے)۔

"واما الذی توقف فی عثمان وعلی رضی الله عنهما والذی فضل الثانی علی الأول

فمن المتاخرین" (نبراس، ص۴۷۶، مطبوعہ مؤسسۃ الشرف لاہور)

"حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے؟ اس میں بعض حضرات نے توقف کیا ہے اور بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی۔ یہ متاخرین حضرات ہیں جب صحابہ کرام اور تابعین کے قول کے مطابق مدارج کی ترتیب یہ ہے کہ پہلا مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوسرا مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اور چوتھا مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے مقابل بعض متاخرین کے قول کو کیسے ترجیح دی جائے؟ لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت نہیں دی جا سکتی۔

پھر آج کل کے رافضیوں کے قول کو کیسے مانا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں:

"لأن عادتهم شدة الاجتهاد فی تحقیق الحق وفی المواقف وحسن ظننا بهم یقتضی بأنهم لو لم یعرفوا ذلك لما اطبقوا علیه فوجب علینا اتباعهم فی ذلك القول وتفویض ما هو الحق الی الله"۔

(نبراس، ص۴۸۹، مطبوعہ مؤسسۃ الشرف لاہور)

"صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی عادت یہ تھی وہ کسی مسئلہ کی تحقیق حق میں بہت شدید کوشش سے کام لیتے تھے، اسلئے ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی اتباع کریں۔ مواقف میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ہمیں اس مسئلہ میں حسن ظن رکھنا چاہئے کہ سلف صالحین کے پاس اگر دلائل وحقائق نہ ہوتے تو وہ اس مسئلہ پر اتفاق نہ کرتے، جب اس مسئلہ میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اجماع ہے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کے قول کی اتباع کریں پھر بھی حقیقت حق کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔"

"وعن عبد الله بن عمر قال اجمع المهاجرون والانصار على ان خير هذه الأمة ابو بكر وعمر عثمان رضى الله عنهم رواه خيثمه بن سعد"

(نبراس، ص۴۹۲)

"خیثمہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی مہاجرین وانصار صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ اس امت میں سب سے بہتر، سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان"۔ (رضی اللہ عنہم)

"حق چار یار":

اجمع الصوفية على تقديم ابى بكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضى الله عنهم"

(نبراس ص۴۹۲)

"اللہ والے اہل علم کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ سب سے پہلا درجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔"

"(وخلافتهم) اى نيابتهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بحيث يجب على كافة الأمم) اى جميع طوائف المؤمنين من كفه اذا منعه كان احاطة الجماعة يمنع خروج احدهم (الاتباع) اى اتباع النائب وفى الكافة احتراز عن القاضى (ثابتة على هذا الترتيب) اى ترتيب الافضلية يعنى ان الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبى بكر ثم لعمر ثم لعثمان ثم لعلى" (نبراس ص۴۹۳)

"چار یاروں کی خلافت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی تمام امت پر اتباع کرنی لازم ہے۔ مومنین کی کوئی جماعت بھی اس سے پیچھے نہ ہٹے، اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے خلافت کی ترتیب بھی افضلیت کی ترتیب کے مطابق ہے یعنی افضلیت کی ترتیب چار یاروں میں اصل اور خلافت کی ترتیب فرع ہے۔"

"حق چار یار" کا مطلب واضح ہے:

چار یاروں کی فضیلت حق ہے وہ بھی ترتیب وار، جو فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو جس ترتیب سے دے رکھی تھی رب تعالیٰ نے وہی ترتیب ان کی خلافت میں بھی رکھی۔

"حق چار یار" کہنے سے روکنے کا مطلب:

رافضی حضرات اسی لئے "حق چار یار" کہنے سے روک رہے ہیں کہ جب "حق چار یار" کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ چار خلفاء راشدین کی فضیلت ترتیب وار ہے یعنی پہلے حضرت ابو بکر صدیق، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم)۔ "حق چار یار" کہنے سے رافضیوں کا مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں یہ تو اتفاقی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خلافت میں بھی ان کی فضیلت کے مطابق ہی ترتیب رکھ دی۔

"حق چار یار" کہنے کا عجیب فائدہ:

"حق چار یار" کہنے سے چار خلفاء راشدین کی فضیلت ترتیب وار کے ثبوت کا اقرار واعلان کیا جاتا ہے، تو ضمناً خود بخود ان کی خلافت کے ترتیب وار ہونے کا اقرار واعلان بھی پایا جاتا ہے۔ رافضی حضرات کے عقیدہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل" کا رد بھی ہو جاتا ہے۔

تفضیلی رافضیوں کی دلیل کا بھی رد ہو گیا:

تفضیلی رافضی "نعرہ تحقیق" سے روکنے پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر تم "حق چار یار" سے خلافت مراد لیتے ہو تو تمہارا نعرہ اس لئے صحیح نہیں کہ خلیفہ تو پانچ ہوئے ہیں یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ ہیں جو پانچویں خلیفہ ہیں، اسلئے "حق پانچ یار" کہنا چاہئے۔

اگر تم "حق چار یار" سے "حق صحابی" کہتے ہو تو سب حق ہیں لہٰذا "حق سب یار" کہو، جو اہل سنت حق چار یار سے دونوں مطلب نہیں لیتے تو اعتراض کیسے اور ان کی دلیل کا کیا مطلب اور کیا وزن ہے؟ ان کی دلیل پانی کے بلبلہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

اہل سنت کا وہی عقیدہ ہے جو بیان کیا جا چکا ہے کہ "حق چار یار" کا مطلب چار خلفاء راشدین سب صحابہ سے افضل ہیں، وہ بھی ترتیب وار۔ اسی سے ضمنی طور پر بالتبع ان کی خلافت بالترتیب کے حق ہونے کا بھی حق ادا ہو جاتا ہے، اور رافضیوں کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

خلیفہ بلا فصل کا بھی رد ہو جاتا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے کا تو انکار نہیں، لیکن اصطلاحی طور پر ان پر "یار" ہونے کا استعمال نہیں، بلکہ ولدِ رسول اللہ ﷺ اور نواسۂ رسول اللہ ﷺ کا ان پر اطلاق ہے۔ سب صحابہ کے حق ہونے یعنی کسی کے صحابی ہونے کا تو اہل سنت کو تو کوئی انکار نہیں لیکن سب صحابہ کا ایک درجہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

رافضیوں کا یہ کہنا کہ "نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق سب یار" کہا جائے، کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ وہ بھی تو سب صحابہ کو برابر نہیں سمجھتے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل مانتے ہیں۔ پھر عجیب دورنگی ان کی یہ ہے کہ ادھر کہتے ہیں کہ "حق چار یار" نہ کہو بلکہ "حق سب یار کہو" اور ادھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شان کو نہیں مانتے تو کس منہ سے اہل سنت کو عقیدہ حقہ سے پھیرنے کیلئے مشورہ دیتے ہیں کہ "حق سب یار" کہو۔

چار خلفاء راشدین کی افضلیت پر اجماع امت:

"والصحابة كلهم عدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة واجماع من يعتدبه وفى شرح السنة قال ابو منصور البغدادى اصحابنا مجمعون علي ان افضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بيعة الرضوان ومن له مزية من اهل العقبتين من الانصار وكذلك السابقون الاولون وهم من صلى الى القبلتين"۔
(مرقاۃ ج۱۱ص۲۷۲)

"صحابہ کرام تمام ہی مطلقاً عادل ہیں، قرآن پاک اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور شرح السنہ میں ہے: ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: اجماع امت ہے یعنی ہمارے اصحاب اہل سنت کا اجماع ہے کہ چار خلفاء راشدین سب صحابہ سے افضل ہیں۔ اور ان میں فضیلت کی جو ترتیب ہے اسی کے مطابق ان کی خلافت کی بھی ترتیب ہے، اس کے بعد العشرۃ المبشرین کا درجہ ہے، اس کے بعد بدر میں شرکت کرنے والوں کا

پھر غزوہ احد والوں کا، پھر بیعت رضوان والوں کا، اور انصار میں سے جنہوں نے عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ پر بیعت کی، اور اسی طرح پہلے سبقت کرنے والے یعنی جنہوں نے دونوں قبلہ یعنی بیت المقدس اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ونجیب صحابی ہیں:

"وأما معاوية فهو من العدول الفضلاء والصحابة الاخيار، والحروب التى جرت بينهم كانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب انفسها بسببها وكلهم متأولون فى حروبها ولم يخرج بذالك أحد منهم من العدالة لأنهم مجتهدون اختلفوافى مسائل كما اختلف المجتهدون بعدهم فى مسائل ولايلزم من ذلك نقص أحد منهم۔"
(مرقاۃ ج۱۱ص۲۷۲)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل اور فاضل اور اخیار صحابہ کرام میں سے ہیں، اور جو جنگیں صحابہ کرام کے درمیان ہوئیں ان کی وجہ یہ تھی کہ ہر فریق اپنے آپ کو حق سمجھتا تھا اور ہر فریق جنگ کرنے کی تاویل اور جواز کی وجہ پیش کرتا تھا۔ اسی وجہ سے کوئی ایک بھی عدالت سے نہیں نکلا، کیونکہ تمام کا ہی اجتہاد اختلافِ مسائل کا سبب بنا، یہ اجتہادی اختلاف ایسا ہی تھا جیسا بعد میں آنے والے ائمہ مجتہدین کا مسائل میں اختلاف ہوا۔ اجتہادی خطاء کی وجہ سے کسی ایک کی طرف نقص کی نسبت لازم نہیں آتی۔"

پہلے تین خلفاء راشدین کی فضیلت حدیث پاک سے:

"وعن ابن عمر قال كنا فى زمن النبى ﷺ لانعدل بأبى بكر أحدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبى ﷺ لانفاضل بينهم۔"
(رواہ البخاری، مشکوۃ باب مناقب ابی بکر)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کسی ایک کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، پھر آپ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے

تھے‘ پھر ہم صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ پھر ہم صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔“

ایک اور روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں کہتے تھے کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں‘ ان کے بعد عمر سب سے افضل ہیں‘ پھر ان کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہم) سب سے افضل ہیں۔ (ابوداؤد)

وضاحت حدیث:

(عن ابن عمر قال کنا) ای معشر الصحابة (فی زمن النبی ﷺ لا نعدل) ای لا نساوی (بأبی بکر أحدا) ای من الصحابة بل نفضله علی غیره"

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم صحابہ کی جماعت نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کسی ایک صحابی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے‘ بلکہ ان کو دوسرے سب پر فضیلت دیتے تھے۔“

پھر ان کے بعد کسی اور صحابی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے‘ بلکہ ان کو سب پر فضیلت دیتے تھے۔ پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے‘ بلکہ ان کو سب پر فضیلت دیتے تھے۔

(ثم نترک اصحاب النبی ﷺ لا نفاضل) "ای لا نوقع المفاضلة بینهم والمعنی لا نفضل بعضهم علی بعض والمراد مفاضلة مثلهم"۔

”پھر ہم نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ مراد اس سے اسی فضیلت کی نفی ہے جو تین خلفاء راشدین پر ہو‘ یعنی ہم تین خلفاء پر کسی ایک کی فضیلت نہیں ذکر کرتے تھے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور اہل بدر و اُحد اور اہل بیت رضوان میں سے کسی ایک کی فضیلت کا انکار نہیں کیا بلکہ وہ تو اجماع امت سے ثابت ہے کہ چوتھا درجہ فضیلت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی ہے‘ صرف یہ کہا کہ اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی فضیلت:

"عن محمد الحنفية قال قلت لأبی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابو بکر قلت ثم من؟ قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت؟ قال ما أنا الا رجل من المسلمین"۔

(رواہ البخاری‘ مشکوۃ مناقب أبی بکر)

”محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے کہا نبی کریم ﷺ کے بعد سب لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر‘ پھر میں نے پوچھا: ان کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: عمر‘ میں ڈرا کہ اب آپ کہیں گے ”عثمان“ میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد تو آپ سب سے افضل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام شخص ہوں۔“

وضاحت حدیث:

(عن محمد بن الحنفیة)" هو ابن علی من غیر فاطمة (رضی الله عنها) (قال قلت لأبی) ای لعلی کرم الله وجهه (ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال) ای علی (ابو بکر) ای هو ابو بکر أو ابوبکر هو الخیر قلت ثم من قال عمر "

”محمد بن حنفیہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں (ان کی والدہ کا نام حنفیہ تھا‘ یہ اپنی ماں کی طرف زیادہ منسوب ہوتے تھے یعنی یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے نہیں تھے) روایت کرتے ہیں میں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ

کے بعد سب لوگوں سے بہتر وافضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا سب سے بہتر ابوبکر ہیں، پھر میں نے پوچھا: ان کے بعد سب لوگوں سے بہتر وافضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت عمر"۔

(وخشیت ان یقول عثمان)" ای لو قلت ثم من، فعدلت عن منوال السئوال لهذا فحینئذ (قلت ثم انت؟ قال ما أنا الاجل من المسلمین) وهذا علی سبیل التواضع منه مع العلم بأنه حین المسئلة خیر الناس بلا نزاع لأنه بعد قتل عثمان رضی الله عنهم"

"پھر میں ڈرا کہ اگر میں نے سوال پہلی طرح ہی کیا تو یقیناً آپ یہی جواب دیں گے کہ حضرت عمر کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان ہیں۔ تو میں نے سوال کا انداز بدل کر پوچھا: پھر حضرت عمر کے بعد تو آپ ہی افضل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام شخص ہوں۔"

آپ کا یہ جواب عاجزی اور انکساری پر مبنی ہے کیونکہ یہ سوال وجواب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ افضل ہیں اس میں اجماع امت ہے۔ (ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی:

"عن علی رضی الله عنه قال خیر الناس فی هذه الأمة بعد أبی بکر عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم أنا"۔
(رواہ الحافظ ابوسعید السمان، نبراس ص ۴۹۲)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس امت میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر فاروق ہیں، پھر حضرت عثمان ذوالنورین ہیں، پھر میں ہوں۔"

سبحان اللہ! خود حضرت علی رضی اللہ عنہ مراتب ومدارج کی وہی ترتیب بیان کریں جس پر اجماع امت ہے۔ جھوٹے مدعیان محبت علی، تفضیلی رافضی یہ کہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چوتھا مرتبہ کیوں؟ کیا تم صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین سے زیادہ علم رکھتے ہو؟ سیدھا رافضی

ہونے کا اعلان کرو، پھر رافضیوں کے مذہب کے مطابق جو چاہے کہتے رہو، سنیت کا لبادہ اوڑھ کر رافضیوں کا کردار ادا نہ کرو۔

"حکی ابو منصور البغدادی علی ان عثمان رضی الله عنه افضل"۔
(نبراس ص ۴۹۲)

"ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: اجماع امت ہے اس پر کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔"

"وقال الامام النووی فی شرح مسلم الصحیح المشهور تقدیم عثمان عن علی رضی الله عنهما"۔
(نبراس ص ۴۹۲)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح میں بیان فرمایا ہے کہ صحیح اور مشہور یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت میں تقدیم حاصل ہے۔"

"وذکر القاضی عیاض عن الامام مالك انه رجع عن التوقف الی هذا"

"حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ توقف کے قائل تھے، پھر آپ نے توقف سے رجوع کر کے وہی قول کیا جس پر اجماع امت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

"وحکی القسطلانی عن سفیان الثوری انه رجع عن تفضیل علی الی تفضیل عثمان"

حضرت قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمالیا تھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یعنی پہلے آپ قائل تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر لیکن پھر آپ نے رجوع فرمالیا۔ جمہور کی طرح آپ بھی اس کے قائل ہوگئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل ہے۔
(نبراس ص ۴۹۲)

حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے وزیر:

"وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ مامن نبی الاوله وزیران من

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی نہیں مگر یہ

اهل السماء ووزيران من اهل الارض فأما وزيراى من اهل السماء فجبريل وميكائيل أما وزيراى من اهل الأرض فابو بكر وعمر ".

کہ اس کے دو وزیر آسمانوں میں ہوتے ہیں اور دو زمین میں' میرے دو وزیر آسمانوں میں جبریل اور میکائیل ہیں اور زمین میں میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔"

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب' مشکوۃ باب مناقب أبي بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

وضاحت حدیث:

وزیر کو وزیر کہنے کی وجہ یہ ہے: "أنه يحمل الوزر اى الثقل عن أميره" کہ وزر کا معنی ہے بوجھ چونکہ وزیر امیر کا بوجھ اور ثقل اٹھاتا ہے۔

(فاما وزيراى من اهل السماء فجبريل وميكائيل) فيه دلالة ظاهرة على فضله صلوات الله وسلامه عليه على جبريل وميكائيل عليهما السلام كما ان فيه ايماء الى تفضيل جبريل على ميكائيل"

"آپ کے ارشاد گرامی کہ میرے دو وزیر آسمانوں میں جبریل اور میکائیل ہیں" سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جبریل اور میکائیل پر افضلیت حاصل ہے کیونکہ ان دونوں کو آپ کا معاون بنایا گیا جیسا کہ وزیر کو امیر کا معاون بنایا جاتا ہے۔ پھر جبریل کا پہلے ذکر اس پر دلالت کر رہا ہے کہ جبریل کو میکائیل پر فضیلت حاصل ہے۔"

(وأما وزيراى من اهل الارض فأبو بكر وعمر) فيه دلالة ظاهرة على فضلهما على غيرهما من الصحابة وهم افضل الأمة وعلى ان أبا بكر أفضل من عمر لأن الواو وان كان المطلق الجمع ولكن ترتبه فى لفظ الحكيم لا بد من اثر عظيم"

"رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی" میرے دو وزیر زمین پر ابوبکر اور عمر ہیں واضح طور پر اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سب صحابہ کرام سے افضل ہیں حالانکہ تمام صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی باقی امت سے افضل ہیں' پھر حدیث پاک سے یہ مسئلہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔"

اگرچہ "واؤ" صرف جمع کیلئے آتی ہے' ترتیب کیلئے نہیں آتی لیکن مصطفیٰ کریم ﷺ جو حکیم ہیں' ان کا ترتیب سے ذکر کرنا یعنی پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا' اسی طرح پہلے جبریل کا ذکر اور پھر میکائیل کا ذکر اثر عظیم رکھتا ہے کیونکہ صاحب حکمت کا قول حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سمع و بصر ہیں:

"وعن عبد الله ابن حنطب ان النبى ﷺ رأى أبا بكر وعمر فقال هذان السمع والبصر". (رواہ الترمذی مرسلا، مشکوۃ باب مناقب أبي بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

حضرت عبد اللہ ابن حنطب فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ دونوں سمع اور بصر ہیں۔"

وضاحت حدیث:

ابن حَنْطَب (حاء اور طاء پر فتحہ درمیان میں نون ساکن ہے) نبی کریم ﷺ کو جوامع الکلم کا خصوصی وصف حاصل تھا۔ آیئے! دیکھئے "هذان السمع والبصر" مختصر جملہ کتنے معانی کو حاوی ہے۔

{۱} ایک مشہور معنی تو یہ ہے "هما فی العزة عندی بمنزلتهما" وہ دونوں عزت میں میرے نزدیک کانوں اور آنکھوں کی طرح عزیز ہیں، یعنی انسان کو سننے اور دیکھنے کی قوت سے جس طرح پیار ہے اسی طرح مجھے ان دونوں سے پیار ہے۔ اس معنی کو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے تائید حاصل ہے:

"اللهم متعنا باسماعنا وابصارنا ابو بكر" اے اللہ! ہمیں نفع پہنچا ہمارے کانوں اور ہماری آنکھوں سے یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ہمیں نفع پہنچا' جو ہمارے کان اور ہماری آنکھیں ہیں۔"

اسی معنی کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی کتاب الجامع الصغیر کی روایت سے بھی تائید حاصل ہے:

"ابو بكر وعمر منى بمنزلة السمع والبصر من الرأس"۔ (رواہ ابویعلی فی مسندہ عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر مجھ سے ایسے متعلق ہیں جیسے سر سے کان اور آنکھیں متعلق ہیں۔"

اس معنی کو اس روایت سے بھی تقریبا تائید حاصل ہے۔

"روى الملافى سيرته عن ابن مسعود وأبى ذر قالا قال رسول الله ﷺ ابو بكر وعمر فى امتى مثل الشمس والقمر فى النجوم"

"حضرت ابن مسعود وابوذر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر میری امت میں اس طرح ہیں جس طرح ستاروں میں سورج اور چاند ہیں۔"

{۲} دوسرا معنی جسے تین قسموں میں منقسم کیا ہے' گویا کہ تین معنی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

(هذان السمع والبصر) "اى نفسهما مبالغة كرجل عدل أوهما فى المسلمين أوفى الدين كالسمع والبصر فى الاعضاء فحذف كاف التشبيه للمبالغة ولهذا يسمى تشبيها بليغا"

یہ دونوں یعنی ابوبکر اور عمر سمع اور بصر ہیں یعنی اپنی ذاتوں میں حق کو سننے والے اور دیکھنے والے ہیں، یہ کلام اس طرح مبالغہ پر مبنی ہے جس طرح کہا جاتا ہے "رجل عدل" یہ شخص اتنا عدل کرنے والا ہے گویا کہ عین عدل ہے

یا معنی یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں ان کو سمع اور بصر (سننے اور دیکھنے) کی حیثیت حاصل ہے یا اس کا یہ مطلب ہے کہ دین میں ان دونوں کو سمع اور بصر کی حیثیت حاصل ہے۔"

"قال القاضى ويحتمل أنه ﷺ سماهما بذلك لشدة حرصهما على استماع الحق واتباعه وتهالكهما على النظر فى الآيات المنبثة فى الانفس والآفاق والتأمل فيها والاعتبار بها"

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب بھی ہو کہ یہ دونوں حق کے سننے اور حق کی تابعداری میں بہت زیادہ حریص ہیں اور آیات میں نظر کرنے میں اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے ہیں' اپنے ذاتوں اور آفاق میں تأمل کرنے اور اعتبار کرنے میں ہی اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے۔"

سمع کو بصر سے پہلے ذکر کرنے سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ سمع کو بصر پر فضیلت حاصل ہے قرآن پاک میں بھی کئی مقام پر سمع کو بصر سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جیسے "وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ"۔ (ماخوذ از مرقاۃ' ج ۱۱ ص ۳۱۶' ۳۱۷)

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کے متعلق فرمان مصطفوی ﷺ:

"وعن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ أنى لاأدرى ما بقائى فيكم فاقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر وعمر"۔ (رواہ الترمذی' مشکوۃ باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک میں نہیں جانتا میں تم میں کتنی دیر باقی رہوں گا، میرے بعد دو شخصوں یعنی ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرنا۔"

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت اس حدیث پاک سے واضح ہو رہی

ہے اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ یہ دونوں میرے بعد زندہ رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے وصال کا علم دیا گیا تھا اور دنیا میں رہنے یا رب تعالیٰ کے پاس جانے کا اختیار دیا گیا تھا۔ آپ کا ارشاد " انی لاادری ما بقائی فیکم" یا تو عاجزانہ کلام ہے اور یا آپ کو جو علم عطاء کیا گیا ہے اس پر پہلے کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی شان بروایت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

"وعن ابن عباس قال انی لواقف فی قوم فدعوا الله لعمر وقد وضع علی سریره اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقه علی منکبی یقول یرحمك الله أنی لأرجو ان یجعلك الله مع صاحبیك لأنی کثیرا ما کنت اسمع رسول الله ﷺ یقول کنت وابوبکر وعمر وفعلت وابوبکر وعمر وانطلقت ابو بکر وعمر ودخلت وأبوبکر وعمر وخرجت وأبوبکر وعمر قال ابن عباس فالتفت فاذا علی بن ابی طالب"۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ مناقب أبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں کھڑا تھا اس قوم میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے جب کہ آپ (شہادت کے بعد) چارپائی پر تھے، تو ایک شخص میرے پیچھے تھے جنہوں نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور کہنے لگے اللہ تم پر رحم کرے بیشک میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کرے گا (یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبر اور جنت میں تمہیں بھی اللہ تعالیٰ رکھے گا) کیونکہ میں کثیر طور پر رسول اللہ ﷺ سے سنا کرتا تھا آپ فرماتے تھے میں تھا (فلاں جگہ) اور ابوبکر اور عمر تھے اور میں نے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کیا اور میں اور ابوبکر اور عمر چلے، اور میں اور ابوبکر اور عمر (فلاں جگہ) داخل ہوئے، اور میں اور ابوبکر اور عمر (فلاں جگہ سے) نکلے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو وہ (یعنی یہ

ارشاد فرمانے والے) حضرت علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

سبحان اللہ! کیا خوب شان بیان فرمائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کہ ان دونوں کو نبی کریم ﷺ کی معیت (مصاحبت) اکثر طور پر حاصل رہتی تھی، اس لئے ان دونوں کے آپ کے ساتھ قبر اور جنت میں بھی رہنا نصیب ہوگا۔

بات تو وہی معتبر ہوگی جو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بیان کی۔ تمہارے "نعرہ تحقیق" کے جواب میں "حق چار یار" کہنے سے روکنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں فرق نہیں آئے گا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جنتی ہونا:

"عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فاطلع ابو بکر ثم قال یطلع علیکم رجل من أهل الجنة فاطلع عمر"۔
(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب، مشکوۃ باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے سامنے ایک شخص جنتی آ رہا ہے تو ابوبکر آ پہنچے پھر فرمایا: تمہارے سامنے ایک شخص جنتی آ رہا ہے تو اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آ گئے۔"

نبی کریم ﷺ جن کو جنتی کہیں، تیرے نہ کہنے سے ان کی شان کم کیسے ہوگی؟

حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی شان:

"عن ابی موسی الاشعری قال کنت مع النبی ﷺ فی حائط من حیطان المدینة فجاء رجل فاستفتح فقال النبی ﷺ افتح له وبشره بالجنة ففتحت له فاذا ابو بکر فبشرته بما قال رسول الله ﷺ فحمد الله

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا۔ تو ایک شخص آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے متعلق کہا: تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس

ثم جاء رجل فاستفتح فقال النبی ﷺ افتح له وبشره بالجنة ففتحت له فاذا عمر فاخبرته بما قال النبی ﷺ فحمد الله ثم استفتح رجل فقال لی افتح لـه وبشره بالجنة علی بلوی تصیبه فاذا عثمان فاخبرته بما قال النبی ﷺ فحمد الله ثم قال الله المستعان "۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب ہؤلاء الثلاثہ)

شخص کیلئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو، تو میں نے ان کیلئے دروازہ کھول دیا وہ ابو بکر تھے تو میں نے ان کو بشارت دے دی اسی کے مطابق جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تو انہوں نے اس پر اللہ کی حمد بیان کی، پھر اور ایک شخص آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے متعلق کہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کیلئے دروازہ کھول دو اور جنت کی اسے بشارت دے دو۔ تو میں نے ان کیلئے دروازہ کھول دیا وہ حضرت عمر تھے، تو میں نے انہیں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی خبر دے دی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی۔

تو پھر ایک اور شخص آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے متعلق کہا، تو مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس شخص کیلئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو، ساتھ مصیبتیں پہنچنے کی خبر بھی دے دو۔ تو وہ عثمان تھے تو میں نے انہیں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی خبر دے دی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی، پھر کہا (مصائب میں) اللہ تعالیٰ سے ہی امداد طلب کی جائے گی۔

مسلم شریف میں یہ حدیث طویل طریقے سے بھی آئی ہوئی ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ باغ میں بئر اریس میں اپنی ٹانگیں مبارک لٹکا کر بیٹھے تھے، پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ آپ کی دائیں جانب اسی طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ کی دوسری جانب اسی طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ کی جانب انہیں جگہ نہ مل سکی وہ سامنے بیٹھ گئے۔

اس منظر کے متعلق " قال سعید بن المسیب فأولتها قبورهم "سعید بن مسیب

کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تاویل ان کی قبروں کے متعلق کی یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی قبروں کی جگہ مل گئی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سامنے جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے، اور قیامت تک آپ کے ساتھ ہی رہیں گے، دوسرا کوئی جدا کرے تو کیسے کرے، بیچارے منحوسوں کی ناپاک کوشش ہے، خود ہی ذلیل ہو رہے ہیں۔

قیامت میں بھی ایک ساتھ اٹھیں گے:

"وعن ابن عمر ان النبی ﷺ خرج ذات یوم ودخل المسجد وابو بکر وعمر أحدهما عن یمینه والآخر عن شماله وهو آخذ بأیدیهما فقال هكذا نبعث یوم القیامة۔"

(رواہ الترمذی، وقال ہذا حدیث حسن غریب مشکوۃ باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: بیشک نبی کریم ﷺ ایک دن (اپنے حجرہ شریفہ سے) نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اس حال میں کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کی دائیں جانب تھے اور دوسرے آپ کی دوسری جانب تھے اور آپ نے ان دونوں کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا: آپ فرما رہے تھے ہم قیامت میں بھی اسی طرح اٹھیں گے۔"

نتیجہ واضح ہوا:

کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دنیا میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے آپ کے ساتھ چلتے رہے، آپ کے ساتھ آتے جاتے رہے، اور مزارات میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے اور قیامت میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔

بات تمہاری مانوں کہ ان کو پہلے اور دوسرے درجہ سے ہٹا دوں یا بات نبی کریم

ﷺ کی مانوں اور ان کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی مانوں۔

ہاں! ہاں! میں تو مؤمن ہوں، ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی مانوں، تمہاری بات کو مان کر تمہاری طرح مردود نہیں ہوسکتا۔

نبی کریم ﷺ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر عظیم اعتبار تھا:

"عن أبی هریرة عن رسول الله ﷺ قال بینما رجل یسوق بقرة اذ أعیا فرکبها فقالت انا لم نخلق لهذا انما خلقنا لحراثة الأرض فقال الناس سبحان الله بقرة تکلم فقال رسول الله ﷺ فانی أومن به أنا وأبو بکر وعمر وما هما ثم وقال بینما رجل فی غنم له اذ عدا الذئب علی شاة منها فأخذها فادرکها صاحبها فاستنقذها فقال له الذئب فمن لها یوم السبع یوم لا راعی لها غیری فقال الناس سبحان الله ذئب یتکلم فقال أومن به أنا وأبو بکر وعمر وما هما ثم"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص گائے کو چلا رہا تھا، جب وہ تھک گیا تو گائے پر سوار ہوگیا، تو گائے نے کہا: ہمیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا ہمیں تو ہل چلانے کیلئے پیدا کیا گیا تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بھی کلام کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک میں اور ابوبکر اور عمر اس پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے اور آپ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بھیڑ بکریوں میں موجود تھا تو بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کر کے اسے پکڑ لیا، مالک نے بکری کو پالیا (یعنی بھیڑیئے سے چھڑالیا) تو بھیڑیئے نے اسے کہا تو اس (بکری) کا درندوں کے دن کون محافظ ہوگا، اس دن اس کا چرواہا میرے علاوہ کوئی نہیں ہوگا، تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اور ابوبکر اور عمر اس پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دونوں اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔"

وضاحت حدیث:

(فقال الناس) ای الحاضرون (سبحان الله) تعجبا بقرة تکلم والحال انها من الحیوانات الصامتة"

"نبی کریم ﷺ نے جب گائے کے کلام کرنے کا ذکر فرمایا: تو وہاں حاضرین لوگ تعجب سے کہنے لگے: سبحان اللہ! گائے کلام کرتی ہے حالانکہ یہ تو کلام نہ کرنے والے حیوانوں میں سے ہے۔"

طلباء کرام خیال رکھیں "تکلم" میں میم پر ضمہ ہے، مضارع کا صیغہ ہے، ایک تاء حذف ہے اصل میں "تتکلم" تھا۔

(فقال رسول الله ﷺ فانی أومن به) جزاء شرط محذوف ای فان کان الناس یستغربونه ویتعجبون منه فانی لا استغربه وأومن به انا وابو بکر وعمر"

"تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہ جزاء ہے شرط اس کی محذوف ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ اگر لوگ گائے کے کلام کرنے کو عجیب وغریب سمجھ رہے ہیں تو میں اور ابوبکر اور عمر اسے عجیب وغریب نہیں سمجھتے بلکہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔"

ایک فرق تو یہ واضح ہوگیا کہ لوگ اس پر ایمان تو لائیں گے لیکن تعجب کے بعد لیکن میرا ایمان اس پر بغیر تعجب کے ہے اور ابوبکر اور عمر کا ایمان بھی بغیر تعجب کے بغیر چوں وچرا کے اس پر ہوگا۔

"قال ابن حجر هو محمول علی أنه ﷺ کان اخبرهما به فصدقاه أو اطلق ذلك لما اطلع علیه من انهما یصدقان بذلك ولا یتردوان فیه" اه والأخیر هو الصحیح لما

"حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایمان کا جو تذکرہ فرمایا، اگرچہ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ نے

یدل علیه مقام المدح و کما یشعر الیه قول الراوی " وما هما ثم " والا فکل مؤمن یصدق النبی ﷺ فیما اخبربه فلابد من وجه یمیزهما عن غیرهما کما یشیر الیه مشارکتهما فی الایمان المنسوب الیه ﷺ"۔

ان دونوں کے متعلق خبر دی ہو کہ وہ اس کی تصدیق کر چکے ہیں، لیکن صحیح مطلب اس کا یہ ہے کہ آپ کا ارشاد مستقبل کے بارے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ اس پر مطلع تھے (یعنی آپ کو غیبی علم حاصل تھا) کہ یہ دونوں میرے قول کی بغیر کسی تردد (شک میں پڑنے) کے اس کی تصدیق کر دیں گے، نہ اس میں شک کریں گے اور نہ ہی اس کو عجیب وغریب سمجھیں گے۔"

یہی مستقبل کے بارے میں قول اس لئے صحیح ہے کہ ان دونوں کی نبی کریم ﷺ نے مدح فرمائی ہے، اور راوی کا قول بھی اس کی تائید کر رہا ہے کہ "وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے" ان دونوں حضرات کی خصوصی امتیازی شان بیان کی گئی کہ انہوں نے اس پر ایمان لانا ہے بغیر کسی تردد کے، اگرچہ باقی مومنین نے بھی ایمان تو لانا ہے لیکن تردد اور عجیب وغریب سمجھنے کے بعد۔"

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کے ایمان کو اپنے ایمان کے ساتھ ملایا کہ جیسے میرا ایمان بغیر تردد کے ہے تو ایسا ہی سنتے ہی وہ دونوں بھی بغیر تردد کے ایمان لائیں گے:

وفی روایة الترمذی فانی أومن بذلك ثم ابو بکر وعمر وما هما فی القوم یومئذ"

"ترمذی کی ایک روایت میں ہے" بیشک میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، پھر ابو بکر اور عمر اس پر ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ وہ دونوں اس دن موجود نہیں تھے۔"

(راقم نے اسی لئے حدیث کے ترجمہ میں ایک جگہ "اس وقت" کا لفظ بھی بڑھایا ہے)

"قال التوربشتی انما أراد بذلك تخصیصهما

علامہ توربشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ

بالتصدیق الذی بلغ عین الیقین وکوشف صاحبه بالحقیقة التی لیس وراء ها للتعجب مجال"۔

نے ان دونوں کی تصدیق کی تخصیص اس لئے بیان فرمائی کہ ان کی تصدیق عین الیقین (مشاہدہ) کے درجہ میں تھی باقیوں کی تصدیق علم الیقین (صرف علم سے حاصل ہونے) کے درجہ میں تھی اور آپ نے ان کے ایمان کی حقیقت کو یوں بیان کیا کہ ان کے ایمان لانے میں تعجب کے پائے جانے کی کوئی مجال نہیں ہوگی۔"

"قال ابن الملك قوله به ای أصدق أنا بما اخبرنی به الملك من تکلم البقرة وابو بکر وعمر لقوة ایمانهما بما اخبرت"

"ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ گائے کے کلام کرنے کی خبر مجھے فرشتہ نے دی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابو بکر اور عمر بھی اپنی قوت ایمانی کی وجہ سے میری خبر پر ہی تصدیق کر دیں گے کوئی تردد نہیں کریں۔ اس خبر کو عجیب وغریب نہیں سمجھیں گے۔"

حدیث پاک کے دوسرے حصہ یعنی بھیڑیئے کے کلام کرنے کی بھی کافی حد تک وضاحت ہو چکی ہے لیکن ایک جملہ کی وضاحت ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

(فقال له الذئب فمن لها) ای فمن یحفظ للشاة (یوم السبع یوم لاراعی لها غیری" والمراد بیوم السبع حین یموت الناس ویبقی الوحوش أویوم الاهمال"

"بھیڑیئے نے اس چرواہے کو کہا: اس بکری کی درندوں کے دن کون حفاظت کرے گا، اس دن میرے بغیر اس کا اور کوئی چرواہا نہیں ہوگا، درندوں کے دن سے مراد یہ ہے کہ جب لوگ مر جائیں گے تو اس وقت درندے رہ جائیں بکریوں پر وہی مسلط ہوں گے، گویا کہ وہ چرواہے ہوں گے، یا درندوں والے دن سے

مراد یہ ہے کہ لوگ جب اپنی بکریاں چھوڑ جائیں گے۔

"یوم الاهمال" بکریوں کو چھوڑ دینے سے کیا مراد ہے؟

"فالمراد به من لها عند الفتن حين يتركها الناس لاراعي لها نهبة للذئاب والسباع فجعل السبع لها راعيا اذهو منفرد بها"

(ماخوذ از مرقاۃ، ج ۱۱ ص ۳۱۲، ۳۱۳)

''مراد اس سے یہ ہے کہ فتنوں کے دور میں لوگ اپنی بکریوں کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، ان کے چرواہے ان کے پاس نہیں رہیں گے یعنی بھیڑیوں اور درندوں کے حملوں سے ڈر کر بھاگ جائیں گے۔ وہاں درندوں کی حکومت ہوگی، سوائے درندوں کے ان کا کوئی اور چرواہا نہیں ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ نے تین خلفاء راشدین کی بالترتیب فضیلت بیان کرنے سے منع نہیں فرمایا:

"عن ابن عمر قال كنا نفاضل على عهد رسول الله ﷺ فنقول أبو بكر ثم عمر ثم عثمان فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فلا ينكره"۔

(رواہ الترمذی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں فضیلت بیان کرتے تھے ہم کہتے تھے سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر سب سے افضل ہیں، پھر عثمان سب افضل ہیں (رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے اس سے روکا نہیں۔''

مطلب واضح ہے:

کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اگر کوئی غلط بات کہی جاتی تو آپ اس سے ضرور منع فرماتے تھے۔ جب آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ حدیث تقریری کے درجہ میں ہے، گویا کہ خود نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا اسے درجہ حاصل ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ کا تین خلفاء راشدین کی فضیلت بالترتیب کے متعلق خواب بیان کرنا:

"عن جابر ان رسول الله ﷺ قال أرى الليلة رجل صالح كان أبا بكر نيط برسول الله ﷺ ونيط عمر بأبي بكر ونيط عثمان بعمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول الله ﷺ قلنا اما الرجل الصالح فرسول الله ﷺ واما نوط بعضهم ببعض فهم ولاة الأمر الذي بعث الله به نبيه ﷺ"۔

(رواہ ابوداؤد، مشکوۃ باب مناقب ہؤلاء الثلاثۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے رات میں (خواب) میں ایک نیک آدمی دکھایا گیا ابو بکر رسول اللہ ﷺ سے متعلق تھے اور عمر ابو بکر سے متعلق تھے اور عثمان عمر سے متعلق تھے حضرت جابر کہتے ہیں ہم جب رسول ﷺ سے اٹھے تو ہم نے کہا ''رجل صالح'' سے مراد رسول ﷺ ہیں، اور بعض کا بعض سے تعلق و اتصال یہ بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جو امر (دین) دے کر بھیجا گیا، یہی حضرات اس کے والی ہوں گے۔''

وضاحت حدیث:

"وقال الطيبي كان من الظاهر ان يقول رأيت نفسي الليلة وابو بكر نيط بي فجرد منه ﷺ لكونه رسول الله وحبيبه رجلا صالحا ووضع رسول الله ﷺ موضع رجلا تفخيما غب تفخيم"۔

''علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ظاہر تو یوں نظر آتا ہے کہ آپ اس طرح فرماتے ''رأيت نفسي الليلة و ابو بكر نيط بي'' میں نے رات کو اپنے آپ کو دیکھا اس حال میں کہ ابوبکر میرے ساتھ متعلق ہیں لیکن آپ نے اپنا تذکرہ نفسی سے نہیں کیا، آپ چونکہ اللہ کے رسول اور حبیب ہیں اس لئے آپ نے اپنے آپ کو ''رجل صالح'' ذکر فرمایا، جو لفظ بلندی شان پر دلالت کر رہا ہے کہ منصب رسالت کی شان کے لائق ہی یہ ہے کہ روز بروز شان میں اضافہ ہوتا رہے۔''

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شان:

"عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ يطلع عليكم من تحت الصور رجل من اهل الجنة فطلع ابوبكر فهنأناه ثم لبث هنيهة ثم قال يطلع عليكم من تحت هذا الصور رجل من اهل الجنة فطلع عمر فهنأناه ثم قال يطلع عليكم من تحت هذا الصورة رجل من اهل الجنة اللهم اجعله عليا ثلاث مرات فطلع علی اخرجه احمد، والصور جماعة النخل "۔

(الریاض النضرۃ باب ماجاء فی مناقب أبی بکر وعمر وعلی، مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱۱/۳۳۵)

''حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کھجوروں کے درختوں سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو جنتی ہے، اتنے میں حضرت ابو بکر ظاہر ہو گئے۔ ہم نے ان کو مبارک دی، تھوڑا وقت گذرا تو آپ نے پھر فرمایا: ان کھجوروں میں ایک شخص ظاہر ہوگا جو جنتی ہوگا، تو حضرت عمر ظاہر ہو گئے، تو ہم نے ان کو مبارک دی۔ پھر آپ نے فرمایا: ان کھجوروں میں سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو جنتی ہوگا، پھر آپ نے تین مرتبہ دعاء کی اے اللہ! آنے والے علی ہوں، تو اتنے میں حضرت علی ظاہر ہو گئے۔''

''چار یاروں'' کی محبت صرف مومن کے دل میں ہوتی ہے:

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا يجتمع حب هؤلاء الاربعة الا فی قلب مؤمن ابو بكر وعمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم"۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان چار کی محبت نہیں جمع ہوگی سوائے مومن کے دل میں (وہ چار یہ ہیں) ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔'' (رواہ احمد)

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله اختار لی اصحابی علی جميع العالمين سوی النبيين و المرسلين فاختار من اصحابی اربعة ابابكر

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا (بہتر بنایا) میرے صحابہ کو تمام جہانوں پر سوائے نبیوں اور رسولوں کے، تو پسند فرمایا

وعمر وعثمان وعليا رضی الله عنهم "

میرے صحابہ میں سے چار کو یعنی ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) کو۔''

حوض کوثر سے پلانے والے ''چار یاروں'' کا ذکر بالترتیب:

"روی عن انس بن مالك رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال ان لحوضی اربعة اركان ركن منه فی يد أبی بكر والثانی فی يد عمر والثالث فی يد عثمان والرابع فی يد علی (رضی الله عنهم) فمن احب ابا بكر وابغض عمر لم يسقه ابو بكر ومن أحب عمر وابغض أبا بكر لم يسقه عمر ومن أحب عثمان وابغض عليا لم يسقه عثمان ومن احب عليا وابغض عثمان لم يسقه علی ومن احسن القول فی أبی بكر فقد أقام الدين ومن احسن القول فی عمر فقد أوضح السبيل ومن احسن القول فی عثمان فقد استنار بنور رب العالمين ومن احسن القول فی علی فقد استمسك بالعروة الوثقی ومن أحسن القول فی اصحابی فهو مؤمن ومن أساء القول فی اصحابی فهو منافق۔"

(کنز العمال)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میرے حوض (کوثر) پر چار (طرف) پیالے ہوں گے، ایک پیالہ ابو بکر کے ہاتھ میں ہوگا اور دوسرا عمر کے ہاتھ میں ہوگا اور تیسرا عثمان کے ہاتھ میں ہوگا اور چوتھا علی کے ہاتھ میں ہوگا جو شخص ابو بکر سے محبت رکھتا ہوگا اور عمر سے بغض تو ابو بکر اسے نہیں پلائیں گے، اور جو عمر سے محبت رکھتا ہوگا اور ابو بکر سے بغض، عمر اسے نہیں پلائیں گے اور جو عثمان سے محبت رکھتا ہوگا اور علی سے بغض تو عثمان اسے نہیں پلائیں گے، اور جو علی سے محبت رکھتا ہوگا اور عثمان سے بغض تو علی اسے نہیں پلائیں گے، جس نے ابو بکر کے حق میں اچھی بات کی تو تحقیق اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے عمر کے بارے میں اچھی بات کی تو اس نے سیدھی راہ کو واضح کیا اور عثمان کے بارے میں اچھی بات کی تو اس نے اپنے آپ کو رب العالمین کے نور سے منور کرلیا۔ اور جس

نے علی کے بارے میں اچھی بات کی تو اس نے (دین کی) مضبوط رسی کا سہارا لے لیا۔ اور جس نے میرے صحابہ کے بارے میں اچھی بات کی مؤمن ہے اور جس نے میرے صحابہ کے بارے میں بری بات کی وہ منافق ہے۔"

قبروں سے اٹھنے کی ترتیب:

"عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ أنا اول من تنشق عنه الأرض ثم ابو بكر ثم عمر ثم آتی اهل البقیع فیحشرون معی ثم انتظر أهل مكة"۔

(ترمذی، مستدرک حاکم، مرقاۃ شرح مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۵)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی، پھر ابو بکر کی، پھر عمر کی، پھر میں جنت البقیع والوں کے پاس آؤں گا، ان کو میرے ساتھ جمع کیا جائے گا، پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔"

عشرۃ المبشرین کے ذکر میں چار خلفاء راشدین کا ذکر بالترتیب:

"عن عبد الرحمن ابن عوف ان النبی ﷺ قال ابو بكر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة وعبد الرحمن بن عوف فی الجنة وسعد بن ابی وقاص فی الجنة وسعید بن زید فی الجنة وابو عبیدة بن الجراح فی الجنة"۔

"حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر جنتی ہیں اور عمر جنتی ہیں اور عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں، اور طلحہ جنتی ہیں، اور زبیر جنتی ہیں اور عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں اور سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور سعید بن زید جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔"

(رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن سعید بن زید، مشکوۃ باب مناقب العشرۃ)

عشرۃ المبشرین میں چار خلفاء راشدین کی ترتیب واضح طور پر:

"عن ابن مسعود قال قلت یا رسول الله ای

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں

الناس احب الیك قال عائشه قلت من الرجال؟ قال ابو بكر قلت ثم من؟ قال ثم عمر، قلت ثم من؟ قال عثمان قلت ثم من؟ قال ثم علی فأمسكت فقال رسول الله ﷺ سل یا عبد الله عما شئت فقلت یا رسول الله ای الناس أحب الیك بعد علی فقال طلحة ثم الزبیر ثم سعد ثم سعید ثم عبد الرحمن بن عوف ثم ابو عبیدة بن الجراح"۔

(اخرجه الملاء فی سیرته وهو غریب، الریاض النضرة لأبی جعفر احمد الشهیر بالمحب الطبری رحمه الله)

نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں زیادہ محبوب آپ کو کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے کہا: مردوں میں سے کون؟ آپ نے فرمایا: ابو بکر۔ میں نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر عمر، میں نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر عثمان، میں نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر علی، تو میں خاموش ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ! پوچھئے جو چاہتے ہو، تو میں نے کہا کہ حضرت علی کے بعد لوگوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا پھر طلحہ، پھر زبیر، پھر سعد، پھر سعید، پھر عبد الرحمٰن بن عوف، پھر ابو عبیدہ بن جراح۔"

"چار یاروں" کو بالترتیب رب تعالی نے پسند فرمالیا:

"عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ ان الله اختار اصحابی علی العالمین سوی النبیین والمرسلین واختار لی من اصحابی أبابكر وعمر وعثمان وعلیا فجعلهم خیر اصحابی وفی اصحابی كلهم خیر واختار من امتی اربعة قرون الاول والثانی والثالث والرابع"۔

(اخرجہ البزار فی مسندہ، الریاض النضرہ ص ۴۷)

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالی نے میرے صحابہ کو سب جہاں والوں پر چن لیا ہے، سوائے انبیاء اور مرسلین کے، اور میرے صحابہ میں چار کو میرے لئے چن لیا ہے یعنی ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو، اور میرے صحابہ سب ہی بہتر ہیں، اور میری امت کو سب امتوں پر پسند فرمالیا ہے، اور

میری امت میں سے چار زمانوں کو پسند کرلیا ہے خلیفہ اول کا زمانہ اور دوسرے خلیفہ کے زمانہ، اور تیسرے خلیفہ کے زمانہ کو اور چوتھے خلیفہ کے زمانے کو۔

"چاریاروں" سے محبت ایمان ہے اور بغض رکھنا فجور (گناہ) ہے:

"عن علی بن ابی طالب ان رسول الله ﷺ قال له یا علی ان الله أمرنی ان أتخذ ابابکر وزیرا وعمر مشیرا وعثمان سندا وایاك ظهیرا انتم اربعة فقد أخذ الله میثاقکم فی أم الکتاب لا یحبکم الامؤمن ولا یبغضکم الافاجر انتم خلائف نبوتی وعقدة ذمتی وحجتی علی أمة، لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تعاقوا"۔

(اخرجه ابن السمان فی الموافقة و اخرجه أیضا من طریق آخر عن خذیفة 'الریاض النضرة ص ٤٧)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اے علی! بیشک اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا کہ میں ابوبکر کو اپنا وزیر بناؤں، اور عمر کو مشیر اور عثمان کو اپنا سہارا بناؤں اور تمہیں مددگار۔ تم چار ہو اللہ تعالی نے تم سے ام الکتاب (لوح محفوظ) میں وعدہ لیا ہے، تمہارے ساتھ کوئی محبت نہیں کرے گا سوائے مؤمن کے اور تمہارے ساتھ کوئی بغض نہیں رکھے گا سوائے فاجر کے تم میرے نبوت کے خلیفہ ہو، اور تم میری ذمہ داری (میرے وعدہ) کے پاسبان ہو، اور تم میری امت کی حجت و دلیل ہو، آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرنا، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرنا، ایک دوسرے سے دوری نہ اختیار کرنا۔"

شیخ الاسلام ابوزرعۃ ولی عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم فتوی:

......﴿الاستفتاء﴾......

"سئل شیخ الاسلام محقق عصره ابوزرعة الولی العراقی عمن اعتقد فی الخلفاء الاربعة الافضلیة علی الترتیب المعلوم ولکنه یحب أحدهم أکثر هل یأثم ؟

"شیخ الاسلام محقق العصر ابوزرعۃ ولی عراقی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص چار خلفاء راشدین کی فضیلت تو مشہور و معروف ترتیب کے مطابق مانتا ہے اسی پر اعتقاد رکھتا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک سے زیادہ محبت رکھتا ہے تو کیا اس سے وہ گنہگار ہوگا؟

جواب:

"فأجاب بأن المحبة قد تکون لأمر دینی وقد تکون لأمر دنیوی فالمحبة الدینیة لازمة للأفضلیة فمن کان افضل کانت محبتنا الدینیة له اکثر فمتی اعتقدنا فی واحد منهم أنه افضل ثم احببنا غیره من جهة الدین اکثر کان تناقضا نعم ان احببنا غیر الأفضل اکثر من محبة الأفضل لأمر دنیوی کقرابة واحسان ونحوه فلا تناقض فی ذلك ولا امتناع فمن اعترف بأن أفضل هذه الأمة بعد نبیها ﷺ أبو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی لکنه أحب علیا اکثر من أبی بکر مثلا فان کانت المحبة المذکورة محبة دینیة فلا معنی لذلك اذا لمحبة الدینیة لازمة للأفضلیة کما قررناه وهذا لم یعترف بأفضلیة أبی بکر الابلسانه وأما

"تو آپ نے یہ جواب دیا کہ محبت کبھی امر دینی کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی امر دنیاوی کی وجہ سے ہوتی ہے محبت دینی افضلیت کو لازم ہے، جو افضل ہوگا اسی سے ہماری دینی محبت زیادہ ہوگی۔ جب ہم نے یہ عقیدہ رکھا کہ ان میں سے فلاں شخص سب سے افضل ہے، پھر اس کے بغیر دوسرے سے دینی محبت زیادہ کی تو ان میں تناقض لازم آئے گا (یعنی ایک دعوی میں جھوٹا ہوگا یا افضل ماننے کا دعویٰ جھوٹا ہوگا یا محبت کے دعوی میں جھوٹا ہوگا)۔ ہاں! اگر افضل کی بنسبت غیر افضل سے محبت دنیاوی وجہ سے زیادہ رکھی یعنی اس وجہ سے کہ یہ مرا رشتہ دار ہے یا اس کے مجھ پر احسانات ہیں یا کسی اور دنیاوی وجہ سے محبت زیادہ رکھی تو اس میں تناقض نہیں اور یہ منع بھی نہیں جس نے اعتراف کرلیا، (یعنی جسے علم

بقلبه فهو مفضل لعلى لكونه احبه محبة دينية زائدة على محبة أبى بكر وهذا لا يجوز وان كانت المحبة المذكورة محبة دنيوية لكونه من ذرية على اولغير ذلك من المعانى فلا امتناع فيه، انتهى"۔
(الصواعق المحرقہ، ص ۶۵)

حاصل ہوا پھر ماننا' جاہل نے اعتراف کیا کرتا ہے؟) کہ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر' پھر ان کے بعد حضرت عمر' پھر ان کے بعد حضرت عثمان' پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہیں لیکن وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بنسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کے محبت زیادہ رکھتا ہے اور اس کی محبت دینی ہو تو اس کا کوئی مقصد نہیں' کیونکہ محبت دینی افضلیت سے لازم آتی ہے (یعنی محبت دینی تو افضل سے ہی زیادہ ہوتی ہے) جیسا ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ حقیقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا سوائے زبان کے اعتراف نہیں کر رہا لیکن دل سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل مانتا ہے کیونکہ محبت دینی جس سے زیادہ ہو اس کے نزدیک افضل وہی ہوتا ہے' اور یہ جائز نہیں (کیونکہ اجماع امت کے خلاف ہے' ایسے لوگ ہی تفضیلی رافضی کہلاتے ہیں) ہاں! اگر اولادِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے کوئی رشتہ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے دنیاوی محبت زیادہ رکھے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

مصطفیٰ کریم ﷺ نے چار خلفاء راشدین کے اوصاف بالترتیب بیان فرمائے:

"عن علی قال قال رسول الله ﷺ رحم الله أبابكر زوجنى ابنته وحملنى الى دار الهجرة وصحبنى فى الغار واعتق بلالا من ماله رحم الله عمر يقول الحق وان كان مرّا تركه الحق وماله من صديق رحم الله عثمان يستحيى منه الملائكة رحمه الله عليا اللهم ادر الحق معه حيث دار"۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ رحم کرے ابوبکر پر جنہوں نے اپنی بیٹی کا میرے ساتھ نکاح کیا' اور مجھے مقام ہجرت تک سواری پر سوار کیا اور غار میں میرے ساتھ رہے' اور آزاد کیا بلال کو اپنے مال سے۔ اللہ رحم کرے عمر پر' جو حق بات کہتے ہیں' اگر چہ حق کڑوا ہی ہو' اور حق بیان کرنے میں اکیلے ہوتے ہیں آپ کا کوئی

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب مشكوة باب مناقب العشرة)

اس میں دوست نہیں ہوتا۔ اللہ رحم کرے عثمان پر' جن سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اللہ رحم کرے علی رضی اللہ عنہ پر' اے اللہ وہ جہاں پھریں ان کے ساتھ حق کو پھیر۔''

وضاحت حدیث:

سبحان اللہ! یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے' ارشاد میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کا ہے' جس سے واضح ہو رہا ہے کہ چار خلفاء راشدین میں مدارج و فضیلت میں جو ترتیب ہے' قدرتی طور پر رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی ترتیب ان کی خلافت میں بھی آ گئی۔

''**رحم الله أبابكر**'' (اللہ رحم کرے ابوبکر پر) ''فيه جواز الدعاء بالرحمة للاحياء'' نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے پتہ چلا کہ زندہ شخص کیلئے رحمت کی دعاء کرنا جائز ہے یعنی کسی زندہ شخص کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ کہنا سنت نبوی ہے۔ اگر چہ ہمارے عرف میں فوت شدہ کے نام کے ساتھ ہی صرف ''رحمه الله'' یا ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہتے ہیں۔

راقم کو یہ خوشی ہوگی کہ میری زندگی میں میرے احباب میرے نام کا کہیں اعلان کریں تو ''عبدالرزاق بھترالوی رحمہ اللہ'' کہا کریں' تا کہ غلط رواج ختم ہو جائے۔

''**زوجنى ابنته**'' انہوں نے میرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ یہ آپ کا عاجزانہ کلام ہے اور ایک احسان کا شکریہ ادا کر دیا ورنہ نبی کریم ﷺ کے بھی ان پر بہت احسانات ہیں' صرف کلمہ پڑھانے کا ہی اتنا بڑا احسان ہے' جس کا شکریہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ادا نہیں کر سکتے۔

(**وحملنى الى دار الهجرة**) ''اى على بعيره ولو على قبول ثمنه'' مجھے انہوں نے اپنی سواری پر سوار کر کے مقام ہجرت تک پہنچایا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اونٹنی کی قیمت (مراد ثمن) لینے پر مجبور کیا تھا' انہوں نے ثمن آپ کے ارشاد کے مطابق وصول بھی کئے تھے، پھر بھی آپ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

(**وصحبنی فی الغار**) "ای حین ھجرنی الأغیار" وہ میری ساتھ غار میں رہے جب دوسرے لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔"

(**واعتق بلالا من مالہ**) ای وجعلہ خادما لی فی مالہ "اور انہوں نے مال سے حضرت بلال کو خرید کے آزاد کردیا، اور میرا خادم بنادیا۔"

(**رحم اللہ عمر یقول الحق**) ای الصرف او القول الحق "اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے ان کا ہر فیصلہ حق ہوتا ہے، ان کی ہر بات حق ہوتی ہے۔

(**وان کان مرا**) ای ولو کان الحق الصرف والقول الحق ای صعبا علی الخلق" "اگرچہ حق کڑوا ہوتا ہے، یعنی حق بات مخلوق کو ماننی مشکل ہوتی ہے۔"

(**ترکہ الحق**) استئناف بیان (ومالہ من صدیق) جملۃ حالیۃ ای صیرہ قول الحق بھذہ الصفۃ اوخلاہ بھذہ الحالۃ" "یہ نیا جملہ ہے، مطلب اس کا یہ ہے کہ بات کو حق کی طرف اس صفت سے پھیرنا اور اس میں کوئی دوست مددگار بھی نہ ہو تو یہ ان کا ہی خاصہ ہے۔"

یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ حق کہنے میں وہ اکیلے ہوتے ہیں اس حال میں ان کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔

"وھی أنہ لا صدیق لہ اکتفاء برضاء اللہ ورسولہ" "یعنی وہ حق بات کہتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی رضاء کیلئے۔"

انہیں اس معاملہ میں کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی میرا حامی ومددگار نہیں۔

"والمعنی من صدیق تکون صداقتہ للمراعاۃ والمداراۃ، لامطلقا والا فلا شك ان الصدیق کان صدیقالہ" "جس دوستی کی نفی ہے اس سے مراد کہ حق بات کی طرف پھرنے میں ان کو رعایت کرنے والے، مہربانی کرنے والے، روا داری رکھنے والے دوست کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مطلق دوست کی نفی نہیں کہ آپ کا کوئی

دوست ہی نہیں حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (اور صحابہ کرام) آپ کے دوست تھے۔

دینی طلباء کرام توجہ فرمائیں:

(ترک) اس مقام میں یا تو بمعنی "صیر" کے استعمال ہے، اس صورت میں "ومالہ من صدیق" "مفعول ثانی ہے، اور یا یہ بمعنی "خلی" کے استعمال ہے۔ (علیحدہ ہونا) جب یہ معنی لیا جائے تو "ومالہ من صدیق" "مفعول سے حال ہے۔

"رحم اللہ عثمان تستحیی منہ الملائکۃ" "اللہ رحم کرے عثمان پر ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔"

یہ جملہ واضح ہے، وضاحت کی ضرورت نہیں۔

"رحم اللہ علیا اللھم ادرالحق معہ حیث دار" "اللہ رحم کرے علی پر، اے اللہ! حق کو ان کے ساتھ چلا جہاں وہ چلیں۔"

(ادر) امر ہے (ادارۃ) سے، اس کا معنی ہے (اجعل الحق دائرا وسائرا معہ) اے اللہ! حق کو دائر کرا اور ان کے ساتھ چلا۔ (ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۶۹)

"حق چار یار" اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ:

"افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علی بن أبی طالب". (فقہ اکبر مع شرح لعلامۃ القاری ص ۶۱، ۶۲) "سب لوگوں سے افضل نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب ہیں، پھر حضرت عثمان بن عفان ہیں، پھر حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔" (رضی اللہ عنہم)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"وأولی ما یستدل بہ علی افضلیۃ الصدیق فی مقام التحقیق نصبہ علیہ الصلوۃ والسلام لأمامۃ الأنام مدۃ مرضۃ" "سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر تحقیقی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی مرض کے دنوں اور راتوں میں

فی اللیالی والایام ولذا قال أکابر الصحابة رضیه لدیننا أفلا نرضاه لدنیانا"۔
(شرح فقہ اکبر ص ۶۳)

لوگوں کا امام مقرر کیا' اسی وجہ سے اکابر صحابہ کرام نے فرمایا' جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا' ہم اسے دنیا کیلئے کیوں نہ پسند کریں۔

رافضیوں اور معتزلہ کا عقیدہ:

"ثم اعلم ان جمیع الروافض واکثر المعتزلة یفضلون علیا علی أبی بکر"
(شرح فقہ اکبر ص ۶۳)

"پھر یقین کر لو کہ بیشک تمام رافضیوں اور اکثر معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔"

"حق چار یار" اور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ:

"اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ثم سائر العشرة ثم باقی اهل البدر ثم باقی اهل أحد ثم باقی اهل البیعة ثم باقی الصحابة هکذا حکی الاجماع ابو منصور البغدادی"۔
(تاریخ الخلفاء ص ۳۷)

"اہل سنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابو بکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں' پھر حضرت عثمان ہیں' پھر حضرت علی ہیں' پھر باقی العشرۃ المبشرین ہیں' پھر باقی اہل بدر ہیں' پھر باقی اہل احد ہیں' پھر باقی بیعت رضوان والے ہیں' پھر باقی تمام صحابہ کرام ہیں۔ اسی طرح ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر اجماع امت کو بیان کیا ہے۔"

"حق چار یار" وصدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ:

استاذِ استاذی المکرّم (حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ) یعنی صدر الافاضل

حضرت علامہ مولینا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ مراد آبادی صاحب خزائن العرفان فرماتے ہیں:

"اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں' انکے بعد حضرت عمر' ان کے بعد حضرت عثمان' اور ان کے بعد حضرت علی (رضی اللہ عنہم)۔ (خاکِ کربلا ص ۱۸)

خلفاء اربعہ کی اصطلاح سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی استعمال کی:

"خلفاء اربعہ (چار یاروں) اور سیدنا حسن علیہم الرضوان کا زمانہ تیس سال ہے' جس پر خلافت ورحمت کا خاتمہ ہو گیا۔" (تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص ۸)

آپ نے خلفاء اربعہ (چار یاروں) کا ذکر کر کے امام حسن رضی اللہ عنہ کا علیحدہ ذکر کیا ہے۔ خلفاء خمسہ (پانچ یار) نہیں بیان کیا۔ لہذا تفضیلی رافضیوں کی دلیل کا قلع قمع ہو گیا کہ اگر خلیفہ مراد ہو تو "حق پانچ یار" کہنا چاہیۓ' یہ حربہ جاہل سنیوں کو رافضی بنانے کا ہے۔

حضرت نے اپنی اسی کتاب میں کم از کم تیس مرتبہ "خلفاء اربعہ" کے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

خلفاء اربعہ (چار یار) اور اعلیٰ حضرت مولینا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

مسئلہ دوم:

خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل تھے یا کم؟

الجواب:

اہل سنت وجماعت نصرہم اللہ تعالیٰ کا جامع ہے کہ مرسلین ملائکہ ورسل وانبیائے بشر صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کے بعد حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الٰہی سے افضل ہیں۔ تمام امم عالم اولین وآخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقربت کو نہیں پہنچتا۔

وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط — فضل اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے

وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ O   جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"
(القرآن الکریم ۵۷:۲۹)

پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر' پھر فاروق اعظم' پھر عثمان غنی' پھر مولی علی رضی اللہ عنہ علی سیدہم ومولاہم وآلہ وعلیہم وبارک وسلم۔ مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم واحادیث کثیرہ حضور پرنور نبی کریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم وارشادات جلیلہ واضحہ امیر المومنین مولی علی مرتضی ودیگر ائمہ اہل بیت طہارت وارتضاء واجماع صحابہ کرام وتابعین عظام وتصریحات اولیائے امت وعلمائے امت رضی اللہ عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ حجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۴۷۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور)

اعتراض: نعرۂ تحقیق دیوبندیوں کی ایجاد ہے:

سنی حضرات نعرۂ تحقیق کیوں لگائیں؟ یہ تو مولوی مظہر چکوالی کی ایجاد ہے جو دیوبندی تھا۔

جواب:

اگر یہ دیوبندیوں کی ایجاد ہے تو ہمیں اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ ادھر کہتے ہو کہ "نعرہ رسالت" بدعت ہے تو ادھر کبھی "نعرۂ تحقیق" لگا رہے ہو کبھی "تاج وتخت ختم نبوت" کا نعرہ لگا رہے ہو اگر یہ جائز ہیں تو "نعرۂ رسالت" بھی جائز ہے۔

راقم کے نزدیک مروج کوئی نعرہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کہ ایک شخص کہے: "نعرہ تکبیر" دوسرے جواب دیں "اللہ اکبر"۔ یہ طریقہ صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین کے دور میں کب تھا؟ جب کوئی اتنا کہے کہ صحابہ کرام جنگوں میں "اللہ اکبر" پڑھتے تھے' وہ "نعرہ تکبیر" ہی تھا۔ یہ جواب اس لئے کافی نہیں کہ وہاں ایک شخص "نعرہ تکبیر" نہیں کہتا تھا بلکہ صحابہ کرام از خود ہی "اللہ اکبر" پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد ہم چونتیس مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھتے ہیں' کیا اسے نعرہ تکبیر کہا جائے گا یا صرف تکبیر (اللہ اکبر پڑھنا) کہا جائے گا۔ صرف جہاد

میں "اللہ اکبر" پڑھنے سے اگر "نعرۂ تکبیر" جائز ہے (یقینا ہم جائز مانتے ہیں) تو "نعرۂ رسالت" بھی جائز ہے کیونکہ ہجرت کر کے جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں پہنچے تو بنی نجار کی لڑکیاں دف بجا کر جو اشعار پڑھ رہی تھیں، ان میں ایک شعر یہ بھی تھا:

"ایھا المبعوث فینا   بالامر المطاع"   "اب ہم میں مبعوث' ایسے امر سے جس کی اطاعت لازم ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے جب قبائل انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم مجھے پسند کرتے ہو؟ سب نے بیک زبان کہا یقینا "یارسول اللہ ﷺ" حضور نے فرمایا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔   (مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۱۰۶)

"نعرہ حیدری" اور "نعرہ غوثیہ" بھی جائزہ ہوں گے جب "یاعلی" اور "یاغوث اعظم" کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ نیک لوگ اللہ تعالی کی دی ہوئی طاقت سے امداد کرتے ہیں۔ اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ یہ خود مستقل طور پر اللہ تعالی کے مقابل امداد کرتے ہیں تو یہ شرک ہوگا۔

"نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق چار یار" درست ہے۔ دلائل سے راقم نے "نعرۂ تحقیق" کا جواب "حق چار یار" بیان کرنے میں حق ادا کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو پکارنے کا ذکر "وسیلہ طلب کرنے" کی بحث میں آئے گا۔

"حق چار یار" اور امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ:

(باب) "فی بیان ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنھم اجمعین"۔

"نبی کریم ﷺ کی امت کے اولیاء میں انبیاء ومرسلین کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' ان کے بعد حضرت عمر ہیں' ان کے بعد حضرت عثمان ہیں' اور ان کے بعد حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں یعنی انبیاء ومرسلین کے سوا اگلے اور پچھلے تمام لوگوں سے افضل حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد تینوں خلفاء راشدین بالترتیب افضلیت رکھتے ہیں۔

یہ افضلیت مطلق ہے، صرف خلافت میں اولیت کی بات نہیں۔ ارے تفضیلی رافضی! اجماع امت کی مخالفت کرکے دین سے بغاوت نہ کر۔

"حق چاریار" اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ:

"اتفق اهل السنة ان افضلهم الخلفاء الاربعة" (نووی شرح مسلم فضائل صحابہ)

"اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلفاء اربعہ (چاریار) علی الترتیب افضل ہیں۔"

وہ ترتیب بھی ان الفاظ سے ذکر فرمادی:

"اتفق اهل السنة ان افضلهم ابو بکر ثم عمر"

"اہل سنت کا اتفاق ہے کہ سب صحابہ کرام سے افضل ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر ہیں۔"

"حق چاریار" اور علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۴ھ:

آپ نے خلفاء راشدین کی فضیلت بالترتیب میں عنوان قائم کیا:

"الباب الثالث فی بیان افضلیة ابی بکر علی سائر هذه الأمة ثم عمر ثم عثمان ثم علی"۔ (رضی الله عنهم) (الصواعق المحرقة ص ۵۷)

"تیسرا باب اس بیان میں کہ اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر ہیں، پھر حضرت عثمان ہیں، پھر حضرت علی ہیں۔" (رضی اللہ عنہم)

افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ثبوت قرآن پاک سے:

﴿۱﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O (سورہ فاتحہ۱:۵)

"ہمیں سیدھی راہ چلا، راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہے۔"

ان آیات میں سیدھی راہ پر چلانے کی دعاء کی گئی ہے، پھر یہ بتایا گیا کہ یوں دعاء کرو۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کی راہ چلا جن پر تیرا انعام ہے۔

پھر رب تعالی نے خود ہی واضح کردیا کہ جن لوگوں پر اللہ تعالی کا انعام ہے وہ کون لوگ ہیں؟

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا O (سورہ النساء۵:۶۹)

"اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔" (کنزالایمان)

مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالی کا انعام اور اس کا فضل انبیاء کرام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین پر ہے۔

فائدہ جلیلہ:

(اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم)" یدل علی امامة أبی بکر رضی الله عنه"۔

"رب تعالی کا ارشاد گرامی: (اهدنا الصراط ......) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کررہا ہے۔"

اس لئے کہ جب یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ جن لوگوں پر اللہ تعالی کا انعام ہے وہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، تو اسی سے یہ بھی واضح ہورہا ہے کہ:

"ولا شك ان رأس الصديقين ورئيسهم ابو بكر الصديق رضي الله عنه، فكان معنى

اس میں کوئی شک نہیں کہ صدیقین کے سردار اور رئیس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آیۃ کریمہ

الآیة ان الله أمرنا ان نطلب الهدایة التی کان علیها أبو بکر الصدیق وسائر الصدیقین ولو کان أبو بکر ظالما جانز الاقتداء به فثبت بما ذکرناه ودلالة هذه الآیة علی امامة أبی بکر"۔

(تفسیر کبیر، علامہ رازی رحمہ اللہ، سورۃ الفاتحہ)

کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس راہ کی ہدایت طلب کریں جس پر ابوبکر صدیق اور دوسرے تمام صدیقین ہیں، اگر (معاذ اللہ) ابوبکر ظالم ہوتے تو ان کی اقتداء جائز نہ ہوتی۔ اسی بحث سے یہ واضح ہوگیا جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیۃ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر دلالت کررہی ہے۔"

﴿۲﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی O الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی O وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی O اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی O وَلَسَوْفَ یَرْضٰی O

(سورۃ الیل ۳۰: ۱۷ تا ۲۱)

"اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو، اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضاء چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔" (کنزالایمان)

"قال ابن الجوزی اجمعوا انها نزلت فی أبی بکر ففیها التصریح بأنه اتقی من سائر الأمة والأتقی هوالا کرم عند الله لقوله تعالی (ان أکرمکم عند الله اتقاکم) والا کرم عند الله الافضل ففتح انه افضل من بقیة الأمة"

"ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیۃ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اس پر اجماع امت ہے آیۃ کریمہ میں واضح طور پر آپ کی صفت "اتقی" (بڑا پرہیزگار) ذکر فرمائی، اور یہ بھی واضح ہے کہ جو بڑا پرہیزگار ہے وہی اللہ کے ہاں بہت مکرم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) بیشک اللہ کے

ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار۔"

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض جہلاء نے اس آیہ کریمہ کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تو نبی کریم ﷺ پر مالی احسان ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش ہی رسول اللہ ﷺ نے کی تو آپ کا احسان حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے نہ کہ ان کا احسان حضور ﷺ پر۔ (ماخوذ از الصواعق المحرقہ ص ۶۶)

﴿۳﴾ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی O وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی O وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰٓی O اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی O فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی O وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی O فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی O

(سورۃ الیل ۳۰: ۱ تا ۷)

"اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے، اور دن کی جب چمکے، اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے، بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے، اور وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی، اور سب سے اچھی چیز سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے۔" (کنزالایمان)

شان نزول:

صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور امیہ بن خلف کے حق میں نازل ہوئیں، جن میں سے ایک حضرت صدیق ہیں اور دوسرا امیہ۔ اشقی امیہ بن خلف، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو اس (امیہ بن خلف) کی ملکیت میں تھے دین سے منحرف کرنے کیلئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا اور انتہائی ظلم اور سختیاں کرتا تھا، ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ امیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے (گرم) پتھر ان کے سینہ پر رکھے ہیں اور اس حال

میں کلمۂ ایمان ان کی زبان پر جاری ہے۔ آپ نے امیہ سے فرمایا: اے بد نصیب! ایک خدا پرست پر سختیاں' اس نے کہا: آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہو تو خرید لیجئے' آپ نے گراں قیمت پر ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اس میں بیان فرمادیا گیا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رضاء الٰہی کے طالب ہیں اور امیہ حق کی دشمنی میں اندھا۔"

(خزائن العرفان)

ابن حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی شان نزول ذکر کیا۔ (الصواعق المحرقہ ص ٦٦)

{۴} وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ O

(سورۃ زمر ۲۴:۳۳)

"اور وہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی ہے وہ ڈر والے ہیں۔"

(کنز الایمان)

تفسیر بقول علی المرتضی رضی اللہ عنہ:

"اخرج البزار وابن عساکر ان علیا رضی الله عنه قال فی تفسیر ها الذی جاء بالحق هو محمد ﷺ والذی صدق به ابو بکر"۔

(الصواعق المحرقہ ص ٦٦)

مسند بزار اور ابن عساکر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں" والذی جاء بالصدق" کی تفسیر" والذی جاء بالحق" سے کی ہے کہ وہ جنہوں نے حق لایا وہ ہیں' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور جنہوں نے آپ کی تصدیق (سب سے پہلے کی) وہ ہیں 'حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔"

یعنی مسئلہ نکھر کر واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیۃ مذکورہ کا شان نزول نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا" اور ان کو ہی اعلی درجہ کا متقی قرار دیا گیا' اور اعلی درجہ کا تقوی ہی رب تعالی کا مقرب بنانے کا ذریعہ ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص ٦٦ بوضاحت راقم)

{۵} فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ التحریم ۲۸:۴)

"تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔"

"اخرج الطبرانی عن ابن عمر وابن عباس (رضی الله عنهم) انها نزلت فی أبی بکر وعمر"

(الصواعق المحرقہ ص ٦٦)

"طبرانی نے بیان کیا ہے کہ آیۃ کریمہ کا یہ حصہ (یعنی وصالح المومنین) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوا۔"

واضح ہوا کہ رب تعالی نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے نیک ایمان والے ہونے کی خود شہادت دے دی۔

{۶} وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O

(سورۃ النور ۱۸:۲۲)

"اور نہ قسم اٹھائیں وہ جو تم میں سے فضیلت والے ہیں (اور منزلت والے ہیں دین میں) اور گنجائش والے ہیں کہ وہ نہ دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں' کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تعالی تمہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

(کنز الایمان)

وضاحت:

بخاری کی حدیث پر سب مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیۃ کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب آپ نے قسم اٹھائی کہ وہ مسطح پر آئندہ مال نہیں خرچ کریں گے۔ تو رب تعالی نے قسم توڑ کر کفارہ ادا کر کے اس کے خرچ جاری کرنے کا حکم دیا۔ وہ غریب تھے اور بدری صحابی تھے اور آپ کی خالہ کے بیٹے تھے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں شریک ہو گئے تھے اسی وجہ سے آپ نے اس کو مال نہ دینے کی قسم اٹھائی تھی اور اس آیۃ میں رب تعالی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فضیلت والا کہا ہے صاحب ایمان تو رب تعالی کے ارشاد کو ہی مانتے ہوئے کہے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فضیلت والے ہیں، برگزیدہ ہیں، اور قدر و منزلت والے ہیں، تیرے کہنے پر کہ ''ان کو صرف خلافت میں اولیت حاصل ہے، فضیلت میں اولیت حاصل نہیں'' کون اعتبار کرے؟ رب تعالی کا ارشاد ہی قابل تسلیم ہے، کسی جاہل کی بات کو تو ہم نہیں مان سکتے۔

(۷) هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ○
(سورۃ احزاب ۲۲:۴۳)

''وہی جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔''

شان نزول:

"وأخرج عبد بن حميد عن مجاهد لمانزل " ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنو اصلوا عليه وسلموا تسليما" قال ابو بكر يا رسول الله ما انزل الله عليك خيرا الاشر كنا فيه فنزل هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظلمات الى النور "

(الصواعق المحرقہ ص ۶۷)

''عبد بن حمید مجاہد سے روایت کرتے ہیں: جب آیۃ کریمہ " ان الله وملا ئكته ...... نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب بھی اللہ تعالی نے آپ کو کسی خصوصی مہربانی سے نوازا تو اس نے اپنی مہربانی سے، ہمیں بھی اس میں ضرور شریک کیا (یعنی آپ نے خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ تعالی ہمیں بھی اس مہربانی سے نوازے) تو اللہ تعالی نے اس آیۃ کریمہ ''هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى

النُّور'' کو نازل فرمایا۔

(۸) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران ۳:۱۵۹)

''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔''

شان نزول:

"أخرج الحاكم عن ابن عباس انها نزلت في أبي بكر وعمر "

''اس کا ایک شان نزول حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: بیشک یہ آیۃ کریمہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔''

ایک حدیث پاک سے اس کو تائید حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان الله أمرني ان استشهر أبا بكر وعمر "

''بیشک اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرلیا کروں۔''

احادیث مبارکہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

کئی احادیث کو گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ چند اور احادیث کو دیکھتے چلے جائیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کفر ہے:

① "وعن ابن عمر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لأبی بکر انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض"۔
(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب أبی بکر رضی اللہ عنہ)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم غار میں میرے صاحب تھے، اور حوض کوثر پر بھی تم میرے صاحب ہو گے۔"

وضاحت حدیث:

(**فی الغار**) "ای فی غار ثور بمکة حالة الهجرة من دیار الکفار"

"آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم ہجرت کے وقت مکہ کے علاقہ میں غار ثور میں میرے صاحب تھے۔"

رب تعالی نے ارشاد فرمایا:

"اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"
(سورۃ التوبہ ۱۰: ۴۰)

"جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا دو میں سے ایک جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ کہہ رہے تھے اپنے صاحب کو تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" (کنزالایمان)

"فالمعنى انت صاحبي المخصوص حينئذ أو انت صاحبي بشهادة الله اذ اجمع المفسرون على ان المراد بصاحبه في الآية هو ابو بكر وقد قالوا من أنكر صحبة أبي

"مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت میرے خاص صاحب تھے، یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت میرے صاحب تھے تمہاری صحابیت کی گواہی خود اللہ تعالی نے دی۔ مفسرین کرام کا

بکر کفر لأنه أنکر النص الجلی بخلاف انکار صحبة غیره من عمر أو عثمان أو علی رضوان الله علیهم اجمعین"

اجماع ہے کہ آیۃ کریمہ میں 'لصاحبہ' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اسی وجہ سے اہل علم نے کہا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ آپ کی صحابیت نص جلی سے ثابت ہے۔ آپ کی صحابیت کے سوا کسی اور کی صحابیت نص جلی سے ثابت نہیں، یعنی حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی صحابیت قرآن پاک کی آیۃ سے (یعنی نص جلی) سے ثابت نہیں۔

(**وصاحبی**) ای المخصوص (علی الحوض) وفیه ایماء الی أنه صاحبه فی الدارین کما ان صاحبه الأن فی البرزخ"
(ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۶)

"آپ کا یہ ارشاد تم حوض کوثر پر بھی میرے صاحب ہو گے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم میرے خاص صاحب ہو گے، اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب دونوں جہانوں میں ہیں، جس طرح اب برزخ میں (یعنی قبر کی زندگی میں) بھی آپ کے صاحب ہیں۔"

"وفی مسند الفردوس الدیلمی عن عائشة قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر منی وانا منه وابو بکر اخی فی الدنیا والآخرة"۔
(مرقاۃ، ج ۱۱، ص ۲۸۷)

"فردوس دیلمی میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابوبکر مجھ سے (متعلق) ہیں، اور میں ان سے ہوں یعنی میں ان سے متعلق ہوں۔ اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں:

② "وعن عائشة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقوم فیهم أبو بکر ان یؤمهم

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کے لائق نہیں

غیرہ "۔(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب، مشکوة باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

کہ ان میں ابو بکر موجود ہوں تو ان کے بغیر کوئی اور نماز پڑھائے۔"

"وفیه دلیل علی أنه أفضل جمیع الصحابة فاذا ثبت هذا فقد ثبت استحقاق الخلافة ولا ینبغی ان یجعل المفضول خلیفة مع وجود الفاضل"۔

(مرقاة ج۱۱ص۲۸۷)

"اس حدیث پاک سے یہ دلیل حاصل ہوئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں جب آپ کا تمام صحابہ کرام سے افضل ہونا ثابت ہو گیا تو اسی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مستحق خلافت بھی آپ ہی تھے کیونکہ فاضل (فضیلت رکھنے والے) کے موجود ہوتے ہوئے مفضول (اس سے کم فضیلت والے) کو خلیفہ نہیں بنایا جاسکتا۔"

۳ "عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ مالأحد عندنا ید الا وقد کافیناه ما خلا أبا بکر فان له عندنا یدا یکافئه الله بها یوم القیامة وما نفعنی مال أحد قط ما نفعنی مال أبی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت أبا بکر خلیلا الا وان صاحبکم خلیل الله"۔

(رواہ الترمذی، مشکوة باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی ایک کا مجھ پر انعام اور عطیہ نہیں مگر یہ کہ میں نے اس کا بدلہ دے دیا ہے، سوائے ابو بکر کے۔ بیشک ان کے ہم پر اتنے انعام ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطاء کرے گا۔ مجھے کسی ایک کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکر کے مال نے مجھے نفع دیا ہے۔ اگر میں کسی کو خلیل (محتاج الیہ) بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، بیشک تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔"

"وقیل اراد بالید النعمة وقد بذلها کلها أیاه ﷺ وهی المال والنفس والأهل

"حدیث شریف میں جو لفظ "ید" استعمال ہے اس سے مراد نعمت ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

والولد"۔

(مرقاة ج۱۱ص۲۸٦)

نے اپنا تمام مال بلکہ اپنی جان اور اہل وعیال بھی رسول اللہ ﷺ پر نچھاور کر دیئے۔"

"وعن عائشه قالت انفق ابو بکر علی النبی ﷺ اربعین ألفا۔

(اخرجه ابوحاتم، مرقاة ج۱۱ص۲۷٦)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ پر چالیس ہزار (درہم) خرچ کئے۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لقب "عتیق" سے آپ کی افضلیت واضح ہے:

۴ "عن عائشة ان أبا بکر دخل علی رسول الله ﷺ فقال انت عتیق الله من النار فیومئذ سمی عتیقا"۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گھر داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگ سے آزاد کر دیا تو اس دن سے آپ کا نام عتیق رکھ لیا گیا یعنی آپ کا لقب "عتیق" بن گیا۔"

"قال الراغب العتیق المتقدم فی الزمان أوالمکان أوالرتبة"

"علامہ راغب اصفہانی نے فرمایا: "عتیق" اسے کہا جاتا ہے جو زمان یا مکان یا رتبہ میں مقدم ہو"

واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگ سے آزاد ہونے کی وجہ سے بھی "عتیق" ہیں، اور اسلام لانے میں سبقت کی وجہ سے بھی "عتیق" ہیں اور سب صحابہ کرام سے رتبہ میں اولیت کے لحاظ پر بھی قدیم ہیں۔

فائدہ:

کعبہ شریف کا لقب بھی "عتیق" ہے، اس کے کرم کی وجہ سے وہ "عتیق" ہے (یعنی جو اس کی زیارت کرتے ہیں ان کی دعائیں کعبہ کے کرم کی وجہ سے قبول ہوتی ہیں) سب

سے پہلے لوگوں کیلئے بننے والا گھر کعبہ ہی ہے اس لئے بھی وہ ''عتیق'' ہے۔ رتبہ کی اولیت کی وجہ سے بھی ''عتیق'' ہے' طوفان سے آزاد ہونے کی وجہ سے بھی ''عتیق'' ہے اور ظالموں کے ظلم سے آزاد ہونے کی وجہ سے بھی ''عتیق'' ہے۔

"ثم قوله فیومئذ سمی عتیقا ای لقب به من ذلك الیوم"۔

''یعنی نبی کریم ﷺ نے جب سے آپ کیلئے ''عتیق'' استعمال کیا اس وقت سے آپ کا لقب عتیق بن گیا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب:

آپ کی کنیت ''ابوبکر''، آپ کا لقب ''صدیق'' اور ''عتیق''، آپ کا نام ''عبد اللہ'' ہے' آپ کے باپ کا نام ''عثمان'' اور ان کی کنیت ''ابو قحافہ'' ہے' آپ کا نسب ساتویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

''ابوبکر عبداللہ بن عثمان ابو قحافہ (بضم القاف) ابن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرۃ''۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۸)

خصوصی شرافت' جو کسی کو بھی حاصل نہیں:

"وله ولابویه وولده وولد ولده صحبة ولم یجتمع هذا لاحد من الصحابة"

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود بھی صحابی اور آپ کے ماں باپ بھی صحابی' آپ کی اولاد اور آپ کی اولاد کی اولاد کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔ یہ فضیلت وشرافت صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہیں۔''

آپ کی پیدائش:

مکہ مکرمہ عام الفیل کے دو سال چار ماہ ''سوائے چند دن کم'' بعد ہوئی۔

آپ کی عمر:

تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی وفات ۱۳ھ جمادی الاخری شب منگل کی مغرب وعشاء

کے درمیان مدینہ طیبہ میں ہوئی آپ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۸)

آپ کی خلافت:

دو سال چار ماہ ہے۔ آپ سے احادیث روایت کرنے والے کثیر صحابہ کرام اور تابعین ہیں۔

"ولم یرو عنه من الحدیث الا القلیل لقلة مدته بعد النبی ﷺ"

''آپ سے احادیث کم تعداد میں مروی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی مدت بہت کم ہے۔''

پھر آپ کا مانعین زکوۃ سے مقابلہ اور جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر سے سخت مقابلہ ہونے کی وجہ سے بھی آپ کو روایات حدیث کا وقت کم ملا۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۸ بزیادۃ)

نبی کریم ﷺ کی امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں:

﴿۵﴾ "عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ أتانی جبریل فأخذ بیدی فأرانی باب الجنة الذی یدخل منه امتی فقال ابو بکر یا رسول الله وددت انی کنت معك حتی انظر الیه فقال رسول الله ﷺ أما انك یا أبا بکر أول من یدخل الجنة من امتی"۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہو گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے تو یہ پسند تھا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تو میں بھی جنت کا دروازہ دیکھ لیتا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیکن اے ابوبکر! میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل

(رواہ ابو داؤد، مشکوۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

ہونے والے تم ہی ہو گے۔" (تم جنت کا دروازہ خود ہی دیکھ لو گے)

"فیہ دلیل علی أنہ افضل الأمۃ والا لما سبقھم فی دخول الجنۃ"

"اس میں دلیل ہے اس پر کہ بیشک امت میں سے افضل آپ ہی ہیں ورنہ آپ کو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کا شرف حاصل نہ ہوتا۔"

"وفیہ ایماء الی أنہ اسبق الأمۃ ایمانا لقولہ تعالی والسابقون السابقون"

"اور اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ پایا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اسی لئے جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی ہوں گے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ○ (سورۃ واقعہ ۲۷: ۱۰ تا ۱۲)
(ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۸۸)

"جو (نیکیوں اور ایمان میں) سبقت والے ہیں وہی (دخول جنت میں) سبقت والے ہیں وہ مقرب ہوں گے جنات نعیم میں۔"

۶ "عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ ﷺ فی مرضہ ادعی لی أبا بکر أباك وأخاك حتی اکتب کتابا فانی أخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل أنا ولا یأبی اللہ والمؤمنون الا أبابکر"۔

(رواہ مسلم وفی کتاب الحمیدی انا أولی بدل انا ولا، مشکوۃ باب مناقب أبی بکر رضی اللہ عنہ)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض میں ارشاد فرمایا: تم میرے پاس اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں بیشک میں خوف رکھتا ہوں کہ تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا میں (حقدار ہوں) حالانکہ (وہ حقدار) نہیں ہو گا اللہ تعالی اور مؤمنین انکار کرتے ہیں سوائے ابوبکر کے۔"

کتاب الحمیدی میں "انا ولا" کی جگہ "انا اولی" کے الفاظ ہیں۔

وضاحت حدیث:

جس مرض میں آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد وہ مرض ہے جس میں آپ کا وصال ہوا "اپنے بھائی کو بلاؤ" اس سے مراد عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہیں۔ شرح مسلم میں ہے کہ ان کو بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لکھیں "حتی اکتب کتابا" سے مراد یہ ہے کہ میں لکھنے کا حکم دوں تا کہ ایک خط تیار کر لیا جائے۔

(فانی أخاف ان یتمنی متمن) ای للخلافۃ علی تقدیر عدم الکتابۃ"

"مجھے خوف ہے کہ تمنا کرنے والا تمنا کرے گا یعنی اگر خط نہ لکھا گیا تو ہو سکتا ہے کوئی شخص خلافت کی تمنا کرنے والا تمنا کرے۔"

(ویقول قائل) وہ تمنا کرنے والا یہ کہے:

(انا ولا) "ای أنا مستحق للخلافۃ ولا یکون لھا مع وجود أبی بکر"

"میں خلافت کا مستحق ہوں حالانکہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے وہ خلافت کا مستحق نہیں ہو گا۔"

(ویأبی اللہ والمؤمنون)" ای خلافا للمنافقین والرافضۃ فی أمر الخلافۃ (الا أبا بکر) قال شارح ای یأبیان خلافۃ کل أحد الا خلافۃ أبی بکر، ومعنی یأبی اللہ یمتنع لعدم رضاہ أو لعدم قدرہ وقضاہ"

کیونکہ اللہ تعالی اور مؤمنین انکار کرتے ہیں کہ کوئی ایک سوائے ابوبکر کے خلیفہ نہیں بن سکے گا۔ مسلم شریف کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیان کیا ہے: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس پر راضی نہیں کہ سوائے ابو بکر کے کسی اور کو خلیفہ بنایا جائے کیونکہ یہ اس کی تقدیر اور قضاء کے خلاف ہو گا جب اس کی تقدیر اور قضاء کے خلاف ہو نہیں سکتا۔"

ہاں! البتہ اختلاف کے معاملہ میں منافقین اور رافضیوں کا اختلاف ہے۔ (دونوں بھائی بھائی ہیں)

کیا خوبصورت نتیجہ نکلا:

نبی کریم ﷺ نے خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلئے لکھنے کا ارادہ فرمایا لیکن لکھا نہیں' البتہ جو خبر دی وہی ہو کر رہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی تقدیر میں میرے بعد متصل خلافت نہیں۔ جب رب تعالیٰ نے ہی نہ چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے ''خلیفہ بلا فصل'' کی رٹ لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب میرے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمنین بھی سوائے ابی بکر کے کسی اور کو خلیفہ بنانے سے انکار کرتے ہیں' تو یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام نے آپ کی خلافت پر اتفاق کیا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی راقم کو پسند ہے:

"قال النووی وهذا دلیل لأهل السنة علی ان خلافة ابی بکر رضی الله عنه لیست بنص من النبی ﷺ صریحا بل اجمعت الصحابة علی عقد الخلافة وتقدیمه لفضله ولو کان هناك نص علیه أعلی غیره لم تقع المنازعة بین الانصار وغیرهم اوّلا ولذکر حافظ النص ما معه ورجعوا الیه واتفقوا علیه وأما ما یدعیه الشیعة من النص علی علی کرم الله وجهه والو صیة الیه فباطل لا أصل له باتفاق المسلمین وأول من یکذبهم علی حین سئل هل عندک شئ لیس فی القرآن قال ما عندی الا ما فی هذه الصحیفة الحدیث ولو کان عنده نص لذکره"۔ (مرقاۃ ج۱۱ص۲۸۴)

''علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اہل سنت کی اس مسئلہ پر کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کیلئے نبی کریم ﷺ کی طرف سے صریح نص (ظاہر ارشاد) نہیں' بلکہ صحابہ کرام کا آپ کا خلافت کے منعقد کرنے میں اجماع ہوا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فضیلت کی وجہ سے آپ کو خلافت میں سب سے مقدم رکھا' یعنی آپ کی فضیلت خلافت کی اولیت کا سبب بنی' جہلاء نے آپ کی خلافت کی اولیت کو تسلیم کیا لیکن اولیت خلافت کے سبب فضیلت کو نہ مانا' لیکن صحابہ کرام نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی وجہ سے ان کو سب سے پہلا خلیفہ بنایا تو کسی کے انکار سے کیا نقصان ذلت اسے ہی حاصل ہونی ہے۔

ہاں! بات علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح حدیث کی چل رہی تھی' آپ فرماتے ہیں: اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا کسی اور کی خلافت پر نص ہوتی تو انصار صحابہ کرام اور دوسرے حضرات صحابہ کرام کے درمیان شروع شروع میں خلافت کے معاملہ میں کوئی اختلاف نہ ہوتا' اس لئے کہ جس کے حق میں نص ہوتی وہ نص والا مکتوب اس کے پاس ہوتا صحابہ کرام بھی اس کی طرف رجوع کرتے اور اتفاق کرتے۔

شیعہ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت کی وصیت کی۔ لہٰذا ان کی خلافت پر نص موجود ہے' ان کا یہ کہنا باطل ہے' اس پر ان کی کوئی دلیل نہیں' اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

شیعہ کے قول کی سب پہلے تکذیب تو خود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس کوئی ایسی چیز (جس میں آپ کی خلافت کا ذکر ہو) موجود ہے جو قرآن میں موجود نہ ہو' تو آپ نے فرمایا: ہمارے پاس کوئی ایسی موجود نہیں سوائے اس صحیفہ کے (اس صحیفہ میں کچھ زکوۃ وغیرہ کے مسائل تھے)۔

''مسئلہ خلافت'' میں تفصیلی بحث ''نجوم الفرقان'' کی جلد دوم زیر بحث (وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً) میں دیکھئے۔

(۷) "عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی ﷺ امرأة فکلمته فی شئ فأمرها ان ترجع الیه قالت یا رسول الله ارأیت ان جئت ولم أجدك كأنها ترید الموت قال فان لم تجدینی فائتی ابابکر"۔

''حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں: ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' کسی معاملہ میں اس نے آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: پھر لوٹ کر آنا (یعنی پھر آنا تو مسئلہ بتاؤں گا) اس نے کہا:

(بخاری ومسلم 'مشکوۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے خبر دیں کہ اگر میں آؤں تو آپ کو نہ پاؤں، گویا کہ وہ آپ کا وصال مراد لے رہی تھی، تو آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤں تو ابوبکر کے پاس آجانا۔ (یعنی ان سے مسئلہ پوچھ لینا)

"قال النووی لیس فیه نص علی خلافته بل هو اخبار بالغیب الذی اعلمه الله به"

(مرقاۃ ج۱۱ ص۲۸۴)

"علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ذکر فرمایا کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص تو نہیں البتہ نبی کریم ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ نے علم دے رکھا تھا اس کی خبر دی۔" (یقیناً آپ کی خبر کی مطابق ہی ہونا تھا' اسی لئے وہی ہو کر رہا)

⑧ "وعن سهل بن أبی خثعمة قال بایع اعرابی النبی ﷺ بقلائص الی أجل فقال علی للاعرابی ائت النبی ﷺ فسله ان اتی علیه أجله من یقضیه قال یقضیك ابو بكر فرجع الی علی فأخبره فقال علی ارجع فسله ان اتی علی ابی بكر اجله من یقضیه فأتی الأعرابی النبی ﷺ فسأله فقال یقضیك عمر فقال علی للأعرابی فسله ان اتی علی عمر اجله من یقضیه فقال یقضیك عثمان فقال علی للأعرابی ائت النبی ﷺ فاسئاله ان أتی علی عثمان

"سہل بن ابی خثعمہ فرماتے ہیں: ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ پر کچھ اونٹ بیچے رقم اس کی کچھ دیر بعد ادا کرنی تھی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو کہا: نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھو' اگر آپ پر وصال کا وقت آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر ادا کردیں گے' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کو خبر دی' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پھر کہا جاؤ پوچھو اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بھی وفات آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا؟ اعرابی

أجله من یقضیه فسأله فقال النبی ﷺ اذا اتی علی أبی بكر أجله وعلی عمر وعثمان فان استطعت ان تموت فمت"۔

(اخرجہ الاسماعیلی فی معجمہ' منقول از مرقاۃ ج۱۱ ص۲۸۴)

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اگر حضرت ابوبکر پر بھی وفات آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا عمر ادا کردیں گے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر کہا جاؤ پوچھو: عمر پر وفات آجائے تو کون ادا کرے گا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے پوچھنے پر فرمایا: عثمان ادا کردیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ پھر پوچھو اگر حضرت عثمان پر بھی وفات آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا' تو اس نے جب آپ سے پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر ابوبکر کا وصال ہو گیا اور عمر کا بھی اور عثمان کا بھی وصال ہو گیا تو تم بھی اگر مرنے کی طاقت رکھنا تو مر جانا۔

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

① نبی کریم ﷺ نے اپنے خلفاء کی ترتیب کی طرف واضح اشارہ فرمایا کہ اس ترتیب سے میرے خلفاء ہوں گے' خلیفہ اول میرا قرض ادا کردے گا۔ اگر انہیں وقت نہ مل سکا یا تم مطالبہ نہ کر سکے تو دوسرے خلیفہ ادا کردے گا' اگر ان کو بھی وقت نہ مل سکا تو تیسرے خلیفہ ادا کردیں گے۔

② آپ کو یہ بھی علم تھا کہ میرا وصال پہلے ہوگا اس کے بعد حضرت ابوبکر اس کے بعد حضرت عمر کا اور اس کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) کا۔

③ اصل میں فضیلت ہی جب خلافت کا سبب بنی تو یہ بھی واضح طور پر پتہ چل گیا کہ آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' اس لئے سب سے پہلے خلیفہ بنے' دوسرا درجہ فضیلت کا حضرت عمر کا ہے اس لئے دوسرے خلیفہ بنے' اور تیسرا درجہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) کا ہے' اس لئے آپ تیسرے خلیفہ بنے۔

(۳) جب اس اعرابی نے پوچھا کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ بھی فوت ہو جائیں تو پھر میرا قرض کون ادا کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا اس وقت اگر تمہیں مرنے کی طاقت مل سکے تو تم بھی مر جانا۔

اس ارشاد کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ اس کے بعد تم نے بھی زندہ نہیں رہنا۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد خلفشار ہوگا' اس سے پہلے اگر تمہاری موت آ جائے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ (راقم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا کاش! مجھے اپنی ساری نیکیوں کے بدلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک دن اور ایک رات کی نیکیاں مل جائیں:

(۹) "عن عمر ذکر عنده ابو بکر فبکی وقال وددت ان عملی کله مثل عمله یوما واحدا من أیامه ولیلة واحدة من لیالیه اما لیلة فلیلة سار مع رسول الله ﷺ الی الغار فلما انتهیا الیه قال والله لا تدخله حتی أدخل قبلك فان کان فیه شیء اصابنی دونك فدخل فکسحه ووجد فی جانبه ثقبا فشق أزاره وسدها به وبقی منها اثنان فألقمها رجلیه ثم قال لرسول الله ﷺ ادخل فدخل رسول الله ﷺ ووضع رأسه فی حجره ونام فلدغ ابو بکر فی رجله من الجحر ولم یتحرك مخافة ان ینتبه رسول الله ﷺ فسقطت دموعه علی وجه رسول الله ﷺ فقال مالك یا أبا بکر قال لدغت فداك أبی وأمی فتفل رسول الله ﷺ فذهب ما یجده ثم انتقض علیه وکان سبب موته وأما یومه فلما قبض رسول الله ﷺ ارتدت العرب وقالوا لانؤدی زکاة فقال لو منعونی عقالا لجاهدتهم علیه فقلت یا خلیفة رسول الله ﷺ تألف الناس وارفق بهم فقال لی أجبار فی الجاهلیة وخوار فی الاسلام أنه قد انقطع الوحی وتم الدین أینقص وأنا حی"۔

(رواه رزین' مشکوة باب مناقب أبی بکر رضی الله عنه)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ روئے اور کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ کاش میری ساری زندگی کے عمل ان کی ایک رات اور ایک دن کے اعمال کے برابر ہو جائیں' لیکن رات سے مراد وہ رات ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار (ثور) کی طرف چلے۔ جب وہ دونوں غار پر پہنچے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی آپ اس میں داخل نہ ہوں یہاں تک کہ پہلے میں داخل ہوتا ہوں' اگر اس میں کوئی چیز ہو تو مجھے وہ پہنچے' آپ کو نہ پہنچے' پھر آپ داخل ہوئے' غار کو صاف کیا

اور اس کی ایک جانب چند سوراخ پائے تو آپ نے اپنی چادر کو پھاڑا اور اس کے ذریعے سوراخ بند کئے' دو سوراخ باقی رہ گئے' آپ نے ان دونوں پر اپنے پاؤں کو رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی اب آپ داخل ہو جائیں تو آپ داخل ہو گئے اور اپنا سر مبارک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر سو گئے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ایک سوراخ سے ڈس لیا گیا، لیکن آپ نے اپنے پاؤں کو حرکت نہ دی اس خوف سے کہ رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں' تو آپ کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر گرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تمہیں کیا ہوا؟ آپ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں ڈسا گیا' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب لگایا تو وہ (زہر کا) اثر جاتا رہا' پھر وہ زہر کا اثر آپ کی وفات کے قریب لوٹ آیا جس کی وجہ سے آپ کی وفات واقع ہوئی لیکن آپ کے دن سے مراد وہ دن ہے جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو کچھ عرب لوگ مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) اور انہوں نے کہا ہم زکوۃ ادا نہیں کریں گے (یعنی انہوں نے فرضیتِ زکوۃ کا انکار کیا) تو آپ نے فرمایا اگر انہوں نے (اونٹ کی) ایک رسی بھی ادا نہ کی (جو بطور صدقہ وہ ادا کرتے تھے مراد قلیل مال ہے) تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! لوگوں سے الفت رکھیں اور ان سے نرمی کریں' تو آپ نے مجھے کہ کہا کیا تم زمانۂ جاہلیت میں بہادر

تھے اور اسلام میں آ کر بزدل ہو گئے ہو۔ بیشک وحی ختم ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے کیا دین میں کمی کی جائے گی۔ اور میں زندہ ہوں (ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعتراف حقیقت کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں حاصل کر سکتا:

"عن عمر قال أمرنا رسول الله ﷺ ان نتصدق ووافق ذلك عندي مالا فقلت اليوم اسبق أبابكر ان سبقته يوما قال فجئت بنصف مالي فقال رسول الله ﷺ ما أبقيت لأهلك فقلت مثله وأتى ابو بكر بكل ما عنده فقال يا أبا بكر ما ابقيت لأهلك فقال ابقيت لهم الله ورسوله قلت لا أسبقه الى شئ أبدا"۔

(رواه الترمذي، وابوداؤد، مشكوة باب مناقب أبي بكر رضي الله عنه)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا، اتفاقی طور پر اس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے (اپنے دل میں) کہا: اگر میں کسی دن ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت حاصل کر سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے، تو اپنا آدھا مال لے کر آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے اہل وعیال کیلئے کتنا مال تم نے باقی رکھا؟ میں نے کہا اسی کی مثل (یعنی آدھا مال لایا اور آدھا اہل وعیال کیلئے رکھ آیا) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے اہل وعیال کیلئے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا: ان کیلئے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: میں ان سے کبھی سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔"

(فقال ابقيت لهم الله ورسوله) اى رضاهما " اى انه ﷺ قال لهما ما بينكما كما بين كلمتيكما"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اپنے اہل وعیال کیلئے اللہ اور اس کے رسول (کی رضاء) کو چھوڑا ہے، تو ایک روایت میں ہے کہ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے درمیان (یعنی تمہارے فضائل میں) وہی فرق ہے، جو تمہارے کلاموں میں فرق ہے۔

"(قلت) اى فى باطنى واعتقدت (لا اسبقه الى شئ) اى من الفضائل (أبدا)"

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا، اور مجھے یہی عقیدہ حاصل ہوا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضائل میں کبھی سبقت حاصل نہیں کر سکتا ہے (تو دوسرا کون آپ پر سبقت حاصل کر سکتا ہے)"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا:

"ان ابا هريرة قال اجتمع المهاجرون والانصار عند رسول الله ﷺ فقال ابو بكر وعيشك يا رسول الله انى لم اسجد لصنم قط"

"بیشک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مہاجرین وانصار رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔"

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میرے باپ ابوقحافہ مجھے ایک بت خانہ میں لے گئے اور کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے، اسے سجدہ کرو۔ بت کے پاس مجھے چھوڑ کر خود آگے چلے گئے، تو میں بت کے قریب ہوا۔

"فقلت انى جائع فاطعمنى فلم يجبنى، فقلت انى عار فاكسنى فلم يجبنى، فأخذت صخرة فقلت انى ملق عليك هذه

میں نے کہا: میں بھوکا ہوں مجھے طعام کھلاؤ، اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے کہا: میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہناؤ، تو اس نے

الضحرة فان کنت الها فامنع نفسك فلم یجبنی فألقیت علیه الضحرة فخر لوجهه "

مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے ایک پتھر لیا تو میں نے کہا: بیشک یہ پتھر تم پر پھینکنے لگا ہوں' اگر تم خدا ہو تو اپنے آپ کو بچا لو' تو اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ تو میں نے اسے پتھر مار دیا وہ منہ کے بل گر گیا۔"

تو میرے باپ آئے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ تم نے کیا کیا ہے؟ میں نے کہا: یہی کیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ وہ مجھے میری ماں کے پاس لے گئے۔ ان کو تمام واقعہ سنایا' تو میری ماں نے کہا اسے چھوڑ دو' اس کی وجہ سے تو رب تعالی نے مجھے شرف قبولیت بخشا' اس کی پیدائش کے دن مجھے غیبی آواز آئی:

"یا أمة الله علی التحقیق' ابشری بالولد العتیق' اسمه فی السماء الصدیق' لمحمد صاحب ورفیق " قال ابو هریرہ فلما انقضی کلام أبی بکر نزل جبریل علیه السلام وقال صدق ابو بکر "۔

"اے اللہ کی بندی بالتحقیق، خوش ہو جا! اپنے بیٹے پر جس کا لقب عتیق ہوگا' اس کا آسمانوں میں نام صدیق ہے' وہ محمد ﷺ کا صاحب اور رفیق ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کلام کو ختم کیا تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تو انہوں نے کہا: کہ ابو بکر نے سچ کہا ہے۔"

(ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۹۱)

چند احادیث مرتضوی سنئے:

اگر چہ راقم نے کچھ احادیث کو پہلے ذکر کر دیا ہے' لیکن جس ترتیب سے اعلی حضرت مولینا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کو ذکر کیا ہے' اسی ترتیب سے راقم ذکر کر رہا ہے' اگر چہ کہیں عنوان قائم کر دیئے جائیں گے۔

حدیث اول:

صحیح بخاری شریف میں سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولی علی کرم اللہ تعالی وجوھہما سے مروی:

"قلت لأبی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابو بکر قال قلت ثم من قال عمر "۔

(بخاری مناقب اصحاب النبی ﷺ مناقب ابی بکرؓ مکتبہ غوثیہ کراچی)

"میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ تعالی وجہہ سے عرض کی: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابو بکر۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔"

حدیث دوم:

امام بخاری اپنی صحیح اور ابن ماجہ سنن میں بطریق عبداللہ بن سلمہ امیر المومنین کرم اللہ تعالی وجہہ سے راوی کہ فرماتے تھے:

"خیر الناس بعد رسول الله ﷺ ابو بکر وخیر الناس بعد أبی بکر عمر رضی الله عنهما"۔

"بہترین مرد بعد سید عالم ﷺ ابو بکر ہیں اور بہترین مرد بعد ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔"

ہذا حدیث ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱

حدیث سوم:

حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دینے والا جھوٹا کوڑوں کا مستحق ہے۔ (فرمان علی رضی اللہ عنہ)

"امام ابو القاسم اسمعیل بن محمد بن الفضل الطلحی کتاب السنة میں راوی اخبرنا ابو بکر بن مردویه حدثنا سلیمان بن احمد حدثنا الحسن بن المنصور الرمانی

"حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امیر المومنین (حضرت علی) کرم اللہ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں' یہ سن کر منبر پر جلوہ

حدثنا داؤد بن معاذ حدثنا ابو سلمة العتكی عبد الله بن عبد الرحمن عن سعید بن ابی عروبة عن منصور بن المعتمرعن ابراهیم عن علقمة قال بلغ علیا ان أقواما یفضلونه علی ابی بكر وعمر فصعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال یا ایها الناس انه بلغنی ان قوما یفضلونی علی أبی بكر وعمر ولو كنت تقدمت فیه لعاقبت فیه فمن سمعته بعد هذا الیوم یقول هذا فهو مفتر علیه حد المفتری ثم قال ان خیر هذه الأمة بعد نبیها ابو بكر ثم عمر ثم الله اعلم بالخیر بعد قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال والله لو سمی الثالث لسمی عثمان "۔

فرما ہوئے حمد ثنائے الٰہی بجالائے' پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتے ہیں۔ اس بارے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بیشک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری (جھوٹا بہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں' پھر فرمایا: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر' پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے' علقمہ فرماتے ہیں: مجلس میں سیدنا ام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔"

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم فی کتاب السنۃ مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۶۸/۱)

حدیث چہارم:

امام دار قطنی سنن میں اور ابو عمر بن عبد البر استیعاب میں حکم بن حجل سے راوی حضرت مولیٰ (علی) کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

"لا أجد أحدا فضلنی علی أبی بكر وعمر الاجلدته حد المفتری"

"میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابو بکر وعمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا" امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔"

(الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدار قطنی الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱)

امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں' پھر عمر (فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

حدیث پنجم:

سنن دار قطنی میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مقرب بارگاہ تھے جناب امیر انہیں وہب الخیر فرمایا کرتے تھے' مروی:

"أنه كان یری ان علیا افضل الأمة فسمع اقواما یخالفونه فحزن حزنا شدیدا فقال له علی بعد ان أخذ بیده وادخله بیته ما احزنك أبا جحیفة فذكر له الخبر فقال الااخبرك بخیر هذه الأمة خیرها ابو بكر ثم عمر قال ابو جحیفة فاعطیت الله عهدا ان اكتم هذا الحدیث بعد ان شافهنی به علی ما بقیت۔"

(الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدار قطنی الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۲)

"یعنی ان کے خیال میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تمام امت سے افضل تھے۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا سخت رنج ہوا، حضرت علی ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانہ ولایت میں لے گئے' غم کی وجہ پوچھی گزارش کی' فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ امت میں سب سے بہتر کون ہے ابو بکر پھر عمر۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ خود حضرت مولیٰ (علی) نے بالمشافہ مجھے ایسا فرمایا۔"

حدیث ششم: حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی دیکھئے:

امام احمد مسند ذی الیدین رضی اللہ عنہ میں ابن ابی حازم سے راوی۔

"قال جاء رجل الی علی بن الحسین رضی الله تعالی عنهما فقال ما كان منزلة ابی

"یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت انور میں حاضر ہو

"بکر وعمر من النبی ﷺ وقال منزلتھما الساعۃ وھما ضجیعاہ" (مسند احمد بن حنبل؛ حدیث ذی الیدین رضی اللہ عنہ؛ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۷)

کر عرض کی حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں ابو بکر وعمر کا مرتبہ کیا تھا؟ فرمایا: جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں۔"

یعنی مزارات میں ان دونوں حضرات کو جو قرب حاصل ہے، وہی ظاہری حیات میں بھی نبی کریم ﷺ سے باقی صحابہ کرام سے زیادہ قرب حاصل رہا۔ (راقم)

حدیث ہفتم: حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی دیکھئے:

دار قطنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اجمع بنوفاطمۃ رضی اللہ تعالی عنھم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن ما یکون من القول"۔ (الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عند محمد باقر الباب الثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۸)

"یعنی اولاد امجاد حضرت بتول زہرا ﷺ ابیہا الکریم وعلیہا وعلیہم وبارک وسلم کا اجماع واتفاق ہے کہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔" (ظاہر ہے کہ سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو)

حدیث ہشتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت یوں بیان کرتے ہیں:

امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی:

"قلت لمحمد بن الحنفیۃ ھل کان ابو بکر اول القوم اسلاما؟ قال لا، قلت فبم علا ابو بکر وسبق حتی لا یذکر احد غیر

یعنی میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی، کیا ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا: نہ، میں نے کہا پھر کیا بات ہے کہ ابو بکر

ابی بکر قال لانہ کان افضلھم اسلاما حین اسلم حتی لحق بربہ"۔ (الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن عساکر عن سالم بن ابی الجعد الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۸۰)

سب سے بالا رہے اور بیشی (اولیت) لے گئے، یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے، فرمایا: یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے ملے۔"

تنبیہ:

سب سے پہلے اسلام لانے میں محاکمہ یہ پیش گیا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والی حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں، اور بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

شاید اسی وجہ سے محمد بن حنفیہ نے اس سوال پر "کیا ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟" جواب دیا "لا" نہیں، یعنی سب سے پہلے اسلام لانے والے چار اشخاص تھے۔ لیکن آپ نے یہ واضح طور پر فرمایا کہ "وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔" یہ ارشاد فرما کر تفضیلی رافضیوں کے نظریات کی جڑ کاٹ دی۔ (راقم)

حدیث نہم: امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے کا فرمان کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں:

امام ابوالحسن دارقطنی جندب اسدی سے راوی کہ امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنی بن حسن مجتبی بن علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ کے پاس کچھ اہل کوفہ وجزیرہ نے حاضر ہو کر ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا امام ممدوح نے میری طرف ملتفت (متوجہ) ہو کر فرمایا:

"انظروا الی اهل بلادك یسئالون عن ابی بکر وعمر لهما عندی افضل من علی "۔
(الصواعق المحرقة بحوالہ دار قطنی الباب الثانی بیروت ص ۸۳)

''اپنے شہر والوں کو دیکھو! مجھ سے ابوبکر وعمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں، وہ دونوں میرے نزدیک بلا شبہ مولا علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبیٰ ابن علی المرتضی کے پوتے اور حضرت امام حسین شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب مبارک نفس زکیہ ہے، ان کے والد حضرت عبداللہ محض کہ سب میں پہلے حسنی حسینی دونوں شرف کے جامع ہوئے لہذا محض کہلوائے اپنے زمانہ میں سردار بنی ہاشم تھے، ان کے والد ماجد امام حسن مثنیٰ ابن امام حسن مجتبیٰ ابن علی المرتضیٰ، اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین صلی اللہ علیہ وسلم علی ابیہم وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث دہم: حضرت امام زین العابدین کے بیٹے سید زید شہید کا ارشاد گرامی:

امام حافظ عمر بن شبہ حضرت امام اجل سید زید شہید ابن امام علی سجاد زین العابدین ابن امام حسین سعید شہید کربلا صلوات اللہ تعالی وتسلیماتہ علی جدہم الکریم وعلیہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفیوں سے فرمایا:

"انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر وعمر ولم یستطیعوا ان یقولوا فیهما شیئا وانطلقتم انتم فظفرتم ای وثبتم فوق ذلك فبرئتم منهما فمن بقی ؟ فواللہ ما بقی احد الا برئتم منه"۔
(الصواعق المحرقة بحوالہ الحافظ عمر بن شبہ الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۹)

''یعنی خارجیوں نے اٹھ کر ان سے تبری (بیزاری اختیار) کی جو ابوبکر وعمر سے کم تھے یعنی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم مگر ابوبکر وعمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اے کوفیو اوپر جست کی (اوپر چھلانگ لگائی) کہ ابوبکر وعمر سے تبری کی اب کون رہ گیا خدا کی قسم اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تبرا نہ کہا ہو۔''

(دس حدیث بمع ترجمہ منقول از فتاوی رضویہ مصنف اعلی حضرت رحمہ اللہ ج ۲۸ ص ۴۸۰ تا ۴۸۴)

صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین کا عقیدہ جو راقم ''عبدالرزاق بھترالوی'' کا بھی ہے:

حضرت مولینا میر عبدالواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں:

''واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء ابوبکر صدیق ست وبعد از وے عمر فاروق ست وبعد از وے عثمان ذی النورین ست وبعد از وے علی المرتضی ست رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

(سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد ومذاہب ص ۷ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور)

اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں افضل ابوبکر صدیق، ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذوالنورین، اور ان کے بعد حضرت علی المرتضی ہیں'' اللہ تعالی ان سب پر راضی ہو۔

پھر فرمایا:

''فضل ختنین از فضل شیخین کمتر ست بے نقصان وقصور''۔ (سبع سنابل، ص ۱۰)

''ختنین (دو داماد یعنی عثمان غنی وعلی مرتضی) کی فضیلت شیخین (صدیق وفاروق) سے کم ہے مگر اس میں کوئی نقص اور خامی نہیں۔''

پھر فرمایا:

''اجماع اصحاب وتابعین وتبع تابعین وسائر علماء امت ہمبرین عقیدہ واقع شدہ است''۔ (سبع سنابل ص ۱۰)

''صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور تمام علماء امت کا اجماع اسی عقیدہ پر واقع ہے۔''
(ماخوذ از فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۴۸۷)

نتیجہ واضح ہے:

کہ چار خلفاء راشدین کے مدارج وفضائل میں وہ ترتیب ہے جو بعد میں قدرتی طور پر ان کی خلافت میں ترتیب ہے۔ لیکن سب حضرات ہی فضیلت رکھنے والے ہیں کسی کی

فضیلت میں کوئی نقص اور خامی نہیں، بلکہ کسی صحابی کی فضیلت میں کوئی نقص اور خامی نہیں صحابہ کرام کی درجہ بدرجہ فضیلت سے دوسرے صحابہ سے کوئی نقص اور خامی لازم نہیں آتی، اس مسئلہ کو یوں ہی سمجھا جائے کہ تمام انبیاء کرام ہی افضل ہیں بنسبت باقی مخلوق کے لیکن آپس میں اللہ تعالی کے ارشاد گرامی ''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ'' کے مطابق بعض کو بعض پر زیادہ فضیلت حاصل ہے لیکن اس سے (معاذ اللہ) کسی نبی کی شان میں کوئی نقص اور خامی لازمی نہیں آتی۔

مذکورہ بالا عقیدہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کا ہے اور وہی عقیدہ علماء ربانیین اور وہی عقیدہ اعلی حضرت مولینا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور وہی عقیدہ سید الاولیا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے تو عبد الرزاق بھترالوی کا عقیدہ بھی علماء حق کا عقیدہ ہی ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا خوبصورت استدلال:

حضور پر نور ﷺ کا ایام مرض وفات اقدس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امامت مسلمین پر قائم کرنا اور دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہونا غضب فرمانا جس سے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے استناد فرمایا کہ:

"رضیہ رسول اللہ لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا"۔ (الصواعق المحرقہ الباب الاول مطبوعہ بیروت ص۳۳ ص۱۷)

''رسول اللہ ﷺ نے انہیں چن لیا ہمارے دین کی پیشوائی کو، کیا انہیں ہم پسند نہ کریں اپنی دنیا کی امامت کو۔''

(فتاوی رضویہ مصنف اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن ص ۴۷۶)

نہایت روشن قریب نص ارشاد مصطفوی ﷺ دیکھئے:

اور نہایت روشن وصریح قریب نص وتصریح وہ ارشاد اقدس ہے کہ امام احمد وترمذی نے بافادۂ تحسین اور ابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے حضرت عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ اور طبرانی نے

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور پر نور سید یوم النشور ﷺ نے فرمایا:

"انی لاادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر"۔ (سنن ابن ماجہ ص۱۰ جامع الترمذی مناقب ابی بکر وعمار بن یاسر ج۲ کنز العمال حدیث ۳۲۱۱۵ ص۳، مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان)

''میں نہیں جانتا میرا رہنا تم میں کب تک ہو لہذا تمہیں حکم فرماتا ہوں کہ میرے ان دو صحابیوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔''

(فتاوی رضویہ مصنف اعلی حضرت مولنا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ ج ۲۸ ص ۴۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق:

دار قطنی کی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"دخلنا علی رسول اللہ ﷺ فقلنا یا رسول اللہ استخلف علینا قال لا، ان یعلم اللہ فیکم خیرا یول علیکم خیرکم قال علی رضی اللہ عنہ فعلم اللہ فینا خیرا فولی علینا أبا بکر" (رضی اللہ عنہ)

(الصواعق المحرقہ بحوالہ دار قطنی ص ۷۰ فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۴۷۲)

''ہم نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم پر کسی کو خلیفہ فرما دیجئے' ارشاد ہوا: نہ' اگر اللہ تعالی تم پر بھلائی جانے گا تو جو تم سب میں بہتر ہے اسے تم پر والی فرمادے گا۔ حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: رب العزۃ جل وعلا نے ہم میں بھلائی جانی پس ابوبکر کو ہمارا والی فرمایا (رضی اللہ عنہ)۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مجھ پر چار وجہ سے فضیلت دی گئی: فرمان علی رضی اللہ عنہ:

حضرت امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ سے راوی حضرت سیدنا علی مرتضی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

"ان ابا بکر سبقنی الی اربع لم اوتھن سبقنی الی افشاء الاسلام وقدم الھجرۃ و

''بیشک ابوبکر چار باتوں کی طرف سبقت لے کہ مجھے نہ ملیں انہوں نے مجھ سے پہلے

مصاحبته فی الغار۔ واقام الصلوة وأنا یومئذ بالشعب یظهر اسلامه واخفیه، الحدیث"۔

(دارقطنی، محب الدین، المواہب اللدنیہ ج۱ ص۲۱۸)

اسلام آشکارا کیا اور مجھ سے پہلے ہجرت کی، نبی ﷺ کے یارِ غار ہوئے اور نماز قائم کی اس حالت میں کہ میں ان دنوں گھروں میں تھا، وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے اور میں چھپاتا تھا۔"

امام قسطلانی مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

"أول من اسلم علی ابن ابی طالب وهو صبی لم یبلغ الحلم وکان مستخفیا بأسلامه وأول رجل عربی بالغ اسلم واظهر اسلامه ابو بکر ابن ابی قحافة رضی الله عنهما"

(المواہب اللدنیہ ج۱ ص۲۱۸)

"سب سے پہلے ایمان لانے والے مذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ آپ بچے تھے اور سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے وہ اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے، اور سب سے پہلے ایمان لانے والے عربی مرد جنہوں نے اسلام ظاہر کیا وہ ابو بکر بن ابی قحافہ ہیں۔" (رضی اللہ عنہما) (فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۴۶۳)

امام ابوعمر وابن عبدالبر روایت فرماتے ہیں:

"سئل محمد بن کعب القرظی عن أول من اسلم علی أو ابو بکر رضی الله عنهما ؟ قال سبحان الله علی اولهما اسلاما وانما شبه علی الناس لأن علیا اخفی اسلامه من ابی طالب واسلم ابو بکر فاظهر اسلامه"۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ترجمة ۱۸۷۵ علی بن ابی طالب ج۳ ص۱۹۹)

"محمد بن کعب قرظی سے سوال کیا گیا کہ ابو بکر و علی میں سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ان دونوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے مگر انہوں نے اسلام کو اپنے والد سے پوشیدہ رکھا جس وجہ سے ان کا اسلام لوگوں پر مشتبہ رہا جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔"

ولہذا احادیث حضور سید عالم ﷺ و آثار صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے

ثابت کہ صدیق کا اسلام سب کے اسلام سے افضل، اور ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے ازید واکمل ہے۔ (فتاوی رضویہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ ج۲۸ ص۴۶۴)

میمون ابن مہران فقیہ تابعی کا ارشاد:

"میمون ابن مهران من فقهاء التابعین سئل ابو بکر وعمر افضل ام علی ؟ فقف شعره وارتعدت فرائصه حتی سقطت عصاه من یده وقال ما کنت أظن ان اعیش الی زمان یفضل الناس فیه احدا علی أبی بکر وعمر أو کما قال رواه ابو نعیم عن فرات بن السائب"۔

(حلیۃ الاولیا ترجمہ ۲۵۱ میمون بن مہران ج۴ ص۹۲)

"حضرت میمون ابن مہران جو کہ فقہاء تابعین سے ہیں، ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابو بکر و عمر افضل ہیں یا علی؟ تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انہوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک جیوں گا جس میں لوگ ابو بکر و عمر پر کسی کو فضیلت دیں گے یا جیسا انہوں نے فرمایا، اس حدیث کو روایت کیا ابو نعیم نے فرات بن سائب سے۔"

(فتاوی رضویہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ ج۲۸ ص۶۷۶)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

"الامام مالك بن انس رضی الله عنه سئل عنه افضل الناس بعد رسول الله ﷺ فقال ابو بکر وعمر ثم قال أوفی ذلك شك۔" (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد السابع الفصل الثالث ج۷ ص۶۷۶)

"امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل کے بارے میں تو فرمایا: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پھر فرمایا: کیا اس میں کوئی شک ہے؟

(فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۶۷۶)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

"الامام الاعظم الاقدم الاعلم الاکرم

"امام اعظم اقدم (تمام ائمہ سے مقدم) سب

سیدنا ابو حنیفة رضی الله عنه سئل عنه عن علامات اهل السنة فقال ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وتمسح علی الخفین "۔

(تمہید ابی الشکور السالمی الباب الحادی عشر القول السادس ص ۱۶۵)

سے زیادہ علم رکھنے والے سب سے زیادہ مکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا اہل سنت کی علامات کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا اہل سنت کی پہچان یہ ہے کہ تو شیخین ابو بکر و عمر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل جانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دامادوں (عثمان و علی) سے محبت کرے اور خفین پر مسح (کا اعتقاد) کرے۔" (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۷۷)

کچھ اور اہل علم کے اقوال ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے بارے میں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

"ومنهم عالم قریش مالئ طباق الأرض علما سیدنا الامام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی نقل اجماع الصحابه والتابعین علی تفضیل الشیخین ولم یحك خلافا"۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۳۹)

"ان اہل علم میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو علم سے بھرنے والے سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی مطلبی ہیں، انہوں نے صحابہ اور تابعین کا فضیلت شیخین پر اجماع نقل کیا۔"

(فتاوی رضویہ اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ ج ۲۸ ص ۶۷۷)

ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فضیلت شیخین پر اجماع منقول ہے:

"ومنهم امام اهل السنة والجماعة صاحب الحکمة الیمانیة سیدنا الامام ابو الحسن الاشعری رحمه الله کما نقل عنهم العلماء الثقات"۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۷۷)

"اور ان اہل علم میں سے امام اہل سنت وجماعت حکمت یمانیہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جیسا کہ ان سے علماء ثقات (فضیلت شیخین کے بارے مین اجماع) نقل کیا ہے۔"

علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ خلفاء راشدین کی ترتیب فضیلت کو بیان کرتے ہیں:

"ومنهم الامام الهمام حجة الاسلام ذکر فی قواعد عقائد الاماجد وذکر فیها مسئله التفضیل وقال آخرها ان فضل الصحابة رضی الله عنهم علی حسب ترتیبهم فی الخلافة اذ حقیقة الفضل ما هو فضل عند الله عزوجل وذلك لا یطلع علیه الا رسول صلی اللہ علیہ وسلم وان یعتقد فضل الصحابة رضی الله عنهم وترتیبهم وان افضل الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم"۔

(احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث ج اول بحوالہ فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۷۷ ص ۶۷۸)

"اور ان اصحاب علم میں سے امام ہمام حجۃ الاسلام (غزالی) ہیں، انہوں قواعد العقائد میں مجد والے ائمہ (یعنی بزرگ اماموں) کے عقائد کو ذکر کیا ہے اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق (یعنی جو ترتیب ان کی فضیلت میں ہے وہی اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ان کو خلافت میں بھی عطاء کی) اس لئے کہ حقیقت فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضل ہو، اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، اور آدمی کو چاہئے کہ وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی (رضی اللہ عنہم)۔"

شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

"قال مولانا آل الرسول الاحمدی قال سمعت الشاه عبد العزیز الدهلوی یقول تفضیل الشیخین قطعی أو کا لقطعی"۔

"مولانا آل رسول احمدی نے فرمایا: میں نے سنا شاہ عبد العزیز دہلوی سے وہ فرماتے تھے: شیخین (ابو بکر و عمر) کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی۔"

لفظ اَوشک کیلئے یہاں استعمال نہیں:

لفظ ''اَو'' کبھی شک کیلئے آتا ہے اور کبھی تنویع کیلئے۔تنویع کا مطلب ہے، قسمیں بیان کرنے کیلئے۔اس مقام میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے کلام میں ''اَو'' تقسیم کیلئے آیا ہوا جس کا مقصد یہ ہے کہ شیخین کی فضیلت دلیل قطعی سے بھی ثابت ہے اور دلیل ظنی جو قطعی کے قریب ہے اس سے بھی ثابت ہے۔ (فتاوی رضویہ بالاختصار ج۲۸ص ۶۷۸)

اعلیٰ حضرت مولینا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خوبصورت تحقیق:

"أقول والتحقیق ان جملة الصحابة الکرام رضی الله عنهم اجمعین ارقی فی مراقی الولایة والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من کل من دونهم من أکابر الاولیاء العظام کائنین من کانوا وشانهم رضی الله عنهم ارفع واعلی من ان یقصدوا بأعمالهم غیر الله سبحانه وتعالی لکن المدارج متفاوتة والمراتب مترتبة وشئ دون شئ وفضل فوق فضل، ومقام الصدیق حیث انتهت النهایات وانقطعت الغایات اذ هو رضی الله عنه کما صرح به امام القوم سیدی محی الملة والدین ابن عربی قدس الله تعالی سره الزکی امام الأئمة ومالك الأزمة ومقامه فوق الصدیقیة ودون النبوة التشریعیة ولیس احد بینه

''میں کہتا ہوں اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلہ (جلیل القدر) صحابہ کرام مراتب ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقاء کے مرتبہ میں اپنے ما سوا تمام اکابر اولیاء عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں اور ان کی شان ارفع واعلیٰ ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے۔اور صدیق (ؓ) کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہو گئیں اس لئے کہ صدیق اکبر صدیق ؓ امام القوم'' سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الزکی' کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام

وبین مولاه الاکرم محمد رسول الله ﷺ" (فتاوی رضویہ جلد۲۸ص ۶۸۳،۶۸۴)

کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے اور ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی نہیں۔''

دوسرے درجہ کے افضل دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق ؓ کے متعلق

احادیث مبارکہ:

کئی احادیث تو گزشتہ اوراق میں حضرت فاروق اعظم ؓ کی شان میں بیان ہو چکی ہیں کچھ کا تذکرہ بطور تبرک کیا جاتا ہے، اگرچہ اصل مقصد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی افضلیت کا بیان تھا۔وجہ اس کی یہ ہے کہ بد قسمتی سے کچھ نام نہاد بریلوی رافضی ہو چکے ہیں جو یہ بیان کررہے ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ کو سیاست میں اولیت حاصل ہوئی مراتب میں افضلیت انہیں حاصل نہ تھی بلکہ مراتب میں سب سے افضل حضرت علی ؓ ہیں یہ عقیدہ دراصل تفضیلی رافضیوں کا ہے۔

حضرت عمر ؓ صاحب الہام والقاء:

"عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ولقد کان فیما قبلکم من الأمم محدثون

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں

"فان یك فی امتی أحد فأنه عمر"۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

اصحاب الہام گذرے ہیں بیشک میری امت میں کوئی شخص صاحب الہام والقاء ہے تو وہ عمر ہیں۔"

وضاحت حدیث:

(محدثون) "فتح الدال المشددة ای ناس ملھمون" یعنی پہلے امتوں میں کئی لوگ الہام والے تھے۔ علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "محدث" عرب کے کلام میں اس شخص کو کہتے ہیں جو سچے گمان والا ہو اور وہ حقیقت میں اس شخص کو کہتے ہیں:

"من ألقى فی روعه شئ من قبل الملأ الأعلى فیكون كالذی حدث به"

"جس کے دل میں ملا اعلیٰ کی طرف سے کسی چیز کو ڈال دیا جائے گویا کہ ملا اعلیٰ کی طرف سے اس سے کلام کیا گیا۔"

(فان یك فی أمتی أحد فأنه عمر) "لم یرد هذاالقول موردالتردد"

"آپ کا یہ ارشاد مقام تردد وشک میں وارد نہیں ہوا کیونکہ آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔"

جب پہلی امتوں میں الہام والقاء والے لوگ موجود تھے:

"فبالحری ان یکونوافی هذه الأمة اکثر عددا و أعلی رتبة"

"تو لائق یہ ہے کہ اس امت میں بنسبت پہلی امتوں کے زیادہ تعداد اور زیادہ مرتبہ والے اصحاب الہام والقاء ہوں۔"

لیکن ان سب سے اعلیٰ صاحب الہام القاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں ورنہ نبی کریم ﷺ کے تخصیصی بیان کی وجہ باقی نہیں رہی گی۔ (راقم)

"وانما ورد موردالتاکید والقطع به"

"اس لئے یہ مقام تاکید اور یقین میں واقع ہے۔"

اس لئے یا تو (ان) کو مخففہ من المثقلہ مانا جائے اور معنی ہی "بیشک" کر لیا جائے۔ اور یا اس کا معنی تو "اگر" ہی کیا جائے لیکن با محاورہ طور پر مطلب یقین والا لیا جائے جیسے کہا جاتا ہے:

"ان یکن لی صدیق فهو فلان" "اگر میرا کوئی دوست ہے تو فلاں ہے۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کہنے والے کو دوست کے ہونے میں کوئی شک ہے۔

"بل المبالغة فی ان الصداقة مختصة به لا تتخطاه"

"بلکہ اس کلام میں مبالغہ ہے کہ میری دوستی فلاں سے مختص ہے میری دوستی اس سے ہٹ کر کسی اور سے نہیں۔"

اسی طرح حدیث پاک کا جب ترجمہ یہ کیا جائے کہ "اگر میری امت میں کوئی صاحب الہام والقاء ہے تو وہ عمر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اعلیٰ درجہ کا الہام والقاء صرف آپ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کو حاصل نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے راستہ سے شیطان ہٹ جاتا ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یاابن الخطاب والذی نفسی بیده مالقیك الشیطان سالکا فجا الا سلك فجا غیر فجك"۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

"اے ابن خطاب! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تمہیں شیطان نہیں ملے گا کسی راستہ پر چلتے ہوئے مگر وہ تمہارے راستہ سے ہٹ کر دوسرے راستہ پر چلے گا۔"

وضاحت:

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں:

"قال النووی هذ الحدیث محمول علی ظاهره وان الشیطان متی رآه سالکا فجا هرب الرهبة من عمر رضی الله عنه وفارق ذلك الفج لشدة بأسه"

''علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے کہ شیطان جب آپ کو کسی راستہ پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر کر وہ بھاگ جاتا ہے، شدید خوف کی وجہ سے وہ راستہ ہی چھوڑ دیتا ہے۔''

"قال القاضی عیاض ویحتمل انه ضرب مثلا بالشیطان وغواته وان عمر رضی الله عنه فارق سبیل الشیطان وسلك طریق السداد وخالف مایأمره به"۔

''قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: ایک احتمال یہ ہے کہ شیطان اور اس کے بھٹکانے کی مثال بیان کی گئی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی بھٹکا نہیں سکتا بلکہ آپ درست راہ پر چلتے ہیں اور شیطان کے حکم کے خلاف کام کرتے ہیں۔''

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں معانی کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ''والصحیح الاول'' صحیح پہلا معنی ہی ہے جو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ (مرقات ج۱۱ ص۲۹۴)

راقم کے نزدیک یہ حکم دائمی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے سے شیطان دور رہیں گے اور آپ کی شان کو دیکھ کر شیطان جل کر دوسری راہ اختیار کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق رکھا:

"عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله جعل الحق علی لسان عمر وقلبه رواه الترمذی وفی روایة ابی داؤد عن أبی ذر قال ان الله وضع الحق علی لسان عمر یقول به۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان اور دل پر حق ظاہر کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھ دیا وہ اسی وجہ سے حق بات کرتے ہیں۔''

وضاحت حدیث:

(ان الله جعل الحق) "ای اظهره ووضعه"

''بیشک اللہ نے حق ظاہر فرما دیا اور حق رکھ دیا عمر کی زبان اور دل پر۔''

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جعل'' بمعنی ''أجری'' ہے اور ''علی'' کی وجہ سے متعدی ہے اور معنی اس کا حق کا ظاہر اور بلند ہونا ان کی زبان پر۔

"وفی وضع الجعل موضع أجری اشعار بأن ذلك كان خلقیا ثابتا مستقرا"

''أجری'' کی جگہ ''جعل'' کا لفظ ذکر کر کے یہ بتا دیا گیا کہ آپ کا یہ وصف پیدائشی طور پر آپ کو حاصل ہے اور آپ کا وصف پختہ اور قرار پکڑے ہوئے ہے۔''

یہ ارشاد دوسری روایت کے مطابق ہے جس میں ''قلبہ'' کے بعد آتا ہے ''یقول الحق وان کان مُرًّا'' وہ حق بات کرتے ہیں اگرچہ کڑوا ہی نہ ہو ایک اور روایت میں ہے۔

'ان الله نزل الحق علی قلب عمر ولسانه'

''بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل اور زبان پر حق اتارا ہے۔''

یہ دونوں روایات علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہیں۔

(**یقول به**) ای بالحق ایک معنی یہ ہے کہ اللہ نے ان کی زبان پر حق رکھ دیا وہ اس حق کے ذریعے بات کرتے ہیں، اور دوسرا معنی یہ ہے ''یقول الحق بسبب ذلك الوضع'' وہ اس کی وجہ سے حق بات کرتے ہیں' (راقم نے یہ معنی کیا ہے)۔ (مرقات ج۱۱ ص۲۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے دلوں کو چین حاصل ہوتا ہے: فرمان علی رضی اللہ عنہ:

"وعن علی رضی الله عنه قال ماكنا نبعد ان السكینة تنطق علی لسان عمر۔"
(رواه البیهقی فی دلائل النبوة، مشكوة باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم یہ بعید نہیں سمجھتے تھے کہ تسکین عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتی ہے۔''

وضاحت حدیث:

حدیث موقوف ہے، اگرچہ قیاس سے دور ہونے کی وجہ سے مرفوع کے درجہ میں ہے یعنی بظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہی ہے۔

(ماکنا نبعد) ہم اہل بیت اور ہم صحابہ کی جماعت بعید نہیں شمار کرتے، یعنی بعید نہیں سمجھتے تھے "ان السکینة تنطق علی لسان عمر" نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد "جوامع الکلم" سے ہے۔ مختصر جملہ اور بہت معانی پر مشتمل ہے، آیئے! اس کی ایک جھلک دیکھئے:

① (ان السکینه) ای مابه تسکین النفس وتمیل الیه ویطمئن به القلب ویعتمد علیه" (تنطق) ای تجری (علی لسان عمر) ای من قلبه"

"ایک معنی اس کا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اہل بیت اور صحابہ اسے بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل سے آپ کی زبان پر وہ کلام جاری ہوتا ہے جس میں ان کے نفس کو تسکین حاصل ہوتی ہے اور ان کا نفس اس کی طرف میلان کرتا ہے اور ان کا دل اس پر مطمئن ہوتا ہے اور اس پر انہیں اعتماد ہوتا ہے۔"

② "ویحتمل أنه أراد بالسكينة الملك الذی یلهمه ذلك القول"

"اور دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم اہل بیت اور صحابہ اسے بعید سمجھتے تھے کہ سکینت ان کی زبان پر بولتی ہے یعنی فرشتہ ان کے دل پر القاء (دل پر ڈالتا ہے) کرتا ہے اور انہیں جس بات کا الہام ہوتا ہے وہ ہی بات ان کی زبان پر چلتی ہے۔"

اس معنی کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تائید حاصل ہے۔

"قال ابن مسعود مارأیت عمر قط الا و کان الاو کان بین عینیه ملکا یسدده"

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ ان کے آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہوتا ہے جو انہیں درست راہ پر چلائے رکھتا ہے۔"

③ "قال التوربشتی ای لم یکن نبعد انه ینطق بما یستحق ان تسکن الیه النفوس وتطمئن به القلوب وأنه أمر غیبی ألقی علی لسانه"

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اہل بیت وصحابہ اسے بعید نہیں سمجھتے تھے کہ بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کلام فرماتے ہیں اس سے انسانوں کو چین حاصل ہوتا ہے اور دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے بیشک یہ غیبی اور قدرتی معاملہ تھا جو آپ کی زبان پر ڈال دیا گیا تھا۔"

راقم کے نزدیک "القی" کا معنی بھی "وضع" کرلیا جائے تو علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کا ترجمہ بھی پہلی حدیث کے عین مطابق ہو جائے گا کہ یہ غیبی معاملہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فرماتے ہیں:

"فالأقرب هو القول الأخیر الذی أشار الیه التوربشتی"

"زیادہ بہتر معنی وہی ہے جو علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔"

کیونکہ "سکینہ"، قرآن پاک میں اس معنی میں استعمال ہے:

"هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ"

"وہ جس نے مؤمنین کے دلوں میں چین اتارا۔"

"فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی

"تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین پر

الْمُؤْمِنِيْنَ" (ماخوذ از مرقات ج۴ ص۳۹۹) چین اتارا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم کی دعاء سے رب تعالیٰ کا انتخاب:

"عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال اللهم اعزالاسلام بأبی جهل ابن هشام أو بعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا علی النبی ﷺ فأسلم ثم صلی فی المسجد ظاهرا"

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کے حضور عرض کی: اے اللہ! اسلام کو غلبہ عطاء فرما ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے، صبح عمر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اسلام قبول کرلیا پھر مسجد میں ظاہر نماز ادا کی جانے لگی۔"

مختصر المقاصد الحسنہ للسخاوی'' میں نبی کریم ﷺ کی دعاء کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں:

"اللهم ايد الاسلام بأحب هذين الرجلين اليك بأبی جهل أو بعمر بن الخطاب"۔

(رواہ احمد والترمذی)

''یعنی مسند احمد اور ترمذی کی روایت علامہ سخاوی نے نقل فرمائی کہ نبی کریم ﷺ نے دعاء فرمائی: اے اللہ! ان دوشخصوں میں سے جو تجھے محبوب ہے یعنی ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے اس کے ذریعے اسلام کو تقویت پہنچا۔''

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسلام کی توفیق عطاء فرمائی تو پتہ چل گیا کہ ان دونوں میں رب تعالیٰ کے محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے اسی لئے ان کا انتخاب ہی کیا۔ (راقم)

لوگوں کی زبان پر جاری، حدیث نہیں:

وأما ما يدور على الألسنة من قوله اللهم

ايد الاسلام بأحد العمرين فلا أعلم له أصلا" (مرقات ج۱۱ص۳۰۰)

''جو لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعاء فرمائی: اے اللہ! دو عمر میں سے ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت پہنچا اس کی اصل کا کوئی علم نہیں۔'' (لہذا یہ حدیث نہیں ہوسکتی)

نبی کریم ﷺ کی دعا سے ارادہ قتل اسلام کی طرف پھر گیا:

حاکم ابوعبید اللہ مستدرک کے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس کی روایت پیش فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے اعلان کیا جو شخص محمد کو قتل کرے گا اسے میں ایک سو اونٹنیاں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔ (ایک اوقیہ چالیس درہم چاندی تھی) عمر بن خطاب نے کہا: یہ تمہارا پکا وعدہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! بغیر کسی تاخیر کے جلدی ادا کروں گا۔ تو یہ سن کر عمر بن خطاب تلوار لے کر چل پڑا۔ ایک شخص آپ کو راستہ میں ملا اس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ بتایا کہ محمد کو قتل کرنے اس نے کہا:

"فكيف تأمن بنی هاشم" ''تم بنی ہاشم سے کیسے محفوظ رہو گے؟

عمر بن خطاب نے کہا: شاید تم بھی اپنے آباء کے دین سے پھر چکے ہو؟ اس شخص نے کہا:

"الا اخبرك بأعجب من هذا ان اختك وختنك قد صبوا مع محمد"

''کیا میں تمہیں عجیب خبر نہ دوں تمہاری بہن اور بہنوئی بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں۔''

عمر بن خطاب وہاں سے ہی اپنی بہن کے گھر آ گئے، گھر کے باہر سے ہی ان کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے سنا کہ وہ دونوں سورۃ طہٰ کی تلاوت کر رہے ہیں نبی کریم ﷺ کی دعاء کا خوب اثر دیکھئے:

"فلما سمع قال ناولنی الكتاب حتى انظر فيه فلما قرأه الى قوله"الله لااله الا هو له

جب قرآن سنا تو کہا: مجھے قرآن دو تاکہ میں خود اسے دیکھوں اس میں کیا ہے۔ جب

الاسماء الحسنی" قال اللهم ان هذا اهل لا یعبد سواه اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله"

(مرقات ج۱۱ص۳۰۰)

آپ نے سورۃ طٰہ میں یہ پڑھا ''اللہ لا الہ الا ہولہ الاسماء الحسنی'' اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں' اسی کے تمام نام اچھے ہیں۔تو کہا :ہاں! یقیناً اللہ ہی عبادت کا حقدار ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' یہی کہتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا ''اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ''۔

حضرت عمر اور نبی کریم ﷺ دونوں نے ہی رات بے قراری میں گذاری:

"فبات ساهر العین ینادی فی کل ساعة واشوقاه الی محمد"

''رات کو نیند نہیں آرہی تھی' بے قراری میں رات گذاری' جب کروٹ بدلتے تو یہی کہتے شوق ہے محمد رسول اللہ کو ملنے کا۔''

ادھر صبح خباب بن ارت آئے' حضرت عمر کو ملے اور کہا:

"یاعمر ان رسول الله ﷺ بات الیلة ساهرا یناجی الله عزوجل ان یعز الاسلام بك أوبأبی جهل وأنا ارجو ان تکون دعوته قد سبقت فیك"

''اے عمر! بیشک رسول اللہ ﷺ نے رات بے قراری میں گذاری۔ رب تعالیٰ کے حضور یہی عرض کرتے رہے: اے اللہ! اسلام کو غلبہ عطاء فرما عمر یا ابو جہل کے ذریعے خباب نے کہا: مجھے امید ہے کہ وہ دعاء تمہارے حق میں قبول ہو چکی ہے۔''

حضرت عمر تلوار ہاتھ میں لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

"فارتعدت فرائص عمر ووقع السیف من یده فقال اشهد ان لااله الله وان محمد رسول الله"

''حضرت عمر کے کندھے کانپ رہے تھے' تلوار ہاتھ سے گر گئی' پھر نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھا ''اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد

(مرقات ج۱۱ص۳۰۰)

ان محمد رسول اللہ۔''

"فقال اللات والعزی تعبد علی رؤس الجبال وفی بطون الأودیة والله لایعبد الله سرا بعد یومنا هذا"

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے بعد کہا: لات وعزیٰ کی عبادت پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور وادیوں میں کی جائے اور اللہ کی عبادت پوشیدہ کی جائے؟ قسم ہے اللہ کی آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت پوشیدہ نہیں کی جائے گی۔اس کے بعد نماز پڑھی جانے لگی۔''

آپ کو ''فاروق'' کا لقب رسول اللہ ﷺ نے عطاء فرمایا۔خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فسمانی رسول الله ﷺ یومئذ الفاروق فرق الله بی بین الحق والباطل"۔

(مرقات بالاختصار ج۱۱ص۳۰۰،۳۰۱)

''اس دن سے رسول اللہ ﷺ نے میرا نام ''فاروق'' رکھا کیونکہ میری وجہ سے رب تعالیٰ نے حق وباطل میں فرق کیا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اوصاف نبوت:

"عن عقبة عن عامر قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب"۔

''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔''

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب' مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں' آپ کے بعد نبی نہیں آسکتا لیکن اگر کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے۔اس سے واضح ہورہا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی صفات کا مظہر بنایا تھا۔اگر آپ میں اوصاف نبوت نہ پائے جاتے تو آپ کا انتخاب نہ کیا جاتا۔ (راقم)

تنبیہ: ترمذی کے بعض نسخوں میں ذکر کیا گیا ''ہذا حدیث غریب'' اور بعض نسخوں میں ہے ''ہذا حدیث غریب حسن'' اور یہی حدیث ابن جوزی جیسے ناقد شخص نے نقل کی ہے۔اور

حاکم نے بھی مستدرک میں ذکر کی ہے، اور طبرانی نے عصمہ بن مالک سے روایت کی ہے۔

(ماخوذ از مرقات ج ۱۱ ص ۳۰۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء جاری رہنے کی خبر مصطفوی ﷺ:

"عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ بینا انا نائم رأیت الناس یعرضون علی وعلیهم قمص منها مایبلغ الثدی ومنها ما دون ذالك وعرض علی عمر بن الخطاب وعلیه قمیص یجره قالوافما أولت ذلك یارسول الله قال الدین"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا پھر میں نے دیکھا کہ مجھ پر لوگوں کو پیش کیا جا رہا ہے اور ان پر قمیصیں ہیں، بعض کی سینہ تک پہنچ رہی ہیں اور بعض کی اس سے نیچے، اور مجھ پر عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا اور ان پر قمیص تھی جو گھسیٹ رہے تھے۔ حاضرین نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس خواب کی تعبیر کیا بیان کی؟ آپ نے فرمایا "دین"۔

"قال النووی القمیص الدین وجره یدل علی بقاء آثاره الجمیلة وسنته الحسنة فی المسلمین بعد وفاته لیقتدی به"

(مرقات ج ۱۱ ص ۲۹۴)

"علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں بیان فرماتے ہیں قمیص سے مراد دین ہے اور قمیص کے لمبے ہونے اور گھسیٹنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے آثار جمیلہ اور اچھی سنتیں مسلمانوں میں جاری رہیں گی آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے طریقوں کی اقتداء کی جاتی رہے گی۔"

سبحان اللہ! نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے جب یہ سمجھ آ رہا ہے کہ آپ کے طریقے مسلمانوں میں جاری رہیں گے تو دوسرا کون ہے جو مسلمانوں کو آپ کی اقتداء سے روک سکے۔

اعتراض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر حدیث سے ثابت ہو رہی ہے، ان کو دوسرے درجہ والا کیسے کہا جاتا ہے؟

"وعن أبی سعید قال قال رسول الله ﷺ ذالك الرجل أرفع امتی درجة فی الجنة قال ابو سعید والله ماکنا نری ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی لسبیله"۔

(رواہ ابن ماجہ، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

"ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جنت میں میری امت سے بلند درجہ والا ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں: قسم ہے اللہ کی ہم نہیں دیکھتے تھے وہ شخص سوائے عمر بن خطاب کے یہاں تک کہ وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔"

جب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی امت کے تمام حضرات سے بلند درجہ رکھتے ہیں، تو یقیناً وہی سب سے افضل ہیں، ان کا ہی پہلا درجہ ہے افضلیت میں (خطابیہ فرقہ)۔

جواب اول:

"قوله ﷺ ذالك الرجل اشارة الی مبهم"

"نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا: ذاک الرجل، وہ مراد اشارہ مبہم شخص کی طرف ہے۔"

آپ نے خود معین نہیں فرمایا تا کہ لوگ خود اجتہاد کریں کہ وہ کون شخص ہے اس میں ایک اجتہاد یہ بھی کیا گیا۔

"قال الجزری فی باب العلامات بین یدی الساعة ان ذلك الرجل المقتول علی ید الدجال هو الخضر علیه السلام فلا اشکال بناء علی انه نبی کما هو اصح الأقوال والله

"علامہ جزری نے قیامت کی علامات کے باب میں بیان کیا کہ وہ مرد سے مراد وہ شخص ہے جو دجال کے ہاتھوں شہید ہوں گے اور ان کو نبی کریم ﷺ کی امت میں داخل ہونے

اعلم بالحال"

کا شرف حاصل ہوگا وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور وہ صحیح تحقیق کے مطابق نبی ہیں، تو اس طرح اعتراض اٹھ جائے گا۔"

جواب دوم:

صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کو جب قسم سے بیان کیا ہے:

"واللہ ما کنا ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب"

"قسم ہے اللہ کی ہم وہ شخص نہیں جانتے تھے سوائے عمر کے۔"

توقسم اٹھا کر کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کہیں نبی کریم ﷺ سے اس کی تفسیر معلوم ہوئی ہوگی لہذا اب جواب یوں ہوگا:

"والمراد أنه افضل اهل زمانه حال خلافته فیرتفع الاشکال من اصله"

"کہ مراد اس مرد سے حضرت عمر ہی ہیں لیکن آپ کی افضلیت اپنے زمانہ خلافت سے نبی کریم ﷺ کی تمام امت پر تھی۔"

اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام پر افضلیت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ وہ بھی حضور ﷺ کی امت میں داخل ہوں گے۔ اس جواب سے اعتراض اٹھ جائے گا۔ (ماخوذ از مرقاۃ، ج ۱۱، ص ۳۰۸)

اس جواب کو رب تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے تائید حاصل ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ O (سورۃ البقرہ ۱:۴۷)

"اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔" (کنزالایمان)

یہاں ترجمہ میں اگر (اس سارے زمانہ پر) کی قید نہیں لگاتے بلکہ "وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ" کا ترجمہ یوں کریں "بیشک میں نے تمہیں فضیلت دی ہے سب جہانوں

پر" تو یہ درست نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں بنی اسرائیل کو نبی کریم ﷺ کی امت پر افضل ماننا پڑے گا جو جائز نہیں۔ (راقم)

اعتراض:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ایک اور حدیث سے بھی سمجھ آ رہی ہے:

"عن جابر قال قال عمر لأبی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ فقال ابوبکر أما انك ان قلت ذلك فلقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر۔"
(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب، مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا: "اے سب لوگوں سے بہتر رسول اللہ ﷺ کے بعد"، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک تم تو یہ کہتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا "کسی شخص پر سورج نہیں طلوع ہوا کہ وہ عمر پر بہتر ہو۔"

اس حدیث سے تو خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعتراف نظر آتا ہے کہ وہ خود روایت کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں قرار دیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیوں فضیلت دی جاتی ہے؟

جواب:

"ولا شك ان المراد بعدہ ﷺ للاجماع وبعد أبی بکر۔"
(مرقاۃ، ج ۱۱، ص ۳۰۲)

"یہ بات بغیر شک وشبہ کے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد افضلیت حاصل ہے اس پر اجماع امت ہے۔"

"اجماع امت" خود ایک مستقل دلیل ہے:

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے خلفاء راشدین کی فضیلت بالترتیب بیان کی جو

ترتیب ان کو خلافت میں بھی قدرتی طور پر حاصل رہی:

"لقيام الادلة الصريحة الصحيحة على افضلية هؤلاء عليه"

"کیونکہ صریح دلائل یعنی قرآن پاک اور حدیث پاک سے ان کی فضیلت کی ترتیب ثابت ہے۔"

"فان قلت مامستند اجماعهم على ذلك"

اگر کوئی یہ کہے خلفاء راشدین کی فضیلت کی ترتیب پر اجماع کس دلیل سے ثابت ہے؟

"قلت الاجماع حجة على كل أحد وان لم يعرف مستنده لأن الله عصم هذه الأمة من ان تجمع على ضلالة"

"تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر شخص پر حجت ہے، یعنی اجماع خود ہی ایک مستقل دلیل ہے۔ اس پر اور دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے اس امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ کیا ہوا ہے۔"

بھٹکتا وہی ہے جو اجماع امت کے خلاف کام کر رہا ہو، اس پر قرآن پاک صریح طور پر دلالت کر رہا ہے۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○

(سورۃ النساء۵:۱۱۵)

"اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا رہے، ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور جلائیں گے اسے جہنم میں اور کتنا ہی اس کا برا ٹھکانا ہے۔"

بہت واضح ہوا کہ اجماع سے ہٹ کر علیحدہ راہ نکالنے والا بھٹکا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کی تابعداری:

"عن عبد الله قال كان للعباس ميزاب على طريق عمر فلبس عمر ثيابه يوم

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: حضرت عباس کا پرنالہ حضرت عمر کے راستہ

الجمعة وقد كان ذبح للعباس فرخان فلما وافى الميزاب صب ماء بدم الفرخين فأصاب عمر فأمر عمر بقلعه ثم رجع فطرح ثيابه ولبس ثيابا غير ثيابه ثم جاء فصلى بالناس فأتاه العباس وقال والله أنه لموضع الذى وضعه رسول الله ﷺ فقال عمر للعباس وأنا أعزم عليك لما صعدت على ظهرى حتى تضعه فى الموضع الذى وضع رسول الله ﷺ ففعل ذلك العباس"۔

(منقول از مرقات ج۱۱ص۳۱۱،۳۱۲)

میں تھا۔ حضرت عمر نے جمعہ کے دن کپڑے پہنے، حضرت عباس کے گھر دو چوزے ذبح کئے گئے ان کو دھونے پر خون آلود پانی پرنالہ سے گرا تو حضرت عمر کے گذرتے ہوئے ان کے کپڑوں پر پڑا۔ آپ نے پرنالے ہٹا دینے کا حکم دیا، گھر واپس جا کر کپڑے تبدیل کر کے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، تو حضرت عباس آپ کے پاس آئے اور کہا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی یہ پرنالہ اس جگہ پر خود رسول اللہ ﷺ نے لگایا تھا، تو حضرت عمر نے حضرت عباس کو کہا: میں تمہیں پورے عزم کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ تم میری پیٹھ پر چڑھ کر پرنالہ وہاں ہی لگا دو جہاں نبی کریم ﷺ نے لگایا تھا، حضرت عباس نے حکم مانتے ہوئے اسی طرح کیا یعنی پرنالہ وہاں ہی لگا دیا۔"

حقیقت یہی ہے کہ دین و سنت پر استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔

﴿تیسرے درجہ میں فضیلت رکھنے والے تیسرے خلیفہ کے متعلق چند احادیث مبارکہ﴾

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی کئی احادیث ضمناً بیان ہو چکی ہیں۔ چند احادیث جو آپ کی شان میں خصوصاً ذکر کی گئیں ان کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں:

"عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ مضطجعا فی بیته کاشفا عن فخذیه أوساقیه فاستأذن ابوبکر فأذن له وهو علی تلك الحال فتحدث ثم استأذن عمر فأذن له وهو کذلك فتحدث ثم استأذن عثمان فجلس رسول الله ﷺ وسوی ثیابه فلما خرج قالت عائشة دخل أبوبکر فلم تهتش له ولم تباله ثم دخل عمر فلم تهتش له ولم تباله ثم دخل عثمان فجلست وسویت ثیابك فقال ألااستحی من رجل تستحی منه الملائکة وفی روایة قال ان عثمان رجل حیی وأنی خشیت ان أذنت له علی تلك الحالة ان لایبلغ فی حاجته".

(رواہ مسلم مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے تھے اپنے گھر میں، آپ کی رانوں یا پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، تو اجازت طلب کی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو آپ نے اجازت دے دی اسی حال میں آپ ان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے اجازت طلب کی ان کو اسی حال میں اجازت دی اور کلام کرتے رہے، پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ سے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کیا۔ جب وہ واپس چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ نے کوئی حرکت نہیں کی، اور نہ ہی پرواہ کی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کیلئے کوئی حرکت نہیں کی اور نہ ہی کوئی پرواہ کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بیٹھ گئے۔

اور آپ نے اپنے کپڑے درست کیے (اس کی وجہ کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: عثمان بہت حیاء کرنے والے شخص ہیں، بیشک مجھے ڈر محسوس ہوا کہ اگر میں نے اسی حال میں انہیں اجازت دے دی تو اپنی حاجت کو مجھ تک نہیں پہنچا سکیں گے۔

وضاحت حدیث:

حدیث شریف میں ران کے ننگا ہونے کا ذکر کیسے صحیح ہوگا؟ حالانکہ ران کو ننگا کرنا جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے:

"انه شك الراوی فی المشکوف هل هما الساقان أم الفخذان فلایلزم منه الجزم بجواز کشف الفخذ".

"کہ راوی کو شک ہے کہ آپ کی پنڈلیاں ننگی تھیں یا ران۔ لہذا اس سے رانوں کے ننگا ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔"

اس کا دوسرا جواب یہ ہے:

"قلت ویجوز ان یکون المراد بکشف الفخذ کشفه عما علیه من القمیص لامن المئزر"

"علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مختار یہ بیان کیا کہ مراد یہ ہے حضور ﷺ کی ران سے قمیص ہٹی ہوئی تھی، چادر موجود تھی لیکن چادر کے اوپر سے ہٹی ہوئی قمیص کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر درست کیا۔"

یہ حدیث شیخین کی تعریف پر بھی مشتمل ہے:

"قال النووی فیه فضیلة ظاهرة لعثمان رضی الله عنه وان الحیاء صفة جمیلة من صفات الملائکة"

"علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ اس حدیث میں ظاہر طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے کہ حیاء ملائکہ کی صفات میں سے صفت جمیلہ ہے۔"

"قال المظهر وفيه دليل على توقير عثمان رضى الله عنه عند رسول الله ﷺ ولكن لايدل على حط منصب أبى بكر وعمر رضى الله عنهما عنده ﷺ وقلة الالتفات اليهما لأن قاعدة المحبة اذا كملت واشتدت ارتفع التكلف كما قيل اذا حصلت الألفة بطلت الكلفة"۔

''علامہ مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں جو توقیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اس پر بھی دلیل موجود ہے، لیکن یہ حدیث حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے منصب کو کم نہیں کر رہی اور نہ اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ان دونوں کی طرف توجہ کم تھی، بلکہ اگر غور کریں تو ان دونوں حضرات سے آپ کی محبت زیادہ نظر آئے گی۔

اس لئے کہ قانون محبت یہ ہے کہ جب محبت کامل ہو جاتی ہے اور زیادہ ہو جاتی ہے تو تکلف اٹھ جاتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے ''جب الفت حاصل ہو جاتی ہے تو کلفت باطل ہو جاتی ہے''۔

"قلت فانقلب الحديث دلالة على فضلهما لأنه لما كان الظاهر المتبادر عنه تعظيمه وتوقيره ذكر فى باب مناقبه"۔

''علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا مختار بیان فرماتے ہیں کہ حقیقت میں حدیث پاک تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت پر دلالت کر رہی ہے اگرچہ بظاہر جلدی جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس میں تعظیم وتوقیر کو ذکر کیا گیا ہے، اسی لئے یہ حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ذکر کی گئی ہے۔''

راقم کے نزدیک یہ حدیث تینوں خلفاء راشدین کی فضیلت پر حقیقت کے لحاظ پر مشتمل ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کامل حیاء کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی کامل محبت کا ذکر بھی موجود ہے۔ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غلبہ حیاء کی وجہ سے بے

تکلفی سے دور رہتے تھے اور شیخین کریمین یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو کمال محبت اور شدت محبت کی وجہ سے بے تکلفی حاصل ہے۔

آیئے! مشہور عادت کے تقاضا کو دیکھئے:

"الاترى ان من يراعى بكثرة التواضع يقتضى له زيادة التواضع معه وكذا اذا كان كثير الانبساط يوجب الانبساط واذا كان كثير الادب يحمل صاحبه على تكلف الادب معه"

''جب کوئی شخص کسی کی زیادہ تعظیم کرتا ہو اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہو تو اس کے سامنے اور ہی زیادہ سے زیادہ تواضع پایا جاتا ہے، جب کسی سے بے تکلفی ہو تو وہ روز بروز بے تکلفی بڑھتی چلی جاتی ہے، جب کسی کا ادب زیادہ ہو تو وہ ادب زیادہ سے زیادہ تکلف پر مبنی ہو جاتا ہے۔''

"وعلى هذا القياس سائر الأحوال من السكوت والكلام والضحك والقيام"

''یہی قیاس تمام احوال میں پایا جاتا ہے، خواہ سکوت ہو یا کلام ہو، ہنسی ہو یا قیام ہو۔''

یعنی اگر کوئی خاموش رہنے کی عادت بنا لے تو اس کی خاموشی بڑھتی جاتی ہے۔ یہی صورت کلام میں بھی پائی جائے گی، اگر کوئی ہنسنے یا ہنسانے کی عادت بنا لے تو ہو زیادہ سے زیادہ ہنستا ہی چلا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ہنساتے جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے رفیق خاص:

"عن طلحة بن عبيد الله قال قال رسول الله ﷺ لكل نبى رفيق ورفيقى يعنى فى الجنة عثمان"

''طلحہ بن عبید فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق ''یعنی جنت میں'' عثمان ہوں گے۔''

وضاحت حدیث:

(**لكل نبى رفيق**) "اى خاص" نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ ہر نبی کا رفیق ہوتا

ہے اس سے مراد رفیق خاص ہے کہ ہر نبی کا ایک خاص رفیق ہوتا ہے۔

دینی طلباء کرام توجہ فرمائیں:

"ورفیقی یعنی فی الجنة عثمان" اس جملہ میں "رفیقی" مبتداء ہے اور "عثمان" خبر ہے اور "فی الجنة" جملہ معترضہ ہے جو حضرت طلحہ وغیرہ کی تفسیر ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے جو تفسیر بیان کی ہے اس سے یہ سمجھ آرہا ہے کہ انہوں نے اعلیٰ منصب کو بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے "جنت میں رفیق خاص" ہوں گے۔ انہوں نے دنیا کی رفاقت کو اگرچہ ذکر نہیں کیا تو نفی بھی نہیں کی۔

"والأظهر أنه فی كلامه ﷺ علی سبيل الاطلاق الشامل للدنيا والعقبی جزاء وفاقا"۔

(مرقات ج۱۱)

"زیادہ ظاہر بات یہی ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی مطلق ہے جو دنیا اور آخرت کو مکمل طور پر شامل ہے، اسلئے مطلب یہی ہوگا کہ میرا رفیق خاص دنیا اور آخرت میں عثمان ہوں گے۔"

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی نبی کریم ﷺ کے رفیق خاص ہیں:

"ثم هولا ينافی كون غيره ايضا رفيقا له ﷺ كما ورد عن ابن مسعود فی رواية الطبرانی ولفظه ان لكل نبی خاصة من أصحابه وان خاصتی من أصحابی ابو بكر وعمر"۔

"حدیث مذکور سے یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی صحابی نبی کریم ﷺ کا رفیق خاص نہیں، کیونکہ طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی بیشک ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ اس کے خواص ہوتے ہیں اور بیشک میرے اصحاب میں سے میرے خواص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔"

اس سے واضح ہو رہا کہ نبی کریم ﷺ کے خاص رفیق تینوں خلفاء راشدین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ماخوذ از مرقاۃ ج۱۱ ص۳۲۱،۳۲۲)

نبی کریم ﷺ کا ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ:

"عن انس قال لما أمر رسول الله ﷺ ببيعة الرضوان كان عثمان رسول الله ﷺ الی مكة فبايع الناس فقال رسول الله ﷺ ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسوله فضرب بأحدی يديه علی الأخری فكانت يد رسول الله ﷺ خيرا من أيديهم لأنفسهم"۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہم)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ کی حیثیت سے مکہ میں گئے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی۔ انہوں نے آپ کی بیعت کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہیں، تو آپ نے اپنا ہی ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا تو رسول اللہ ﷺ کو دوسرے صحابہ کے اپنے ہاتھوں سے (عثمان کے حق میں) بہتر تھا۔"

وضاحت حدیث:

بیعت رضوان کیا ہے؟ یہ حدیبیہ کے مقام میں بیعت لی گئی تھی، صحابہ کرام نے یہ بیعت جانوں کے قربان کرنے کی کی تھی یعنی اگر جانیں قربان بھی کرنی پڑیں تو قربان کریں گے لیکن پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس بیعت کا نام "بیعت رضوان" کیوں رکھا گیا؟ اس کی وجہ در حقیقت رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فتح ۲۶:۱۸)

"تحقیق اللہ راضی ہوا مومنین سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے درخت کے نیچے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والے صحابہ کرام سے راضی ہونے کا ارشاد فرمایا تو اس کا نام ہی بیعت رضوان رکھ لیا گیا۔ یہ بیعت لینے کی وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ سے گفت وشنید کیلئے بھیجا تھا تا کہ ان سے معاملات کو طے کیا جائے' ادھر یہ خبر اڑی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا' تو آپ نے صحابہ سے بیعت لی۔

اعتراض:

بیعت لینے کی وجہ سے تو یہ پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کو علم ہی حاصل نہ ہو سکا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے۔

جواب:

یہ اعتراض حدیث کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کیا جاتا ہے' اگر حدیث پاک کا مطلب سمجھ میں آتا تو اعتراض نہ کیا جاتا۔ جب یہ بات واضح ہے کہ بیعت کا مقصد یہ تھا کہ مشرکین کو پتہ چل جائے کہ مسلمان صلح کی راہ کو کسی کمزوری کی وجہ سے اختیار نہیں کر رہے بلکہ وہ تو جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں' پھر بیعت تو ظاہری حیات والوں سے لی جا رہی تھی جو اس سے پہلے وصال کر چکے تھے ان سے بیعت تو نہیں لی جا رہی تھی۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زندہ ہونے کا آپ کو پتہ نہ ہوتا تو اپنے ہی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں لے کر ان کی طرف سے بیعت نہ کی جاتی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ زندہ ہیں۔ ان کی شہادت کی خبر غلط ہے کیا یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں نہیں آتی کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں بھیج دیا تو لوگ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو خوش قسمت ہیں کہ عمرہ کر لیں گے لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ میرے بغیر عمرہ نہیں کریں گے۔ ادھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ نے عمرہ کرنے کی اجازت بھی دے دی لیکن انہوں نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کے بغیر عمرہ نہیں کر سکتا۔

بہت واضح ہوا کہ ان کے مکہ میں جانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے جو بات پہلے ہی بتا دی وہ ہی ہوئی۔ ابھی تک کسی کو آپ کے علم میں شک ہو تو اس کی بدحواسی کا کوئی علاج نہیں۔

(ان عثمان فی حاجة الله) کا مطلب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کوئی حاجت (احتیاجی) نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کچھ عبارت محذوف ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

"ان عثمان فی حاجة دين الله ای فی نصرة دينه حيث احتاج خلقه اليه"

''کہ بیشک عثمان اللہ کے دین کی حاجت میں ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جس کے محتاج ہیں' اس کام کیلئے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی امداد کیلئے گئے ہیں۔''

دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ ''اللہ'' کا ذکر بطور تبرک ہو' اور اصل مقصود صرف ''وحاجة رسوله'' ہو یعنی وہ اللہ کے رسول کی حاجت میں ہیں۔

فائدہ جلیلہ:

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اپنے دوسرے ہاتھ میں وہ ہاتھ لے کر بیعت لی اور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے متعلق رب تعالیٰ نے یوں فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سورۃ الفتح ۲۶:۱۰)

''بیشک وہ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ صحابہ کرام کتنے خوش قسمت تھے کہ ان کے ہاتھوں پر بظاہر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھا لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوش قسمت تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔

آسان لفظوں میں یوں سمجھیں کہ نبی کریم ﷺ کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے اپنی کرم نوازی سے یوں بیان فرمادیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

غزوہ عسرہ (تبوک) میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد:

"عن عبد الرحمن بن خباب قال شهدت النبي ﷺ وهو يحث الناس على جهش العسرة فقام عثمان فقال يارسول الله ﷺ على مائة بعير بأحلاسها واقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال على مائتا بعير باحلاسها واقتابها في سبيل الله ثم حض فقام عثمان فقال على ثلاث مائة بعير باحلاسها واقتابها في سبيل الله فانا رأيت رسول الله ﷺ ينزل عن المنبر وهو يقول ما على عثمان ما عمل بعد هذه ماعمل عثمان بعد هذه۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

"عبد الرحمٰن بن خباب کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں کو ابھار رہے تھے جیش عسرہ پر تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر اللہ کی راہ میں ایک سو اونٹ ہیں بمع ان کے سامان کے، پھر آپ ﷺ نے ابھارا تو عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے کہا: مجھ پر اللہ کی راہ میں دوسو اونٹ ہیں بمع ان کے سامان کے، پھر آپ ﷺ نے ابھارا، تو عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے کہا: مجھ پر تین سو اونٹ ہیں بمع ان کے سامان کے، (راوی کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر سے اترتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے" عثمان کو کوئی ضرر نہیں اس کے بعد جو عمل کرے، آپ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔"

وضاحت حدیث:

جیش عسرہ پر ابھارنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ غزوہ تبوک کیلئے لشکر کی ترتیب اور ان کیلئے اخراجات پر صحابہ کرام کو برانگیختہ کررہے تھے۔ "غزوہ تبوک" کا نام "عسرۃ" اس لئے رکھا گیا کہ وہ غزوہ شدید گرمیوں میں ہوا۔ اس وقت قحط سالی بھی تھی لوگوں کے پاس خرچ اور پانی اور سواریاں کم تھیں، لوگوں کو اس غزوہ میں جانا بہت مشکل نظر آرہا تھا اور دشمن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی، اگرچہ دشمن کی تعداد کی زیادتی مشکل پیدا کررہی تھی، مشکل کی وجہ وہی تھی جسے ابھی ذکر کردیا گیا۔

(باحلاسها) "ای مع جلالها" یعنی ان کی جلوں کے ساتھ، اونٹوں کی پیٹھ پر ڈالنے والے کپڑے کو جل کہا جاتا ہے۔

(واقتابها) "ای رحالها" یعنی ان کے پالانوں کے ساتھ۔ راقم نے اختصار کے طور پر "بمع ان کے سامان کے" ترجمہ کیا ہے۔ یہی ترجمہ مرقاۃ میں بھی ان الفاظ سے کیا گیا۔ "بجميع أسبابها و أداتها" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مرتبہ علیحدہ تعداد کا ذکر کیا:

"فالتزم عثمان رضي الله عنه في كل مرتبة بحكم رتبة المقام ففي المقام الأول ضمن مائة واحدة وفي الثاني مأتين وفي الثالث ثلاث مائة فالمجموع ست مائة"

"یعنی آپ نے پہلی مرتبہ اپنے آپ پر ایک سو اونٹ دینے لازم کئے، دوسری مرتبہ دو سو اونٹ کی ذمہ داری اٹھائی اور تیسری مرتبہ تین سو اونٹ کی ذمہ داری اٹھائی، یعنی کل چھ سو اونٹوں کی نذر مانی۔"

نبی کریم ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد عثمان پر کوئی حرج نہیں جو بھی عمل کریں۔

"وفيه اشارة الى بشارة له بحسن الخاتمة"
(مرقات ج۱۱ص۳۲۲،۳۲۳)

"اس سے آپ نے حضرت عثمان کو ان کے حسن خاتمہ کی بشارت دی۔"

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کو لوگوں

کی موت وحیات اوراز: کے خاتمہ کا علم عطاء کیا گیا تھا کہ اس شخص کا خاتمہ کیسے ہوگا؟

خیال رہے کہ دوسری حدیث پاک میں ایک ہزار دینار دینے کا ذکر بھی ہے' چونکہ آپ نے غزوہ تبوک کے ایک تہائی لشکر کو تیار کیا تھا اس پر جتنا مال خرچ ہوا وہ آپ نے مختلف مراحل میں دیا' اس لئے آپ کے مال دینے کا ذکر بھی مختلف طور پر ملتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت کئی مواقع پر:

"عن ثمامة بن حزن القشيری قال شهدت الدار حين أشرف عليهم عثمان فقال انشدكم الله والاسلام هل تعلمون ان رسول الله قدم المدينة وليس بها ماء يستعذب غير بئر رومة فقال من يشتری بئر رومة يجعل دلوه مع دلاء المسلمين بخيرله منها فی الجنة فاشتريتها من صلب مالی وانتم اليوم تمنعونی ان أشرب منها حتی أشرب من ماء البحر فقالوا اللهم نعم فقال انشدكم الله والاسلام هل تعلمون ان المسجد ضاق بأهله فقال رسول الله ﷺ من يشتری بقعة آل فلان فيزيدها فی المسجد بخير له منها فی الجنة فاشتريتها من صلب مالی فانتم اليوم تمنعوننی ان أصلی فيها ركعتين فقالوا اللهم نعم قال انشدكم الله والاسلام هل تعلمون انی جهزت جيش العسرة من مالی

''ثمامہ بن حزن قشیری نے کہا: میں حضرت عثمان کے گھر حاضر ہوا جس میں محاصرین نے آپ کو گھیرے میں لیا ہوا تھا' آپ نے ان کے سامنے آ کر کہا: میں تم سے اللہ اور اسلام کے حقوق کا واسطہ دے کر یہ پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو بے شک رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ میں آئے تو وہاں سواء بئر رومہ کے کوئی میٹھا پانی نہ تھا، تو آپ نے فرمایا کون ہے جو بئر رومہ کو اپنے مال سے خرید کر اس کے ڈول کو مسلمانوں کے ڈولوں سے ملادے (یعنی مسلمانوں کیلئے اسے وقف کردے) اس کے بدلے اسے جنت ملے گی، تو میں نے اپنے ذاتی مال سے خریدا جس سے تم آج مجھے روک رہے ہو (ان لوگوں نے یزیدیوں کی طرح ہی آپ کا پانی بند کر رکھا تھا) یہاں تک کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں' ان سب نے کہا: اے اللہ! ایسا

قالوا اللهم نعم قال انشدكم الله والاسلام هل تعلمون ان رسول الله ﷺ كان علی ثبير مكة ومعه أبوبكر وعمر وأنا فتحرك الجبل حتی تساقطت حجارته بالحضيض فركضه برجله قال اسكن ثبير فانما عليك نبی وصديق وشهيد ان قالو اللهم نعم قال الله اكبر شهدوا ورب الكعبة انی شهيد ثلاثا"۔

(رواہ الترمذی' والنسائی' والدارقطنی' مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

ہی ہے' پھر آپ نے فرمایا: میں تم سے اللہ اور اسلام کے حقوق کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں' کیا تم جانتے ہو کہ بے شک مسجد تنگ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو فلاں شخص کی جگہ کو اپنے مال سے خرید کر مسجد میں ملادے' اس کے بدلے اسے جنت ملے گی' تو میں نے اسے اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد سے ملادیا۔ آج تو مجھے اس میں دو رکعت ادا کرنے سے روک رہے ہو' تو سب نے کہا: اے اللہ! ایسے ہی ہے۔

پھر آپ نے کہا: میں تم سے اللہ اور اسلام کے حقوق کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے غزوہ تبوک کے لشکر (جیش عسرہ) کو اپنے مال سے تیار کیا' تو انہوں نے کہا: اے اللہ! ایسے ہی ہے' پھر آپ نے کہا: میں تم سے اللہ اور اسلام کے حقوق کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ بے رسول اللہ ﷺ مکہ کے ثبیر پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر' عمر اور میں تھا تو پہاڑ نے حرکت کی (جھوما) یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے گرنے لگے، حضور ﷺ نے فرمایا: اے ثبیر! رک جا' بیشک تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں' انہوں نے کہا: اے اللہ! ایسے ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر'' تم سب گواہ بن جاؤ! قسم ہے رب کعبہ کی کہ میں شہید (ہونے والا) ہوں۔ یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

وضاحت حدیث:

(حين اشرف عليهم عثمان)" ای اطلع

آپ ان پر جلوہ گر ہوئے ان کے سامنے

علیھم ای الذین قصدوا قتلہ" آئے جو آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔"

آپ نے ہر سوال سے پہلے کہا: (انشد کم اللہ والاسلام) "انشد کم" میں شین پر ضمہ ہے اور "اللہ والاسلام" دونوں منصوب ہیں، معنی اس کا یوں بیان کیا گیا ہے۔ "اسألکم باللہ ای بحقھما" میں تم سے اللہ اور اسلام کے حقوق کی وجہ سے پوچھتا ہوں۔

راقم نے آسان الفاظ میں ترجمہ کیا "میں تم سے اللہ اور اسلام کے حقوق کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔

(یجعل دلوہ مع دلاء المسلمین) "وھو کنایۃ عن الوقف العام وفیہ دلیل علی جواز وقف السقایات وعلی خروج الموقوف عن ملك الواقف"

"اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈول سے ملانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وقف عام کر دو۔ اور یہ مسئلہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ وقف چیز پر وقف کرنے کی ملکیت باقی نہیں رہتی، اور یہ مسئلہ بھی سمجھ میں آیا کہ پینے کے کنوئیں اور تالاب وغیرہ کو وقف کرنا جائز ہے۔"

بئر رومہ بنی غفار کے ایک شخص کا تھا جو اس کا پانی بیچا کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اسے خرید کر وقف کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بدلے جنت دینے کا وعدہ کیا تو پتہ چلا کہ جنت دینے کا بھی آپ کو اختیار دیا گیا تھا۔

بئر رومہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پینتیس ہزار درہم سے خرید کر وقف کیا۔ مسجد نبوی کیلئے جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم سے خرید کر وقف کی۔

جیش عسرہ کو تیار کرنے کا مطلب پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے تہائی حصہ لشکر تیار کیا تھا۔ بعض روایات میں اس سے بھی زیادہ کو تیار کرنے کے متعلق ذکر ملتا ہے۔ "ثبیر" مکہ اور مزدلفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے۔ باقی حدیث کا مطلب ترجمہ سے واضح ہے۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۲۵ تا ۳۲۷)
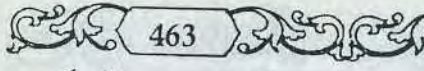
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مخالفین کی طرف سے چند اعتراض اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب:

"عن عثمان بن عبد اللہ بن موھب قال جاء رجل من أھل مصر یرید حج البیت فرأی قوما جلوسا فقال من ھؤلاء القوم قالوا ھؤلاء قریش قال فمن الشیخ فیھم قالوعبد اللہ بن عمر قال ابن عمر انی سائلك عن شئ فحدثنی ھل تعلم ان عثمان فریوم احد قال نعم قال ھل تعلم انہ تغیب عن بدرولم یشھدھا قال نعم قال ھل تعلم ان تغیب عن بیعۃ الرضوان فلم یشھدھا قال نعم قال اللہ اکبرقال ابن عمر تعالی ابین لك أما فرارہ یوم أحد فاشھد ان اللہ عفاعنہ واما تغیبہ عن بدر فانہ کانت تحتہ رقیۃ بنت رسول اللہ ﷺ وکانت مریضۃ فقال لہ رسول اللہ ﷺ ان لك أجر رجل فمن شھد بدرا وسھمہ وأما تغیبہ عن بیعۃ الرضوان فلو کان أحد اعز ببطن مکۃ من عثمان لبعثہ فبعث رسول اللہ ﷺ فبعث رسول اللہ ﷺ عثمان وکانت بیعۃ الرضوان بعد ما ذھب عثمان الی مکۃ فقال رسول

عثمان بن عبد اللہ بن موہب فرماتے ہیں: ایک شخص اہل مصر سے آیا، بیت اللہ شریف کے حج کا ارادہ رکھتا تھا، اس نے ایک قوم کو بیٹھے ہوا دیکھا تو اس نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ اسے بتایا گیا یہ قریش ہیں۔ پھر اس نے پوچھا: ان میں شیخ (بزرگ) کون ہیں؟ اسے بتایا گیا یہ عبداللہ بن عمر ہیں۔ اس نے کہا: اے ابن عمر! میں تم سے چند سوال کرتا ہوں مجھے ان کا جواب دو۔ (آپ نے اسے اجازت دی) اس نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم جانتے ہو کہ عثمان غزوۂ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر اس نے کہا کیا تمہیں پتہ ہے کہ وہ بیعت رضوان میں غائب تھے؟ آپ نے کہا: ہاں۔ اس شخص نے (بڑے تعجب سے) کہا: اللہ اکبر (یعنی جیسے میں چاہتا تھا ایسا ہی جواب مل گیا) حضرت ابن عمر نے کہا: آؤ! میں تمہیں وضاحت سے بتاؤں۔ غزوہ احد کے دن بھاگنے کی جو بات ہے اس پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی

"الله ﷺ بیده الیمنی هذه ید عثمان فضرب بها علی یده وقال هذه لعثمان ثم قال ابن عمر اذهب بها الآن معك"۔

(رواہ البخاری، مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا یعنی وقتی طور پر پسپا ہونے والے ایک عثمان نہیں تھے بلکہ کئی صحابہ کرام تھے اور سب کی معافی کا رب تعالیٰ نے اعلان فرما دیا: "اور تحقیق اللہ نے اس کو معاف فرما دیا۔"

جہاں تک بدر سے غائب ہونے کی بات ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی زوجیت میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ تھی، جس کی وجہ سے خود نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ تم مدینہ طیبہ میں ہی رہو، بدر کا میں شریک ہونے کا تمہیں اجر و ثواب بھی حاصل ہوگا، اور بدر کے مال غنیمت میں تمہارا حصہ ہوگا۔ (غزوہ بدر میں حضرت عثمان کا نہ شریک ہونا نبی کریم ﷺ کے حکم سے ایسا ہی تھا جیسا غزوہ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر نہیں تھے لیکن ان کو بھی مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم خود نبی کریم ﷺ نے دیا تھا)۔

جہاں تک بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں اگر کسی اور کی عزت عثمان سے زیادہ ہوتی تو آپ اسے بھیج دیتے لیکن مکہ والوں کے نزدیک آپ کی زیادہ عزت تھی۔ اس لئے ان سے بات چیت کرنے اور معاملات کو طے کرنے کیلئے آپ کو بھیجا گیا، اگرچہ بظاہر آپ بیعت رضوان میں شریک نہیں تھے لیکن (حقیقت میں آپ کی بیعت سب سے اعلیٰ تھی، اسلئے کہ) نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لے کر فرمایا یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔

یہ جواب دینے کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالف شخص کو فرمایا: "اذهب بها الآن معك" اب یہ جوابات اپنے ساتھ لے جاؤ "فانه لا یضرنا بل یضرك" تیرے سوالات سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ تیرا ہی نقصان ہوا، بات ہماری ہی بنی تیری نہ بنی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح (یکے بعد دیگرے) رب کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا:

"عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ان الله أوحی الی ان ازوج کریمتی عثمان بن عفان اخرجه الطبرانی"۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۲۹)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ میں اپنی دو کریم بیٹیوں کا (یکے بعد دیگرے) نکاح عثمان بن عفان سے کروں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومیت میں شہید ہونے کی خبر نبوی:

"وعن ابن عمر قال ذکر رسول الله ﷺ فتنة فقال یقتل هذا فیها مظلوما لعثمان"۔ (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن غریب اسناداً، مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فتنہ کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ ان فتنوں میں عثمان کو مظلوم ہونے میں شہید کر دیا جائے گا۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلافت چھیننے کی کوشش کی خبر مصطفوی ﷺ:

"وعن عائشة ان النبی ﷺ قال یا عثمان أنه لعل الله یقمصك قمیصا فان ارادوك علی خلافه فلا تخلعه لهم"۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ مشکوۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عثمان بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، تو اگر وہ تم سے وہ قمیص اتارنے کی کوشش کریں تو ان کے کہنے پر نہ اتارنا۔"

"والمراد خلعة الخلافة" قمیص پہنانے سے مراد خلافت کا جوڑا ہے۔ ان کے قمیص اتروانے کی کوشش کا مطلب یہ ہے:

"والمعنی ان قصدوا عزلك فلا تعزل نفسك" "کہ اگر وہ تمہیں معزول کرنے کا ارادہ کریں

عن الخلافة لا جلهم لكونك على الحق وكونهم على الباطل".
(مرقاۃ ج ۱۱ص ۳۲۸)

تو تم ان کے کہنے پر خلافت سے خود بخود معزول نہ ہونا، اس لئے کہ تم حق پر ہو گے وہ باطل پر ہوں گے۔"

چوتھے درجہ کی فضیلت رکھنے والے چوتھے خلیفہ کے متعلق احادیث مبارکہ:

چوتھے درجہ میں فضیلت رکھنے والے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اجماع سے ثابت ہے اور قدرتی طور پر آپ کو خلافت میں بھی چوتھا درجہ حاصل ہے۔ آپ کے متعلق گذشتہ اوراق میں کافی تذکرہ ہو چکا ہے، اور احادیث مبارکہ بھی کافی حد تک ذکر ہو چکی ہیں۔ اب چند احادیث بطور تبرک ذکر کی جارہی ہیں:

"عن زربن حبيش قال قال علي رضي الله عنه والذي فلق الحبة وبرأ النسمة انه لعهد النبي الأمي ﷺ الي ان لايحبني الا مؤمن ولايبغضني الا منافق".
(رواہ مسلم، مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

"زر ابن حبیش نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور ذی روح کو پیدا کیا: بیشک نبی امی ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا' سوائے کامل مومن کے' اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا سوائے منافق کے۔"

وضاحت حدیث:

(فلق الحبة) "ای شقها وأخرج النبات منها" دانے کو پھاڑنے کا مطلب

یہ ہے کہ دانے کو پھاڑ کر پودے پیدا کئے۔

(وبرأالنسمة) "ای خلق كل ذات روح" اور اس نے ذی روح چیز کو پیدا کیا۔

(أنه) ای الشان (العهد النبي الأمي الي) "ای اكد ذلك وبالغ علي حتى كأنه عهد الي".

"یعنی نبی کریم ﷺ نے مجھ سے تاکید فرمائی اور مبالغہ فرمایا آپ نے ارشاد فرمایا' وہ پختہ حکم تھا گویا کہ مجھ سے وعدہ کیا۔"

(ان لايحبني) والمعنى لا يحبني حبا مشروعا مطابقا للواقع من غير زيادة ونقصان ليخرج النصيري والخارجي (الامؤمن) اى كامل الايمان فمن أبغض الشيخين مثلا فما احبه حبا مشروعا"

"کہ میرے ساتھ کوئی محبت نہیں کرے گا سوائے کامل مومن کے' مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جائز شریعت کے مطابق محبت جس میں نہ زیادتی ہو اور نہ نقصان' ایسی محبت صرف کامل مؤمن ہی کرے گا۔ نصیری رافضی کی محبت بھی غیر شرعی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت میں مبالغہ کرتا ہے، اور خارجی کا طریقہ بھی شریعت سے دور ہے کیونکہ وہ آپ کی محبت میں کمی کرتا ہے، بلکہ وہ آپ سے محبت کرتا ہی نہیں۔"

جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھے اس کی محبت علی کو بھی شریعت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ (مرقاۃ ۹ ج ۱۱ص ۳۲۷)

غزوۂ تبوک میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو مدینہ طیبہ میں جانشین مقرر کیا:

"عن سعد بن ابي وقاص قال قال رسول الله ﷺ لعلي انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لانبي بعدي".

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم میرے اس طرح (خلیفہ) ہو جس

(بخاری و مسلم، مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

طرح ہارون موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بنے، مگر بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

وضاحت حدیث:

(**انت منی بمنزلة هارون من موسی**، تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تھے) کا وسیع مطلب ہے:

"یعنی فی الآخرة وقرب المرتبة و المظاهرة به فی أمرین كذا قاله شارح من علمائنا"۔

یعنی آخرت میں تمہیں میرا قرب حاصل ہو گا، مراتب میں تمہیں میرا تقرب حاصل ہو گا، اور امر دین کے ظاہر کرنے میں تمہیں میرا تقرب حاصل ہو گا۔ شارحین اہل علم نے یہی بیان کیا۔"

لیکن جب اس ارشاد کا موقع و محل دیکھا جائے تو وہ معنی درست نظر آئے گا جو راقم نے کیا ہے۔

آیئے! شارحین کا تحقیقی خوبصورت تبصرہ دیکھیے:

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد غزوہ تبوک کی طرف جاتے وقت فرمایا:

"وقد خلف علیا رضی الله عنه علی أهله وأمره بالأقامة فیه"

"کیونکہ آپ نے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اہل میں خلیفہ (جانشین) بنایا، اور حکم دیا کہ تم نے اہل میں (مدینہ طیبہ میں) ہی رہنا ہے۔"

منافقین کی چال:

"فارجف به المنافقون وقالوا ماخلفه الا استثقالا له وتخففا منه"

"منافقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شک میں ڈالنے کی یہ چال چلی کہ نبی کریم ﷺ نے

اپنے ساتھ حضرت علی کو لے جانے میں بوجھ سمجھا، اس بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے انہیں مدینہ میں چھوڑ دیا۔

حقیقت میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کیلئے بوجھ بن رہے تھے کیونکہ منافقانہ وجہ سے غزوہ تبوک میں نہ جانے اور پیچھے رہ جانے والوں کو معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے وہ اپنی من مانی نہیں کر سکیں گے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منافقوں کے کلام کا بظاہر اثر ہوا۔ آپ نے اپنے ہتھیار لئے تا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل جائیں۔

نبی کریم ﷺ مقام جرف پر پہنچ چکے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! منافق تو اس اس طرح باتیں کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میں تمہیں (مدینہ طیبہ) میں اپنی اہل میں اپنا جانشین بنایا تو تم واپس لوٹ جاؤ، میری اہل میں اور اپنی اہل میں میرے خلیفہ بن کر رہو۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس لوٹ کر آ گئے) نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

"یا علی أما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی" تأول قول الله سبحانه وقال موسی لأخیه هارون اخلفنی فی قومی"۔

"اے علی! کیا تجھے پسند نہیں کہ تم میرے ایسے ہی خلیفہ بن کر رہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بن کر رہے، یہ اصل میں اشارہ تھا ارشاد باری تعالیٰ کی طرف (ترجمہ) اور کہا: موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو تم میرے خلیفہ بن کر رہو میری قوم میں۔"

"والمستدل بهذا الحدیث علی ان الخلافة كانت له بعد رسول الله ﷺ زائغ عن منهج الصواب فان الخلافة فی الأهل فی حیاته لاتقتضی الخلافة فی الأمة بعد مماته"۔

"اس حدیث سے اگر کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ اس حدیث سے یہ سمجھ آ رہا ہے کہ خلافت رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے بلافصل ہو گی تو اس کی یہ سوچ

سیدھی راہ سے ہٹ کر ہوگی، کیونکہ اپنی زندگی میں نبی کریم ﷺ کا اپنی اہل میں خلیفہ بنانا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ آپ کے وصال کے بعد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آپ کے خلیفہ بلافصل ہوں گے۔"

"ولاحجة فی الحدیث لأحد منهم بل فیه اثبات فضیلة لعلی ولاتعرض فیه لکونه أفضل من غیره ولیس فیه دلالة علی استخلافه بعده لأن النبی ﷺ انما قال هذا حین استخلفه علی المدینة فی غزوة تبوك ویؤید هذا ان هارون المشبه به لم یکن خلیفة بعد موسی لأنه توفی قبل وفاة موسی أربعین سنة وانما استخلفه حین ذهب لمیقات ربه لمناجات"

"اس حدیث پاک سے ان لوگوں کو کوئی دلیل نہیں مل سکتی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل کہتے ہیں۔ہاں! البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے لیکن یہ فضیلت بھی ذاتی' اس سے تم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آپ کو اپنے بغیر سب پر فضیلت حاصل تھی۔(کیونکہ تین خلفاء راشدین کی آپ پر فضیلت بیان کی جا چکی ہے)اس حدیث پاک سے نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر دلیل قائم نہ کر سکنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد گرامی غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ بنانے کے وقت کا ہے' وہ خلافت زندگی میں تھی' وصال کے بعد خلافت مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی۔ان کو حضرت موسی علیہ السلام نے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کے لئے جاتے وقت خلیفہ بنایا تھا وہ بھی ان کے زندگی میں خلیفہ تھے' وفات کے بعد نہیں کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے ہوئی۔

"الا انہ لا نبی بعدی" ارشاد فرما کر فرق بیان کر دیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام مستقل

نبی تھے' نبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے' صرف قوم کی نگہبان اور دیکھ بھال کیلئے خلیفہ مقرر ہوئے تھے وہ بھی ان کے واپس آنے کے بعد انہوں نے اپنے امور خود سنبھال لئے تھے۔

"وخلاصته ای الخلافة فی حیاته لاتدل علی الخلافة الکلیة بعد مماته لاسیما وقد عزل عن تلك الخلافة برجوعه ﷺ الی المدینة"

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے غزوہ تبوک میں جانے کے بعد مدینہ طیبہ میں خلیفہ تھے لیکن نبی نہیں تھے۔وہ خلافت جزئیہ تھی جو صرف نبی کریم ﷺ کی حیات میں چند دنوں کیلئے تھی اس سے آپ کے وصال کے بعد خلافت کلیہ ثابت نہیں کی جا سکتی، خاص کر کے یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ طیبہ میں لوٹنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت سے معزول ہو گئے تھے۔"

فائدہ:

اسی حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہو گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو آپ کی نبوت ختم نہیں ہوگی' بلکہ آپ نبی ہی ہوں گے لیکن نبی کریم ﷺ کی امت میں داخل ہونے کی وجہ سے آپ کی شریعت کے احکام جاری فرمائیں گے۔اپنی شریعت کے احکام جاری نہیں کریں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد وہ نئے نبی کے طور پر نہیں تشریف لائیں گے' نبی ہونے کے باوجود امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔(ماخوذ از مرقاۃ ج۱۱ص۳۴۴)

"وعن انس قال کان عند النبی ﷺ طیر فقال اللهم ائتنی بأحب خلقك الیك

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندہ (بھنا ہوا) تھا' آپ

یأکل معی هذا الطیر فجاءه علی فأکل معه"۔
(رواه الترمذی وقال ہذاحدیث غریب، مشکوۃ ج۱ص۳۴۳)

نے دعا فرمائی: اے اللہ! میرے پاس وہ شخص آئے جو تیری مخلوق میں سے تیری طرف محبوب ہو، وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے تو انہوں نے آپ کے ساتھ کھایا۔"

حدیث کی سند پر کلام:

"قال ابن الجوزی موضوع وقال الحاکم لیس بموضوع وفی المختصر قال له طرق کثیرة کلهاضعیفة"

"ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں بیان کیا کہ یہ حدیث موضوع نہیں، مختصر میں بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ متعدد طرق سے ثابت ہے لیکن وہ سب ضعیف ہیں۔"

راقم کا ناقص گمان یہ ہے کہ متعدد طرقِ ضعیفہ سے ثابت ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ ہے۔ حسن لغیرہ سے احکام بھی ثابت ہو جاتے ہیں، فضائل تو یقیناً ثابت ہوں گے، صرف ضعیف کوئی ثابت کرے تو پھر بھی فضائل تو ثابت ہوں گے۔ اس لئے کہ ضعیف حدیث فضائل ثابت کرنے میں معتبر ہے۔ جہاں تک ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تعلق ہے کہ حدیث موضوع ہے، اس کو تو مستدرک سے رد کیا گیا۔ تمام بحث کا مطلب یہ ہے کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت تحقیقی عقیدہ ہی راقم کا عقیدہ ہے:

"قال الامام التوربشتی نحن وان کنا لانجهل بحمد الله فضل علی رضی الله عنه وقدمه وسوابقه فی الاسلام واختصاصه برسول الله ﷺ لقرابة القریبة ومؤاخاته ایاه فی الدین ونتمسك من حبه بأقوی وأولی مما یدعیه الغالون فیه"

"علامہ امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیشک ہم بحمد اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے اسلام لانے میں سبقت حاصل کرنے کو، اور ان کو نبی کریم ﷺ کی قربت قریبہ کی خصوصیت، اور ان کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ دین میں مواخات (بھائی چارے) سے نہ ہی جاہل ہیں، نہ غافل ہیں، نہ ہی منکر ہیں، بلکہ غالی لوگ جو شریعت کے مخالف طریقے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں ہم ان سے زیادہ اور بہتر محبت کرتے ہیں جو شریعت کے عین مطابق ہوتی ہے، اجماعِ امت کے مطابق ہوتی ہے۔"

ہمارا عقیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی اولیت پر وہی ہے جو صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے:

"خلافة ابی بکر رضی الله عنه التی هی أول حکم اجمع علی المسلمون فی هذه الأمة وأقوم عماد أقیم به الدین بعد رسول الله ﷺ فنقول وبالله التوفیق هذا الحدیث لایقاوم ماأوجب تقدیم أبی بکر رضی الله عنه"۔

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے مسلمانوں کا اسی حکم پر اجماع ہوا، اس مسئلے پر اجماع کرنے والے دین کے ستون تھے، کیونکہ صحابہ کرام ہی تو وہ حضرات تھے جن کے ساتھ دین کا قیام تھا، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہم حق بات کرتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقدیم کا ذکر ہے۔"

پھر اس حدیث کی سند میں بھی اختلاف ہے جو ذکر کر دیا گیا ہے لیکن حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ کی تقدیم وافضلیت پر دلالت کرنے والی احادیث کی اسناد میں بھی کوئی کلام نہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی روایت اور آپ کی فضیلت پر اجماع ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر اور آپ کی اول درجہ کی افضلیت اجماع کے خلاف ہے۔ اجماع کے مطابق ہی عقیدہ رکھنا صحیح ہے، اور اجماع کے خلاف عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۴۳)

"وعن علی رضی اللہ عنہ قال کنت اذا سألت رسول اللہ ﷺ اعطانی واذا سکت ابتدائی۔" (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب، مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا تھا تو مجھے عطا فرماتے تھے اور جب میں خاموش رہتا تھا تو آپ ابتداء فرماتے تھے۔''

وضاحت حدیث:

(أعطانی) ای المسئول أو جوابہ" یعنی میں مال طلب کرتا تو آپ مجھے مال عطاء فرماتے اور اگر کوئی مسئلہ طلب کرتا تو آپ اس کا مجھے جواب دیتے۔

(واذاسکت ابتدائی) "ای بالتکلم أو الأعطاء" اور جب میں خاموش رہتا تو آپ ابتداء فرماتے یعنی اگر میں کوئی بات نہ کرتا۔ کوئی مسئلہ نہ پوچھتا تو آپ خود ہی میرے ساتھ کلام کرنے کی ابتداء کرتے اور اگر میں آپ سے کوئی مال طلب نہ کرتا تو آپ خود ہی عطاء فرمادیتے تھے۔

حسن ادب کیا ہے؟

"ففیہ اشعار بأن حسن الأدب ھو السکوت وتفویض الأمر الموجب للتعظیم المتفرغ علیہ الاقبال المنتج للأعطاء أولاً"

''حدیث پاک سے فائدہ یہ حاصل ہو رہا ہے کہ حسن ادب (اچھا ادب) یہ ہے کہ خاموش رہے، اپنے معاملات اس شخص کے سپرد کردے جو واجب التعظیم ہے کہ وہ خود

ہی اس کی طرف خالص توجہ کرے، مال دے یا نہ دے۔ ہاں! مہربان کی توجہ عطا سے کہیں بہتر ہے، توجہ بھی ہو اور عطا بھی ہو تو کیا ہی خوب ہے۔''

رب تعالیٰ کا ذکر مانگنے سے بہتر ہے:

ویؤیدہ حدیث "من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین"

''اس مسئلہ پر حدیث قدسی ہے ''رب تعالیٰ نے فرمایا'' جس شخص کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے پھیرے رکھے، اسے میں اس سے بہتر دیتا ہوں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔''

"ومما یدل علی کرمہ وزھدہ ماذکرہ اصحاب المناقب عن علی رضی اللہ عنہ قال لقد رأیتنی مع رسول اللہ ﷺ وانی لأربط الحجر علی بطنی من الجوع وان صدقتی الیوم اربعون ألفا"۔

''اسی حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صفت کرم بھی حاصل تھی اور زہد بھی حاصل تھا۔ آپ کے مناقب میں یہ آتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے بھی دیکھا، اور آج میرا صدقہ چالیس ہزار (درہم) ہے۔''

"وربما یتوھم متوھم ان مال علی رضی اللہ عنہ تبلغ زکوتہ ھذا القدر ولیس کذالک فأنہ کان ازھد الناس"

''اگرچہ بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ پر اس وقت چالیس ہزار درہم زکوۃ لازم تھی، لیکن علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول درست نہیں کیونکہ آپ دوسرے لوگوں سے زیادہ زاہد (یعنی قناعت کرنے والے) تھے۔''

اس لئے اس کا معنی یہ معتبر ہوگا کہ آج میرا مال چالیس ہزار درہم تک پہنچ گیا ہے

جس سے میں صدقہ کر رہوں۔ (ماخوذ از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۴۴)

"عن سهل بن سعد ان علی ابن ابی طالب دخل علی فاطمة فأخبرها فقالت اذهب الی فلان الیهودی فخذلنا به دقیقا فجاء الی الیهودی فاشتری به دقیقا فقال الیهودی انت ختن هذالذی یزعم انه رسول الله؟قال نعم قال فخذ دینارك ولك الدقیق فخرج علی رضی الله عنه حتی جاء به فاطمة فأخبرها فقالت اذهب الی فلان الجزار فخذ لنا بدرهم لحما فذهب فرهن الدینار بدرهم علی لحم فجاء به فعجنت ونصبت وخبزت فأرسلت الی أبیها فجاءهم فقالت یارسول الله اذکرلك فان رأیته حلالا وأكلت من شانه كذا،قال كلوا باسم الله فأكلوا فبینماهم مكانه اذاغلام ینشد الله والاسلام لدینار فأمررسول الله ﷺ فدعی له فسأله فقال سقط منی فی السوق فقال النبی ﷺ یا علی اذهب الی الجزار فقل ان رسول الله ﷺ یقول لك أرسل الی بالدینار ودرهمك علی فارسل به فدفع الیه فأخرجه ابوداود۔

(منقول از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۴۴)

''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (گھر) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما رو رہے تھے، تو آپ نے پوچھا یہ دونوں کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا بھوک کی وجہ سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے نکل گئے تو آپ کو بازار میں ایک دینار مل گیا۔ آپ وہ دینار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے، ان کو (دینار کے ملنے کی) خبر دی، حضرت فاطمہ نے کہا فلاں یہودی کے پاس جاؤ اس سے آٹا خرید لاؤ، یہودی (کے پاس گئے اس) نے کہا تم تو اس شخص کے داماد ہو جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول گمان کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا اپنا دینار واپس لے لو اور آٹا لے جاؤ، آپ واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا فلاں قصاب کے پاس جاؤ ایک درہم کا اس سے گوشت خرید لاؤ، آپ قصاب کے پاس گئے، دینار اس کے پاس رہن رکھا اور ایک درہم کا گوشت خریدا (یعنی درہم تمہیں

ادا کر کے اپنا دینار لے جاؤں گا) آپ نے گوشت لایا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا گوندھا اور ہنڈیا کو چولہے پر چڑھایا، اور روٹیاں پکائیں، اور اپنے باپ (نبی کریم ﷺ) کی طرف پیغام بھیجا، آپ تشریف لے آئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو واقعہ بتاتی ہوں، معاملہ اس کھانے کا اس اس طرح ہے، آپ بتائیں کیا یہ ہمارے لئے حلال ہے یا نہیں؟ اگر حلال ہے تو ہم بھی کھالیں اور آپ بھی کھالیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ جب سب نے کھالیا تو باہر ایک غلام (نوجوان) کو اعلان کرتے ہوئے سنا، وہ گلیوں میں اعلان کر رہا ہے: اللہ اور اسلام کے حق کا واسطہ اگر کسی کو میرا دینار ملا ہو تو وہ دے دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے بلاؤ، اس سے پوچھا تو اس نے بتایا: کہ میرا ایک دینار کہیں بازار میں گر گیا، اسے تلاش کر رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا قصاب کے پاس جاؤ، اسے کہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دینار واپس کر دو، تمہارا درہم ادا کرنا میرے ذمہ ہے، اس نے دینار واپس کر دیا اس شخص کو دے دیا گیا جو تلاش کر رہا تھا۔

مقام توجہ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھر والوں پر اس وقت اضطرار کی حالت تھی، اس حالت میں ان کیلئے گری ہوئی چیز ملنے پر خرچ کرنا جائز تھا کہ مالک کے ملنے پر ادا کرنا لازم ہوگا، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس طعام کے کھانے کی اجازت دی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ دینار محفوظ تھا جو قصاب کے پاس بطور رہن رکھا گیا تھا کہ ضرورت کے وقت یہ واپس لے لیا جائے گا، اسی لئے مالک کے ملنے پر وہ واپس کر دیا گیا۔

"وعن علی قال قال لی رسول الله ﷺ فیك مثل من عیسی ابغضته الیهود حتی بهتوا أمه وأحبته النصاری حتی نزلوه

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی ہے، یہودیوں نے ان سے بغض کیا یہاں

بالمنزلة التي ليست له ثم قال يهلك في رجلان محب مفرط يعرظني بما ليس في ومبغض يحمله شنآني على ان يبهتني۔

(رواہ احمد، مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

تک کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا، اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مرتبہ پر اتار دیا جو ان کا مرتبہ نہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ میں بھی دو قسم کے شخص ہلاک ہو گئے، ایک زیادہ محبت کرنے والا جو میری تعریف کرتا ہے جو مجھ میں نہیں اور ایک مجھ سے بغض رکھنے والا جو میرے دشمنوں کو مجھ پر بہتان باندھنے پر ابھارتا ہے۔''

وضاحت حدیث:

اس حدیث کے راوی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ارشاد رسول اللہ ﷺ کا ہے، دو فرقے بن گئے۔ ایک فرقہ یہود کا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض رکھا کہ معاذ اللہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں یہ تینوں وصف نہیں پائے گا۔ آپ نے تو پنگھوڑے کی عمر میں ہی اعلان کر دیا تھا ''انی عبداللہ'' بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں۔

راقم کو نبی کریم ﷺ کے ارشاد "حتی انزلوہ بالمنزلة التی لیست له" سے ایک عجیب بات نظر آئی کہ عیسیٰ علیہ السلام سے عیسائیوں نے بظاہر محبت کی اور اپنے خیال میں ان کو اوپر چڑھایا لیکن ان کے جب وہ اوصاف بیان کئے جو ان میں نہیں تھے تو حقیقت میں ان کو اپنے حقیقی مرتبہ سے انہوں نے نیچے اتار دیا۔ اس لئے جو اوصاف کسی میں نہ پائے جائیں وہ بیان کرنا راقم کے نزدیک اس کی تعریف نہیں، بلکہ توہین ہے۔

نبی کریم ﷺ نے "حتی انزلوہ" فرمایا لیکن "حتی ارفعوہ" نہیں فرمایا اور نہ ہی ''حتی واقاموا'' فرمایا۔ خیال رہے یہ مذکورہ بالا سوچ راقم کی ہے، کوئی ضروری نہیں کہ کوئی

دوسرا اس سے اتفاق کرے۔

(ثم قال) ای علی موقوفا (یهلك فی) ای یضل فی حقی (رجلان) ای احدهما رافضی والآخر خارجی"۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ میرے حق میں بھی دو شخص ہلاک ہو گئے، ایک رافضی اور دوسرا خارجی۔''

(محب مفرط) "ای مبالغ عن الحد (یقرظنی) بکسر الراء المشددة ای یمدحنی (بما لیس فی) ای بتفضیلی علی جمیع الصحابة أوعلی الانبیاء او باثبات الألوهية كطائفة النصيرية"۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک برباد ہونے والا شخص جو مجھ سے حد سے زیادہ محبت کرنے والا ہے اور میری تعریف اس طرح کرتا ہے جو کمال مجھ میں نہیں یعنی مجھے تمام صحابہ سے فضیلت دینے والا بھی برباد ہو گیا اور مجھے انبیاء پر فضیلت دینے والا بھی تباہ و برباد ہو گیا اور مجھ میں الوہیت ثابت کرنے والا تباہ ہو گیا جیسے نصیریہ فرقہ کہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدا حلول کئے ہوئے ہے معاذ اللہ۔''

راقم کو یہاں بھی یہی سمجھ آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت بیان کرنا جو آپ میں نہیں، آپ کو اپنے منصب سے نیچے اتارنا لازم آتا ہے، وہ آپ کی شان نہیں بلکہ آپ کی توہین ہے۔

(ومبغض) "وانما لم یقل هنا مفرط لأن البغض بأصله ممنوع بخلاف أصل الحب فأنه ممدوح (یحمله) ای یبعثه ویسکن (شنآنی) بفتحتین ویسکن الثانی وحکی ترك الهمزة ای عداوتی (علی ان یبهتنی)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے حق میں دوسرا وہ شخص برباد ہو گیا جو مجھ سے بغض رکھتا ہے، وہ میرے دشمنوں کو مجھ پر بہتان باندھنے پر ابھارتا ہے کہ وہ مجھے جھوٹا اور گنہگار کہتے ہیں۔ محبت کے ساتھ ''مفرط''

ای یتکلم علی بالبهتان وینسب الی الزور والعصیان"۔

کی قید لگائی اور "مبغض" کے ساتھ مفرط کی قید نہیں لگائی۔ وجہ فرق یہ ہے کہ مطلقاً محبت جائز ہے' محبت میں مبالغہ حد سے تجاوز ناجائز ہے لیکن بغض ہر حال میں ناجائز ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔"

"شنان" کا تلفظ تین طرح ہے: شین اور نون دونوں پر زبر' شین پر زبر اور نون ساکن' پھر ہمزہ کو رکھ کر' یا ہمزہ کو گرا کر "شنان" پڑھنا' معنی اس کا دشمن۔

"غدیر خم" والی حدیث' جس سے راقم نے ابتداء کی اسی کی کچھ مزید وضاحت سے مضمون کو ختم کر رہا ہوں:

"عن البراء بن عازب وزید بن ارقم ان رسول الله ﷺ لما نزل بغدیر خم أخذ بید علی فقال الستم تعلمون أنی أولی بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلی الستم تعلمون أنی أولی بکل مؤمن من نفسه قالوا بلی فقال اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقیه عمر بعد ذلك فقال له هنیئا یا ابن أبی طالب اصبحت وأمسیت مولی کل مؤمن ومؤمنة"۔

(رواہ احمد، مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

"حضرت براء ابن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ جب مقام غدیر میں پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا تو فرمایا کیا تم نہیں جانتے بیشک میں مومنوں کی جانوں کا ان سے زیادہ مالک ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں (یعنی یقیناً ایسا ہی ہے) آپ نے پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن کا اس کے اپنے نفس سے زیادہ مالک ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں' پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! جس کا میں مولی ہوں علی اس کا مولی ہیں۔ اے اللہ! تو اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے' اور تو اس سے دشمنی رکھ جو علی سے

دشمنی رکھے تو اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہیں کہا: اے ابن ابی طالب! تمہیں مبارک ہو تمہیں صبح وشام (ہر حال میں) ہر مومن مرد اور عورت کا مولی ہونے کے شرف حاصل ہو گیا ہے۔

وضاحت حدیث:

(**لما نزل**) ای فی مرجعه من حجة الوداع فی حال کمال اصحابه من الاجتماع (بغدیر خم) بضم خاء وتشدید میم اسم لغیضة علی ثلاثة أمیال من الجحفة عندها غدیر مشهور یضاف الی الغیضة"

"نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد حجۃ الوداع سے واپسی پر تھا' جب آپ غدیر خم کے مقام پر کچھ دیر آرام کیلئے اپنی سواری سے اترے، صحابہ کرام بھی اپنی اپنی سواریوں سے وہاں اترے۔ جب سب وہاں کامل طور پر جمع ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو حدیث پاک کے ترجمہ سے واضح ہے "غدیر خم" میں خاء پر ضمہ اور میم مشدد ہے' یہ جحفہ سے تین میل کی مسافت پر جھاڑیوں والا مقام تھا جہاں ایک مشہور کنواں یا جوہڑ تھا جس کا نام خم تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ سوال کیا جس میں جمیع مومنین سے ذکر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمام مؤمنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں (یعنی وہ اپنے آپ کے اتنے مالک نہیں جتنا میں ان کا مالک ہوں) تو سب نے کہا کیوں نہیں، یعنی ایسے ہی ہے جیسے آپ فرما رہے ہیں۔ دوسری مرتبہ ہر مؤمن کا خصوصی طور پر ذکر کیا' کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمن کا اس کی جان سے زیادہ مالک ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں یعنی جب آپ ہر مؤمن کے اس کی جان سے زیادہ مالک ہیں تو اس کے گھر والوں کے بھی یقیناً آپ مالک تھے' یہ ارشاد پہلے ارشاد کی تاکید کر رہا ہے۔

اس حدیث سے شیعہ کا استدلال:

"تمسکت الشیعة انه من النص المصرح بخلافة علی رضی الله عنه حیث قالوا معنی المولی الأولی بالأمامة والا لما احتاج الی جمعهم کذلك وهذه من أقوی شبههم"۔

''شیعہ حضرات نے کہا کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص صریح ہے، اس میں مولی کا معنی ''اولی بالامامۃ'' ہے کہ حضرت علی ہی میرے بعد (امامت) خلافت کے بلا فصل زیادہ حقدار ہوں گے۔ اگر یہ مطلب نہ ہوتا تو صحابہ کے اجتماع میں یہ کہنے کی ضرورت درپیش نہ آتی۔ (یہ شیعہ کا بظاہر بڑا قوی اعتراض ہے)۔''

اہل سنت کا جواب:

"ودفعها علماء اهل السنة بأن المولی بمعنی المحبوب وهو علی کرم الله وجهه سیدنا وحبیبنا وله معان أخر ومنه الناصر وأمثاله فخرج عن کونه نصا فضلا عن أن یکون صریحا"۔

''کہ حدیث شریف میں مولی کا معنی محبوب ہے لہٰذا واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے سردار اور ہمارے حبیب ہیں کیونکہ مصطفیٰ ﷺ ہمارے سردار اور ہمارے حبیب ہیں، اور مولی کا اور معنی ناصر بھی ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ ہمارے مددگار ہیں اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے مددگار ہیں۔''

ان معانی کو ایک اور روایت سے بھی تائید حاصل ہے:

"وفی روایة اللهم أحب من احبه وابغض من ابغضه وانصر من نصره واخذل من خذله وأد رالحق معه حیث دار"۔

''ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کی دعا یوں ہے، اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو اس سے محبت کر۔ اور جو علی سے بغض رکھے تو بھی

اسے بغض کا بدلہ دے، اور جو علی کی امداد کرے تو بھی اس کی امداد کر، اور جو علی کو رسوا کرے تو بھی اسے رسوا کر، اور حق علی کے ساتھ چلا جہاں بھی علی چلیں۔''

''مولی'' کے معانی:

پرورش کرنے والا، مالک، سردار، انعام کرنے والا، اور آزاد کرنے والا، اور جس پر انعام کیا گیا، اور جسے آزاد کیا گیا، مددگار، محب، تابع، پڑوسی، چچازاد، حلیف، عقد باندھنے والا، سسرالی رشتہ، غلام۔

مولی کا معنی ''اولی'' لینا درست نہیں۔ ہاں! اگر بالفرض کوئی یہ معنی لے تب بھی اتنا ثابت کیا جاسکے گا کہ آپ خلیفہ بنیں گے، یہ کہاں کہا گیا کہ وہ خلیفہ بلافصل ہوں گے۔ یہ ساری بات بالفرض محال پر ہے، ورنہ حدیث پاک میں ایسے الفاظ ہی نہیں جو اس پر دلالت کریں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ حدیث پاک سے تو آپ کا خلیفہ ہونا ہی ثابت نہیں، خلیفہ بلافصل تو دور کی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی: "اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه" ''اے اللہ! جس کا میں محب اور محبوب ہوں، علی اس کے محب و محبوب ہیں۔'' ساتھ ہی آنے والے دعائیہ الفاظ اسی معنی کی تائید کر رہے ہیں:

"اللهم وال من والاه" ''اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو اسے محبت کر۔''

راقم نے اس حدیث پاک پر اور ''حدیث قرطاس'' پر تفصیلی بحث ''نجوم الفرقان'' کے دوسرے حصہ میں کردی ہے، وہاں ہی زیادہ تفصیل دیکھی جائے، یہاں مختصر ذکر بھی حقیقت میں تکرار ہے، لیکن مضمون ایک جگہ مذکور ہوجانے کی وجہ سے یہاں بھی مختصر ذکر کرنا پڑا۔

گمراہ کن ہتھکنڈے یہودیوں سے حاصل کئے گئے:

آگے آنے والے مضمون کو سمجھنے کیلئے یہ سمجھا جائے کہ حضرت پیر خواجہ قمر الدین

سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ہے "رسالہ مذہب شیعہ" اس کے خلاف شیعہ کے علامہ "محمد حسین ڈھکو" نے ایک رسالہ "تنزیہ الامامیہ" لکھا۔ اس کے جواب میں استاذی المکرم حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے تین جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "تحفہ حسینیہ" ہے۔ آگے آنے والا مضمون تحفہ حسینیہ جلد سوم سے ہی ماخوذ ہے۔

رسالہ مذہب شیعہ — از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

عبداللہ بن سبا یہودی اور مذہب شیعہ کی ابتداء:

اسی صورت حال کا کھوج بھی ملتا ہے اور باب عقل وشعور تو چوڑ کو پکڑ بھی سکتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے اہل تشیع کی معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۵۲۴ سطر نمبر ۶ مطبوعہ ایران (اصفہان) ۱۳۰۵ھ کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں تا کہ آپ کو حق الیقین ہو جائے کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں، وہ تعصب مذہبی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ واقعات کی روشنی میں اور حق وصداقت پر مبنی معروضات ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے خلفاء راشدین کے متعلق غصب خلافت کا قول کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کی، وہ ایک یہودی تھا جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا، جو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تقیہ کر کے مدینہ منورہ آیا تھا اور اسلام ظاہر کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص خلفائے راشدین سابقین کے خلاف خفیہ طور پر سب بکنا شروع کیا۔ پھر جب مدینہ منورہ سے نکالا گیا تو مصر میں جا کر ایک گروہ اپنا ہمنوا بنالیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور بالآخر ایسا فتنہ برپا کیا کہ جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی وپنجم ہجری

عبداللہ بن سبا مردے جہود بود در عہد عثمان بن عفان مسلمانی گرفت واز کتب

پیشین ومصاحف سابقین نیک دانا بود چوں مسلمان شد، خلافت عثمان در نظر او پسندہ نیفتاد پس در مجالس ومحافل اصحاب بنشستے وقبائح اعمال ومثالب عثمان را ہرچہ توانستے باز گفتے۔ ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں جہودی کیست وفرمان کرد تا اورا از مدینہ اخراج نمودند عبداللہ بمصر آمد وچوں مرد عالم ودانا بود مردم بروے گرد آمدند وکلمات اورا باور داشتند۔

گفت ہاں! اے مردم مگر نشنیدہ اید کہ نصاریٰ گویند کہ عیسیٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند وباز آید۔ چنانکہ در شریعت ما نیز ایں امر استوار است۔ چوں عیسیٰ علیہ السلام رجعت تواند کرد محمد کہ بے گماں فاضلتر از وست چگونہ رجعت نکند۔

وخداوند نیز در قرآن کریم میفرماید إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ۔ چوں ایں سخن را در خاطر ہا جائے گیر ساخت گفت۔

خداوند صد وبست وچہار ہزار پیغمبر از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد وناہے وخلیفتے بخلق نگمارد وکار امت را مہمل بگزارد، ہمانا محمد را علیہ السلام وصی وخلیفہ بود چنانکہ خود فرمود "انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ" ازیں میتواں دانست کہ علی خلیفہ محمد است وعثماں ایں منصب را غصب کردہ وباخود بستہ عمر نیز ایں کار بنا حق بشوری افگند وعبدالرحمٰن بن عوف بہوائے نفس دست بردست عثمان زد ودست علی را کہ گرفتہ بود کہ باو بیعت کند رہا داد۔

اکنوں برما کہ در شریعت محمد یم واجب میکند کہ از امر بمعروف ونہی از منکر خویشتن داری نکنیم، چنانچہ خدائے فرماید "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

پس با مردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیز ونیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد۔ واجب میکند کہ چنداں کہ بتوانیم عمال عثمان را کہ آتش جور وستم را دامن ہمی زنند ضعیف داریم وقبائح اعمال ایشاں را برعالمیان روشن سازیم ودل ہائے مردم را از عثمان وعمال او بگردانیم۔

پس نامہا نوشتند واز عبد اللہ بن ابی سرح کہ امارتِ مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند ومردم رایک دل ویکجہت گردانید ند کہ در مدینہ گرد آیند وبر عثمان امر بمعروف کنند واورا از خلیفتی خلع فرمایند۔ عثمان ایں معنی را تفرس ہمی کرد ومروان ابن الحکم جاسوسانِ بشہر ہا فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگانِ ہر بلد در خلعِ عثمان ہمد ستانند۔ لاجرم عثمان ضعیف شدہ درِ کار خود فروماند۔"

ترجمہ: **۳۵ھ میں مذہب رجعت کے پیدا ہونے کا بیان**

عبد اللہ بن سبا یہودی آدمی تھا، جس نے حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلام ظاہر کیا اور پہلی کتابوں اور صحیفوں کا اچھا عالم تھا۔ جب مسلمان ہوا تو امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس کے دل کو پسند نہ آئی لہٰذا اس نے مجالس اور محافل میں بیٹھ کر حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق بدگوئیاں اور شکوہ وشکایات شروع کر دیں اور بُرے اعمال واخلاق جو کچھ بھی اس کے بس میں تھا، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے لگا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی گئی، تو آپ نے فرمایا: یہ یہودی ہے کون؟ اور آپ نے حکم دیا کہ اسے مدینہ منورہ سے نکال دیں، چنانچہ عبد اللہ بن سبا مصر میں پہنچ گیا اور چونکہ آدمی عالم اور دانا تھا، لہٰذا لوگوں کا اس پر جمگھٹا ہونے لگا اور لوگوں نے اس کی تقریروں پر یقین کرنا شروع کر دیا تو ایک دن اس نے کہا: ہاں اے لوگو! تم نے شاید سن رکھا ہوگا کہ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جہاں میں دوبارہ آئیں گے جیسا کہ ہماری شریعت میں بھی یہ بات متحقق ہے، تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آسکتے ہیں، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ان سے مرتبہ میں بہت زیادہ ہیں کس طرح دوبار تشریف نہ لائیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے، وہ یقیناً آپ کو آپ کے اصلی وطن کی طرف لوٹائے گی۔

جب ایسی عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں راسخ اور پختہ کر چکا تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس دنیا میں بھیجے ہیں اور ہر ایک پیغمبر کا ایک وزیر اور خلیفہ تھا، تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام دُنیا میں تشریف لے جائیں۔ علی الخصوص جبکہ وہ صاحب شریعت ہوں اور اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرمائیں اور امّت کا ملہ یُوں ہی چھوڑ دیں۔

لہٰذا یقیناً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ" یعنی تو میرے ایسا ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے۔

اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی حضور محمد کریم علیہ السلام کے خلیفہ ہیں اور عثمان نے اس منصب کو غصب کر لیا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ مخصوص ٹھہرا لیا ہے اور (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) عمر بن خطاب نے بھی ناحق منصبِ خلافت کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا۔

یہ عبارت نقل کرنے سے چند گزارشات کرنا مقصود ہیں:

۱. رجعی مذہب سب سے پہلے جس شخص نے دنیا میں پیدا کیا، وہ عبد اللہ بن سبا یہودی ہے۔
۲. خلفاء راشدین کے متعلق غاصب کہنا اور اُن کی خلافت کو ناحق قرار دینے کی ابتدا کرنے والا عبد اللہ بن سبا ہے۔
۳. حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا سب سے پہلا علمبردار بھی یہی عبد اللہ بن سبا ہے۔

عبد اللہ بن سبا کے متعلق ائمہ ہدیٰ کی تصریحات کے ساتھ آئندہ سطور میں کسی قدر تبصرہ ہوگا، سردست اتنا عرض کرنا ہے کہ شیعوں کے مذہب کی بنیاد اسی عبد اللہ بن سبا نے رکھی۔ شیعہ کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حق الیقین" ص ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں مقصد نہم اسی عقیدہ رجعت کے ثبوت میں انتہائی زور وشور کے ساتھ لکھا ہے:

"بداں کہ از جملہ اجماعیاتِ شیعہ بلکہ ضروریات مذہب حق فرقۂ محقہ حقیست رجعت است"

یعنی جاننا چاہیے کہ منجملہ ان اعتقادات کے کہ جن پر تمام شیعوں کا اجماع ہے، بلکہ ان کے مذہب کے ضروریات میں سے ہے، وہ عقیدۂ رجعت کی حقانیت کا اعتراف واقرار ہے۔

اب اہل دانش وبینش کے نزدیک یہ بات روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگئی کہ مسئلہ کا ظاہر کرنے والا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بلافصل کہنے والا اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ظلم اور غصب کی نسبت کرنے والا سب سے پہلا شخص عبداللہ بن سبا یہودی ہے اور باقر مجلسی کی تصریح سے یہ ثابت ہو کہ اسی عبداللہ بن سبا کے عقیدے شیعوں کے ضروریاتِ دین میں سے ہیں اور شیعوں کے مجمع علیہ عقائد میں سے ہیں جیسے کہ من لا یحضرہ الفقیہ میں شیعہ کے شیخ صدوق نے کہا (اور ملا باقر مجلسی نے اس کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے کہا)

"ہر کہ ایماں برجعت ندارد از ما نیست"

جس شخص کا عقیدۂ رجعت پر ایمان نہیں ہے، وہ ہم (شیعہ) سے نہیں ہے۔

اب ذرا غور سے عبداللہ بن سبا کا حال سنیں: اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "رجال کشی"، ص ۹۹ تا ۱۰۱ پر بھی عبداللہ بن سبا کا بیان موجود ہے۔ چونکہ اس کے متعلق یہ روایات ائمہ کرام امام زین العابدین اور امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ومنقول ہیں، لہٰذا انہیں لفظ بلفظ مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں"۔

① "عن ابان بن عثمان قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول لعن الله عبد الله بن سبا انه ادعیٰ الربوبیة فی امیر المؤمنین و کان والله امیر المؤمنین عبداً لله طائعا الویل لمن کذب علینا وان

ترجمہ: ابان بن عثمان سے مروی ہے کہ میں نے ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن سبا پر لعنت فرمائے، اُس نے حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں رب ہونے کا دعویٰ

علینا وان قوماً یقولون فینا مالا نقول فی انفسنا نبرء الی الله منهم"۔

کیا اور بخدا امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے تھے۔ اس شخص کے لئے جہنم ہے، جس نے ہم پر جھوٹے بہتان باندھے اور ایک قوم ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتی ہے جو ہم قطعاً اپنے متعلق نہیں کہتے۔ ہم ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف برأت کا اظہار کرتے ہیں۔"

② "عن ابی حمزة الثمالی قال علی بن الحسین علیه السلام لعن الله من کذب علینا انی ذکرت عبد الله بن سبا فقامت کل شعرة فی جسدی لقد ادّعیٰ امراً عظیماً ماله لعنه الله کان علی والله عبداً لله صالحاً اخارسول الله وما نال الکرامة من الله الا بطاعته لله ولرسوله وما نال رسول الله الکرامة الا بطاعته"۔

ترجمہ: ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت بھیجے، جس نے ہم پر جھوٹ بولا۔ میں نے عبداللہ بن سبا کو یاد کیا، تو میرے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہوگیا۔ البتہ تحقیق اس نے امر عظیم کا دعویٰ کیا ہے۔ اسے کیا ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے، بخدا! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بھائی۔ انہوں نے بارگاہِ خداوندی سے جو عزّت اور کرامت پائی ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے ہی پائی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو عزّت وکرامت حاصل کی ہے، تو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہی حاصل کی ہے۔

③ "قال ابو عبد الله علیه السلام انا اهل بیت صدیقون لا نخلوا من کذاب

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہم اہل بیت بہت ہی سچے ہیں مگر ہم ایسے کذابوں

يكذب علينا ويسقط صدقنا بكذبه علينا عند الناس كان رسول الله ﷺ اصدق الناس لهجة واصدق البرية كلها وكان مسيلمة يكذب عليه وكان امير المؤمنين اصدق من برء الله بعد رسول الله ﷺ وكان الذى يكذب عليه ويعمل فى تكذيب صدقه ويفترى على الله الكذب عبد الله بن سبا لعنه الله"۔

(رجال کشی ص۱۰۰ وتنقیح المقال ما مقانی جلد ثانی ص۱۸۴)

سے محفوظ نہیں ہیں' جو ہم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ہمارے صدق کو اپنے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے زیادہ سچے تھے اور مسیلمہ کذاب ان پر بہتان باندھا کرتا تھا اور امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد سچے تھے اور جو شخص ان پر جھوٹ باندھتا تھا اور ان کے صدق کو کذب سے بدلنے کی سعی اور جہد وجہد کرتا تھا اور جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتا تھا، وہ عبداللہ بن سبا ملعون تھا۔"

(۳) (قال الكشى) "ذكر بعض اهل العلم ان عبد الله بن سبا كان يهوديا فاسلم ووالى عليا عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته فى يوشع بن نون وصى موسىٰ بالغلو فقال فى اسلامه بعد وفات رسول الله ﷺ فى على مثل ذالك وكان اوّل من اشهر القول بفرض امامة علىّ واظهر البراءة من اعدائه وكاشف مخالفيه وكفرهم فمن ههنا قال من خالف الشيعة ان اصل التشيع والرفض ماخوذ من اليهودية"۔

ترجمہ: علامہ کشی نے کہا کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تولی اور آپ کی محبت کا دم بھرنے لگا اور وہ جب یہودی تھا تو یوشع بن نون علیہ السلام کے متعلق غلو کرتے ہوئے وصی موسیٰ کہا کرتا تھا اور اسلام کا اظہار کرنے کے بعد کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔

اور وہ پہلا شخص تھا جس نے امامت علی کی فرضیت کے قول اور عقیدہ ونظریہ کو مشہور کیا اور ان کے اعداء اور مخالفین سے برأت کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین پر زبان طعن دراز کی اور ان کی تکفیر کی لہذا اسی وجہ سے شیعہ کے مخالفین نے کہا کہ تشیع اور رافضیت کی جڑ، اصل واساس یہودیت ہے۔

(رسالہ مذہب شیعہ از ص۹۰ تا ص۹۶)

رسالہ تنزیہ الامامیہ — از علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب

کیا مذہب شیعہ عبداللہ بن سباء یہودی کی ایجاد ہے؟

پیر صاحب آف سیال شریف نے دیگر ہم مسلک تعصب نواز اہل السنّت کی طرح یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ مذہب شیعہ عبد اللہ بن سبا یہودی کی پیداوار ہے (تا) لیکن ارباب بصیرت پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ یہ نسبت محض کذب وافترا ہے' جس کا واقعات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

اوّلاً: تو عبداللہ بن سبا کے اصل وجود میں ہی اختلاف ہے اور بعض سنی وشیعہ مورخین کے نزدیک وہ ایک افسانوی شخصیت اور فرضی فرد کا نام ہے، جس کا عالمِ حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔

ثانیاً: ہر مذہب والے اپنے بانیانِ مذہب کی تعریف کرتے ہیں اور اُن کا تذکرہ بڑی آب وتاب اور شان وشوکت سے کرتے ہیں، مگر پورا شیعی رجال کا لیٹریچر پڑھ لیجئے، کسی جگہ ایک جملہ بھی ابن سبا کی مدح میں نہیں ملے گا۔ (ص۱۵۶، ص۱۶۰)

ثالثاً: پیر صاحب نے ہمارے عقیدہ رجعت کی رد کرنا چاہی ہے اور اس کے ایجاد کا سہرا

بھی ابن سبا کے سر باندھنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ہم نے نہ صرف محولہ بالا مقام بلکہ وہ تمام وصفحات چھان مارے، جہاں اس عبارت کے ملنے کا امکان تھا، مگر اس عبارت کا کہیں نام ونشان نہ ملا۔(ص ۱۲۳ تنزیہ الامامیہ)

تحفہ حسینیہ — از ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

حقائق وواقعات کا آفتاب اپنی آنکھیں بند کر لینے سے غروب نہیں ہوسکتا:

علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا کہ عبداللہ بن سبا کو مذہب شیعہ کا بانی قرار دینا کذب وافترا ہے اور اس کا واقعات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے' حالانکہ یہ جواب سراسر عجز اور بے بسی کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے محض دعوی پر اکتفاء نہیں کیا' بلکہ شیعی کتب سے عبارات نقل کر کے اسے ثابت کیا اور حوالہ جات درج فرمائے تھے اور پورے پانچ صفحات پر پھیلی ہوئی ان عبارات کا جواب صرف اور کذب افتراء کا لفظ بول دینے سے تو نہیں آسکتا۔ نیز یہ جھوٹ اور غلط بیانی اور کذب ودروغ بیانی کرنے والے کون؟ کیونکہ حضرت شیخ الاسلام نے تو شیعی مستند کتب کے حوالے سے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے اور شیعی علماء نے اپنے مذہب ومسلک کے متعلق اور اس کے بانی اور موجد کے متعلق جھوٹ کیوں بولنا تھا؟ اور افتراء پردازی سے کام کیونکر لینا تھا؟ لہٰذا علامہ ڈھکو صاحب کا یہ قول جواب نہیں ہے' بلکہ جواب سے فرار کی ناکام کوشش ہے۔

علامہ کشی نے اپنے رجال میں یہ حقیقت تسلیم کر لی ہے کہ واقعی مذہب تشیع کا بانی اور معمار اوّل عبداللہ بن سبا یہودی ہی ہے۔ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے دعوی کی تصدیق فرمائیں:

﴿۱﴾ "کان اوّل من اشهر القول بفرض امامة علی"۔

وہی پہلا شخص تھا' جس نے امامتِ علی کے عقیدہ کی فرضیت ولزوم کو مشہور کیا۔

﴿۲﴾ "کان یقول وهو علیٰ یهودیته فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو

فقال فی اسلامه بعد وفاتِ رسول الله ﷺ فی علی علیه السلام مثل ذالك"۔

عبداللہ بن سبا جس وقت یہودی مذہب پر تھا' تو غلو سے کام لیتے ہوئے حضرت یوشع بن نون کو وصی موسیٰ کہا کرتا تھا، تو جب حضور ﷺ کے وصال کے بعد اسلام کا اظہار کیا، تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حق میں اسی طرح کہا یعنی غلو سے کام لے کر انہیں وصی رسول اللہ ﷺ کہا۔

﴿۳﴾ "واظهر البراءة من اعدائه و کاشف مخالفیه و کفرهم"۔

یہی عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مخالفین سے برأت کا اظہار کیا اور ان پر طعن وتشنیع سے کام لیا' بلکہ ان کی تکفیر کی۔

اور یہی تین امور "عقیدۂ امامت کی فرضیت، وصی رسول ہونے کا عقیدہ' اور تبرّا" ہی اہل تشیع کے بنیادی عقیدہ ہیں۔

علاوہ ازیں بقول صاحب ناسخ التواریخ اس نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا، مگر محبت اور تولیٰ کا دم بھرا تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ نہ خلیفۂ وقت سے محبت ضروری سمجھی اور نہ خلفا سابقین سے' بلکہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف تو شکوہ وشکایات کا سلسلہ شروع کر لیا تھا اور تولیٰ بھی شیعہ مذہب کا اہم رکن ہے اور اس کا بانی بھی یہی تھا اور جب ان اصول اربعہ کا موجد اور بانی عبداللہ بن سبا ہی تھا' تو پھر اہل علم کا یہ دعوی مبنی بر حقیقت ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا جو کہ علامہ کشی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"ذکر بعض اهل العلم ان عبد الله بن سبا کان یهودیا فاسلم ووالی علیّاً علیه السلام (الیٰ) ومن ههنا قال من خالف الشیعة ان اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیهودیة"۔

"یعنی بعض اہل علم نے کہا کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا، پھر اسلام لایا اور حضرت علی علیہ السلام سے محبت وتولیٰ کا اظہار کیا (تا) اور اسی وجہ سے شیعہ کے مخالفین نے کہا کہ تشیع اور رافضیت کی اساس اور بنیاد یہودیت

(رجال کشی ص ۱۰۱) سے ماخوذ ہے"۔

علامہ صاحب! "رجال کشی" ہماری کتاب نہیں، جناب کے مذہب کی مستند اور معتبر ترین کتاب ہے، جس کی کانٹ چھانٹ اور جانچ پرکھ کے بعد، اور ضعیف و موضوع روایات کو حذف کرنے کے بعد طوسی صاحب نے اس کو دوبارہ شائع کرایا اور اس حقیقت کو درج بھی کر لیا اور اس کی صحت و اقعیت کا اعتراف بھی کیا ہے اور ظاہر ہے کہ علامہ کشی و طوسی جیسے اہم علماء شیعہ جن کو اہل علم سمجھ کر ان کا قول نقل کریں، تو اُن کے سند اور حجت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ لہٰذا یہ اہل السنّت کا بہتان و افترا نہیں ہے اور نہ دروغ اور غلط بیانی، بلکہ تمہارے اپنے اہل مذہب اکابر کی حقیقت بیانی اور صداقت ترجمانی ہے، اسے بہتان و افتراء کہہ دینا سراسر غلط ہے اور محض بے بسی اور لاچاری کا اظہار ہے۔

یہودی سازش کا مرحلہ وار پروگرام

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی پیش کردہ عبارات اور روایات سے عبداللہ بن سبا کی حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے ساتھ موالات، آپ کی خلافتِ بلافصل کے عقیدہ کی فرضیت اور وصیِ رسول ہونے کا دعویٰ، آپ کے مخالفین سے اظہارِ برأت اور اُن کی تکفیر کا قول اور غلو اور اسلام کا اظہار کرتے ہی حضرت عثمان ؓ کے خلاف محاذ آرائی اور ان پر طعن و تشنیع اور غصب خلافت کے الزام اور حضرت عمر فاروق ؓ کی قائم کردہ مجلسِ شوریٰ پر اعتراض کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ یہودیوں نے انتہائی گھناؤنی سازش کے تحت دو طرف سے اہل اسلام اور اصحاب رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا۔

ایک طرف نظریاتی وحدت پارہ پارہ کرنے کی ٹھانی اور دوسری طرف قبائلی تعصّب کو ابھارنے اور باہمی آویزش اور ٹکراؤ پیدا کرنے کی جدوجہد کی۔

بدقسمتی سے اس خبیث الاصل کو صرف جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا گیا، تو اس کو مصر اور بصرہ و کوفہ کے علاقوں میں جو نئے نئے اسلام کے زیر اثر آئے تھے اور وہاں پر غیر مسلموں

کی کثیر تعداد موجود تھی یا نو مسلم حضرات کی، جو حقائق و واقعات کا صحیح علم اور ادراک نہیں رکھتے تھے، تو اسے ان علاقوں میں مزید کھل کھیلنے کا موقعہ مل گیا اور سادہ لوح اہل اسلام کو جو ابھی ابھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے، انہیں ورغلانے کا موقعہ ہاتھ لگ گیا، لہٰذا یہ یہودی حضرت عثمان ؓ کی خلاف اپنی سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد دُنیائے کفر نے گھی کے چراغ جلائے، کیونکہ عساکرِ اسلام باہمی حرب و قتال میں اُلجھ کر رہ گئے اور عرصہ دراز تک اسلامی فتوحات کا سلسلہ مسدود ہو کر رہ گیا اور اسی باہمی حرب و قتال کے ذریعے اس یہودی کے اختراعی نظریات کی ترویج و اشاعت کے لئے راہ ہموار ہو گئی اور فضا سازگار ہو گئی، کیونکہ جب نزاع و اختلاف اور جنگ و جدال تک نوبت پہنچ جائے تو مخالفین کے عیوب و نقائص بیان کرنے سے کون ہچکچاتا ہے اور کم از کم سننے سے لاتعلق رہنا اور بیزار ہونا ممکن نہیں رہتا، لہٰذا اس حوالے سے مخالفین کے حق میں طعن و تشنیع اور ان کی مذمّت و ملامت شروع کر لی گئی اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے فضائل و کمالات کے بیان میں مبالغہ آرائی اور تجاوز و افراط سے کام لیا جانے لگا۔

پھر یہیں پر بس نہ کی گئی، بلکہ خلفاء سابقین پر بھی طعن و تشنیع اور تنقید و تنقیص کے لئے راہ ہموار کر لی گئی کہ اگر یہ خلافت فاروقی شوریٰ پر نہ چھوڑتے، بلکہ حضرت علی ؓ کو نامزد فرما دیتے، تو نہ حضرت عثمان ؓ خلیفہ بنتے نہ ان کے خلاف شکایات پیدا ہوتیں اور نہ نوبت اس جنگ و جدال تک پہنچتی، لہٰذا حضرت عمر فاروق اعظم (ؓ) کی شوریٰ سے ہی یہ سب خرابیاں پیدا ہوئیں۔ پھر اس سے ترقی کرتے ہوئے خود خلافت فاروقی کو نشانہ بنا لیا اور اس کو محلِ تنقید و تنقیص بنا کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے خلاف طعن و تشنیع کا راستہ ہموار کر لیا کہ انہیں ہی خلیفہ نہیں ہونا چاہیے تھا نہ وہ خلیفہ ہوتے نہ فاروق اعظم (ؓ) خلیفہ بن سکتے، نہ شوریٰ قائم ہوتی، نہ امیر عثمان (ؓ) منصب خلافت تک پہنچتے اور نہ یہ حالات رونما ہوتے تو گویا ساری خرابی کی جڑ سقیفہ بنو ساعدہ کا اجتماع ٹھہرا، لہٰذا سب کے سب مہاجرین

بھی مجرم اور سب انصار بھی۔ العیاذ اللہ!

الغرض اس طرح مرحلہ وار یہودی سازش نے ان محسنینِ اسلام کے خلاف اذہان کو مسموم کرنے اور ان میں بغض وعناد کا زہر بھرنے کی مذموم وقبیح کوشش کی اور باقاعدہ ایک نیا مذہب تیار ہو گیا، جس پر موالاتِ مرتضیٰ کی بظاہر چھاپ ضرور ہے، مگر حقیقت ساری وہی ہے جو عبداللہ بن سبا یہودی کی اختراع ہے اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازش ومکروہ چال۔

کیا عبداللہ بن سبا افسانوی شخصیّت ہے؟

علامہ ڈھکو صاحب نے محض اس میں اختلاف کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کوئی حتمی فیصلہ ونتیجہ ذکر نہیں کیا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا ضمیر اس جواب کی صحت اور درستگی کو تسلیم نہیں کرتا' ورنہ اس سے بہتر صورت گلوخلاصی کی اور کیا ہو سکتی تھی۔ اس ضمن میں جن مؤرخین کے نام گنوائے ہیں' وہ سبھی شیعہ ہیں، جبکہ جواب میں بعض سنّی اور شیعہ مؤرخ کا دعوٰی کیا تھا۔ عین ممکن ہے طٰہٰ حسین کو سنّی قرار دیا ہو، لیکن کون نہیں جانتا کہ وہ اسلام کے تہتر فرقوں میں سے کسی فرقہ کے تو کجا خود اسلام کے ہمہ وقت پابند تھے' اس لئے اپنے مذہب کی مستند اور معتبر کتب میں مندرج ائمہ کرام کی روایات کے مقابل ایسے مؤرخین کی ذاتی رائے کو پیش کرنا ظلمِ عظیم ہے، لہٰذا اس کا قول ہمارے خلاف نہ حجت نہ الزام اور یہ جواب نہ بُرہانی ہوا اور نہ ہی جدلی۔

رہے شیعہ علماء تو متقدمین سبھی اس کو واقعی اور نفس الامری شخصیت تسلیم کرتے ہیں، البتہ بعض متاخرین شیعہ علماء نے اس کو افسانوی شخصیت قرار دیا ہے اور اس افسانہ کا اختراع کرنے والا سیف بن عمر بتلایا ہے اور اس کو نقل کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کا ذمہ دار ابو جعفر طبری کو ٹھہرایا ہے' لیکن یہ سراسر غلط ہے کیونکہ شیعی کتب میں امام زین العابدین' امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق لعن وطعن اور اس سے برأت اور بیزاری

منقول ہے اور اس کے نظریات وعقائد سے نفرت اور برأت کا اظہار مروی ہے۔

(ملاحظہ ہوں رجال کشی ص ۹۹، ص ۱۰۰، ص ۱۰۱ کی روایات اور تنقیح المقال جلد دوم ص ۱۸۳، ص ۱۸۴)

تو اس کے باوجود بھی اگر اس کو افسانوی شخصیت قرار دیا جاتا ہے' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل تشیع نے ائمہ کرام کے نام پر جتنی روایات بیان کی ہیں' وہ سب افسانے ہیں۔ ہم تو بڑی فراخ دلی کے ساتھ پورے شیعی لیڑیچر کو افسانہ ماننے کے لئے تیار ہیں، بلکہ مانتے ہی اس طرح ہیں، لیکن خود شیعہ مذہب کے علماء ذرا سوچیں وہ اس مذہب کا پرچار کس منہ سے کرتے ہیں؟

حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا اس کے متعلق ارشاد آپ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے قلم حقیقت رقم سے ملاحظہ فرما چکے اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا اپنے نبی ہونے کا دعوی کرتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خداوند تعالیٰ ہونے کا دعوی کرتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (رجال کشی ص ۹۹)

(۱) علامہ کشی کا بعض اہل علم کے حوالے سے عبداللہ بن سبا کو واقعی شخصیت تسلیم کرنا اور اس کا سابق یہودی ہونا بھی رسالہ ''مذہب شیعہ'' کی عبارت میں ملاحظہ کر چکے۔

(۲) علامہ طوسی نے اس کو اپنے رجال میں واقعی شخصیت تسلیم کیا، لیکن ساتھ ہی کہا ''رجع الی الکفر واظہر الغلو ''اس نے کفر کی طرف رجوع کیا اور غلو کا اظہار کیا۔

(۳) صاحبِ خلاصہ نے بھی اس کے واقعی شخصیت ہونے کا اعتراف کیا اور کہا:

"غال ملعون حرقه امیر المؤمنین کان یزعم ان علیاً اله وانه نبی لعنه الله"

''وہ غالی شیعہ اور ملعون ہے' اس کو امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ نے جلا دیا تھا۔ یہ زعم اور عقیدہ فاسدہ رکھتا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خدا ہیں اور وہ خود نبی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔''

ملاحظہ ہو تنقیح المقال ص۱۸۳، ص۱۸۴ جلد ثانی اور رجال کشی وحاشیہ ص۹۹ تا ص۱۰۱ جس میں ائمہ کرام اور اکابرین علماء شیعہ کی زبانی اس کو واقعی شخصیت تسلیم کیا گیا اور اس کے عقائد ونظریات حتیٰ کہ اس کا انجام بھی بصراحت ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا اس کو افسانوی شخصیت قرار دینا سراسر عجز اور بے بسی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور ائمہ کرام کی طرف منسوب روایات کے ناقابل اعتبار ہونے کی بین دلیل؛ جو شیعہ مذہب کے اس دعوٰی کو بیخ وبُن سے اکھیڑ کر پھینک دے گی کہ ہمارا مذہب اہل بیت کرام سے منقول ہے۔

آخر غالی شیعوں کا امام کون ہے؟

جب ائمہ کرام اور اکابر شیعہ کے اقوال سے عبداللہ بن سبا کا واقعی شخصیت ہونا واضح ہو گیا اور اسے افسانوی شخصیت قرار دینے کی لغویت واضح ہو گئی تو اب ایک اور پہلو سے بھی علامہ موصوف کے اس جواب کی لغویت ملاحظہ فرمائیں وہ پہلو یہ ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس کو روایت کرتے ہوئے فرمایا:

"سیہلك فی صنفان محب مفرط یذهب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذهب به البغض الی غیر الحق"۔

"یعنی عنقریب میری وجہ سے دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ایک محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا جس کو محبت غلو اور افراط راہ راست سے دور لے جائے گا اور دوسرا بغض اور عداوت کی وجہ میری شان میں تحقیر وتنقیص کرنے والا جس کو یہ بغض وعناد اور تقصیر وتفریط غلط اور ناصواب راہ پر ڈال دے گی۔"

"وخیر الناس فی حالا النمط الا وسط"۔ (نہج البلاغہ ج۲ ص۳۹۸)

"اور میرے متعلق سب سے بہتر حالت اور صحیح راہ پر گامزن وہ ہوگا جو میانہ روی اور اعتدال سے کام لینے والا ہوگا اور افراط وتفریط سے محفوظ ہوگا۔"

لہٰذا اس فرمان واجب الاذعان کے تحت غالی جماعت کا پیدا ہونا تو لازمی امر ہے اور یہ خبر صادق قطعاً غلط اور خلافِ واقع نہیں ہو سکتی اور خود اثناء عشری شیعہ کو بھی غالی شیعہ کی موجودگی کا اعتراف ہے؛ جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کرام کو الٰہ اور معبود برحق تسلیم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو اگر اس گروہ اور جماعت کا بانی اور مقتداء وپیشوا عبداللہ بن سبا نہیں؛ تو پھر اس کے ہیرو اور بانی موجد کی نشان دہی کی جائے کہ وہ کون تھا اور اس کا طریقہ واردات کیا تھا؟ تو اس کا جواب بھی شیعی کتب سے ملاحظہ فرمائیں:

① علامہ سید نعمت اللہ الجزائری الموسوی المتوفی ۱۱۱۲ھ نے اپنی معروفِ زمانہ کتاب "انوار نعمانیہ" میں سبائیہ شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا یہودی کو اس فرقہ کا مقتداء وپیشوا قرار دیا ہے اور اس کے وہی عقائد ونظریات بیان کیے ہیں جو رجال کشی کے حوالے سے ذکر کیے جا چکے ہیں۔

"قال عبد الله بن سبا لعلی علی السلام انت الا له حقا فنفاه علی الی المدائن وقیل انه کان یهودیا فاسلم وکان فی الیهودیة یقول فی یوشع بن نون وفی موسیٰ مثل ما قال فی علی وقیل انه اول من اظهر القول بوجوب امامة علی ومنه تشعبت اصناف الغلاة"۔

(انوار نعمانیہ جلد ثانی ص۲۳۴)

"یعنی عبداللہ بن سبا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ہی حقیقت میں اللہ اور معبود برحق ہو، تو آپ نے اس کو مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا اور کہا گیا ہے کہ وہ یہودی تھا، بعد ازاں اسلام لایا اور یہودی ہوتے ہوئے اس نے حضرت یوشع بن نون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے متعلق جو کچھ کہا، وہی اس نے اسلام لانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں کہا اور کہا گیا ہے کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے وجوب ولزوم کا قول کیا اور اسی سے ہی غالی شیعہ کے جملہ

اوصاف واقسام پیدا ہوئے ہیں۔"

"وقال عبد الله بن سبا ان علیاً علیه السلام لم یمت ولم یقتل وانما قتل ابن ملجم شیطانا تصور بصورة علی علیه السلام فی السحاب والرعد صوته والبرق ضوءه وانه ینزل بعد هذا الی الارض یملاء ها عدلا وهؤلاء یقولون عند سماع الرعد علیك السلام یا امیر المؤمنین"۔

(انوار نعمانیہ جلد ثانی ص۲۳۴)

"اور عبد اللہ بن سبا نے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے اور نہ ہی قتل کئے گئے ہیں اور ابن ملجم نے ایک شیطان کو قتل کیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صورت وشکل میں نمودار ہوا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں ہیں اور بادلوں کی گرج دراصل انہی کی آواز ہے اور برق دراصل انہی کی چمک ہے اور وہ ایک زمانہ میں زمین کی طرف اتریں گے اور عدل اور انصاف سے بھر دیں گے اور سبائی لوگ بادل کی گرج کے وقت علیک السلام یاامیر المومنین کہتے ہیں۔"

الغرض نعمت اللہ الموسوی المتوفی ۱۱۱۲ھ نے ابن سبا کے وجود کو بھی تسلیم کیا اور اس کے عقائد فاسدہ کو بھی جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ بھی شمار ہے اور ان کی امامت کی فرضیت کا اور ان کے دوبارہ دنیا پر تشریف لانے کا جسے رجعت کہا جاتا ہے اور اس کا جملہ اقسام واصناف غلاۃ کا مقتداء وپیشوا ہونا بھی تسلیم کیا ہے۔

④ غلام ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اس گروہ کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا وہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

سوال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے بہت زیادہ معجزات دیکھے لیکن آپ کے حق میں الوہیت وربوبیت کا قول نہ کیا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چند کرامات دیکھ کر آپ کی الوہیت کا

قول کر ڈالا، آخر اس کا سبب کیا ہے؟

جواب نمبر ۱:

صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے آپ سے معجزات کا مشاہدہ کیا وہ پختہ ارادے والے تھے اور عظیم عقول واذہان مالک تھے، لیکن ان کے برعکس یہ جماعت ضعیف رائے اور نحیف عقل کی مالک تھی اور اس جماعت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صرف آخری دور دیکھا تھا، مثل عبد اللہ بن سبا کے اور ان کے رفقاء اور ہمنواؤں کے، جن کی بصیرت وفراست کی رکاکت وسخافت اور ضعف وکمزوری کا حال معروف اور مشہور تھا لہذا ان کے متعلق کوئی تعجب نہیں کہ آپ سے سرزد ہونے والے چند کرامات اور خوارق عادات دیکھ کر انہوں نے از روئے سخافت عقل یہ سمجھ لیا ہو کہ آپ میں جوہر الوہیت نے حلول کیا ہوا ہے کیونکہ ان کے خیال میں جوہر الوہیت کے حلول کے بغیر کسی بشر سے ایسے خوارق عادات کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں تھا۔

جواب نمبر ۲:

"وقد قیل ان جماعة من هؤلاء کانوا من نسل النصاری والیهود وقد کانوا سمعوا من آباء هم و اسلافهم القول بالحلول فی انبیاء هم ورؤسائهم فاعتقدوا فیه علیه السلام ذالك"۔

"اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان غالی شیعوں کی ایک جماعت نصاریٰ اور یہود کی نسل سے تعلق رکھتی تھی اور انہوں نے اپنے آباؤ اجداد اور اسلاف سے اپنے انبیاء کرام اور رؤسا کے حق میں جوہر الوہیت کے حلول کا قول سن رکھا تھا لہذا انہوں نے آپ کے متعلق بھی وہی قول کر دیا اور اسلاف کا عقیدہ آپ کے حق میں بھی اپنا لیا۔"

جواب نمبر ۳:

"ويجوز ان يكون اصل هذه المقالة من قوم ملحدين ارادوا ادخال الالحاد في دين الاسلام فذهبوا الى ذالك"۔
(شرح حدیدی جلد سابع ص ۵۰)

''اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ یہ نظریہ وعقیدہ دراصل ملحد اور بے دین لوگوں کی طرف سے (اسلام کے خلاف سازش ہو جنہوں نے دین اسلام میں الحاد اور بے دینی کو داخل کرنے کی سازش کی لہذا وہ اس راہ پر چل پڑے۔''

الغرض ابن ابی الحدید کے اس کلام سے واضح ہوگیا کہ صرف ایک عبداللہ بن سبا ہی نہیں، بلکہ ایک پارٹی نے اسلام پر کاری ضرب کے لئے آباء واجداد کی راہ وروش پر چل کر درجہ بدرجہ اس الحاد اور بے دینی کو اہل اسلام تک پہنچا دیا اور بہت سے مدعیان اسلام ان کے دام تزویر میں پھنس گئے اور اس الحاد و بے دینی اور گمراہی وضلالت کو حقیقی اسلام اور روح ایمان سمجھ بیٹھے، حالانکہ ان یہود ونصاری کا صرف اور صرف یہ مقصد تھا کہ مسلمانی کا روپ اختیار کر کے اہل اسلام میں گھس جاؤ اور ان میں ایسے عقائد اور نظریات کو جاری کرواور انہیں رواج دو کہ بظاہر مسلمانی کا دم بھرنے کے باوجود حقیقت میں صرف یہودی ہی ہوں یا نصرانی یا ان سے بھی بدتر۔

مجوسی سازش اور فرقہ اسماعیلیہ کی ابتدا:

اسلام اور اہل اسلام کے خلاف دشمنان اسلام کی ایسی ہی تدابیر وسیسہ کاریوں کا اثنا عشری شیعہ بھی اقرار اور اعتراف کرتے ہیں چنانچہ سید نعمت اللہ الجزائری الموسوی نے شیعہ کے معروف فرقہ اسماعیلیہ کے عقائد ونظریات پر بحث کرتے ہوئے کہا:

"واصل دعواهم الى ابطال الشرائع ان العبادية وهم طائفة من المجوس راموا عند قوة الاسلام تاويل الشرائع على وجوه تعود

الى قواعد اسلافهم وذالك انهم اجتمعوا وتذاكروا ما كان عليهم اسلافهم من الملك وقالوا لا سبيل لنا الى دفع المسلمين بالسيف لغلبتهم على الممالك لكن نحتال بتاويل شرائعهم الى ما يعود الى قواعد ناو نستدرج به الضعفاء منهم فأن ذالك يوجب اختلافهم واضطراب كلمتهم ورأسهم في ذالك حمدان قرمط"۔
(انوار نعمانیہ ص ۲۴۳ ج ۲)

ان کا اصل مدعا ومقصود شرعی عقائد واحکام کو باطل ٹھہرانا ہے، عبادیہ جو مجوسیوں اور ایرانی آتش پرستوں کی جماعت تھی انہوں نے اسلام کے غلبہ اور قوت حاصل کر لینے کے بعد شریعت کی ایسی تعبیر اور تشریح کا عزم مصمم کیا، جس کے ذریعے وہ اسلام کے عقائد ونظریات اور احکام واعمال کو اپنے اسلاف کے اصول وقواعد پر منطبق کر دیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ اور مجلس مذاکرہ منعقد کی اور اپنے اسلاف کی حکومت وسلطنت اور عظمت ورفعت کا ذکر کیا۔

(اور موجودہ پستی اور غلامی کا) اور کہا کہ ہمارے لئے بزور شمشیر اہل اسلام کو اس علاقہ سے باہر نکالنے کی قدرت وطاقت نہیں کیونکہ وہ بہت سے ممالک پر غالب آچکے ہیں (اور عظیم قوت اور ناقابل تسخیر طاقت بن چکے ہیں) لیکن اگر کوئی حیلہ گری اور چارہ سازی ہے، تو صرف یہ ہے کہ ان کی شریعت کی تعبیر وتشریح ایسی کریں جو اسلام کو ہمارے اصول وقواعد کی طرف لوٹا دے اور ان پر منطبق کر دے اور اس طرح آہستہ ضعیف العقل اور ضعیف العقیدہ لوگوں کو اسلام کی صحیح راہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ہماری اس چال اور حیلہ گری سے ان میں لازمی طور پر ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ان کی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی اور اس کا اصل بانی اور اس جمات کا سرغنہ حمدان قرمط تھا۔

نوٹ:

علامہ جزائری صاحب نے عبادیہ مجوسیوں کے متعلق اسلام کے خلاف حیلہ گری اور سازش کا تذکرہ کیا اور ان کی منصوبہ بندی بیان کی ہے لیکن مقام غور ہے کہ جس طرح مجوسیوں کے دلوں میں اسلام کی ترقی اور اہل اسلام کی فتوحات سے آگ لگی ہوئی تھی۔ کیا

یہود نصاریٰ کے دلوں میں یہ آگ نہیں بھڑکی ہوگی اور انہوں نے اپنی حکومت وسلطنت کے ختم ہوجانے اور عظمت ورفعت کے خاک میں مل جانے کو ٹھنڈے دل سے قبول کرلیا ہوگا اور اسلام کے آفتاب کے نصف النہار پر چمکنے کو حسد وبغض کی نظروں سے نہیں دیکھا ہوگا۔ یقیناً یہ آگ سب دشمنان اسلام کے قلوب میں برابر لگی ہوئی تھی اور ایران وفارس میں اگر مجوسی لوگ سازشوں میں مصروف تھے تو عراق وشام اور فلسطین ومصر میں یہود ونصاریٰ سرگرم عمل تھے اور اسلام کو مٹانے میں تب بھی متفق تھے اور اب تک بھی اسی راہ پر گامزن ہیں اور ملت واحدہ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک طرف عبداللہ بن سبا یہودی اینڈ کمپنی اسلامی نظریات پر حملہ آور تھی اور دوسری طرف عبادیہ مجوسی اور اگر شیعی عقائد ونظریات پر ایک نظر ڈالی جائے تو وہ سراسر یہودیت اور مجوسیت وغیرہ کا ہی ملغوبہ نظر آتے ہیں اور اہل اسلام کی فریب دہی کے لئے ان میں تھوڑی تھوڑی تبدیلی کرلی گئی ہے اور انہیں اسلام سے دور کرتے ہوئے عقیدۂ امامت سے عقیدہ الوہیت تک پہنچادیا اور لف حریر کے تکلف کے بعد محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی تک کو حلال ٹھہرادیا اور لواطت بھی حلال کردی۔ بعض نے صرف بیویوں کے ساتھ اور بعض نے بلاتخصیص اور زنا کو بھی حلال قرار دے دیا، مگر متعہ کا نام استعمال کرکے اور اس میں تعداد اور گواہوں کی پابندی ختم کرکے۔

الغرض بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہ فرقہ اسلامی فرقہ نہیں، بلکہ مذہب کی آڑ میں اسلام سے سیاسی انتقام کی بھیانک سازش ہے اور اسلام واہل اسلام کو نیست ونابود کرنے کا ناپاک منصوبہ جس کو نہ اہل بیت کرام سے تعلق اور نہ ان کی سیادت وقیادت سے بلکہ محض اپنے قلبی غیظ وغضب کو سامان تسکین مہیا کرنے سے غرض ہے اور صرف زبانی زبانی اسلام کا نام لینے والے یہودی اور مجوسی تیار کرنے سے غرض ہے، جس میں بدقسمتی سے وہ کافی حد تک کامیاب ہوگئے اور اسلام کی قوت وطاقت کو اہل اسلام میں باہمی آویزش اور اختلافات کے ذریعے ضعیف وناتواں کردیا اور وحدت ملی کو پارہ پارہ کرکے اس کی روز افزوں ترقی کو روکنے

میں اور اپنے قلوب کو سامان تسکین وراحت پہنچانے میں فائز المرام ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اے کاش! علماء شیعہ یہود مجوس کی اس سازش کا خود تذکرہ کرنے کے بعد اس سے عبرت بھی حاصل کرتے اور اس دام تزویر کو تار تار کرکے اس سے باہر آجاتے اور حقیقت کے اعتراف میں فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے اور تلافی مافات کرتے مگر ایں کار یست کہ موقوف ہدایت باشد۔

عبداللہ بن سبا یہودی اور صاحب ناسخ التواریخ:

قبل ازیں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے قلم حقیقت رقم سے ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم ص ۵۲۴ کی عبارت ملاحظہ فرماچکے اور اس کی طرف سے مذہب رجعت عقیدہ خلافت بلافصل اور وصی رسول اللہ کا عقیدہ رائج کرنے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش کی تفصیل ملاحظہ کرچکے۔ اب اس کے اور اس کی جماعت کے عقائد کی مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں اور ان کو اہل تشیع کے مذہب پر منطبق کرکے دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ آیا اس مذہب کا بانی موجد یہی عبداللہ بن سبا ہے یا نہیں ہے؟

{۱} حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو رمضان المبارک میں دن کو کھاپی رہے تھے، تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم بیمار ہو یا مسافر؟ تو انہوں نے کہا بالکل نہیں۔ آپ نے فرمایا تم اہل کتاب میں سے ہو؟ اور ذمی ہو؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا پھر رمضان المبارک میں کھانے پینے کا تمہارے لئے کیا جواز ہے؟ تو اس جماعت کے رہنما نے کہا:

عبد اللہ بن سبا کہ از مردم غالی اول کسی است گفت انت انت وازیں قصد کرد کہ توئی خدا وند یزداں وآفرینندہ انس وجاں۔

یعنی عبداللہ بن سبا جو غالی شیعوں کا مقتدا اور پیشوا تھا اس نے کہا تو تو ہے یعنی تو خداوند مہربان ہے اور خالق انس وجان ہے۔

آپ نے اس کا مقصد سمجھ لیا تو فوراً گھوڑے سے چھلانگ لگا کر زمین پر اللہ تعالی کے حضور سربسجود ہو گئے اور پھر سر مبارک کو اٹھا کر فرمایا تمہارے لئے ہلاکت ہو، میں تو اللہ تعالی کے بندوں میں سے ایک عام بندہ ہوں۔ اللہ تعالی سے ڈرو اسلام کی طرف واپس آؤ۔

الغرض آپ نے ان کو اپنے ہمراہ لے جا کر اسلام میں داخل ہونے اور ان کفریہ عقائد سے توبہ کرنے کی بہت تلقین کی لیکن انہوں نے ذرہ بھر اثر قبول نہ کیا، پھر آپ نے مجبور ہو کر انہیں آگ میں جھونک دینے کا حکم دیا، مگر اس جماعت نے آگ کے تنوروں میں جھونکے جانے پر بھی اور آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آکر بھی یہی نعرہ بلند کیا "الآن ظهر لنا ظهورا بينا انك انت الاله"۔ اب ہمیں پہلے سے بھی زیادہ وثوق اور یقین کامل حاصل ہو گیا ہے کہ واقعی تم الہ اور معبود برحق ہو کیونکہ آپ کے چچازاد بھائی جنہیں آپ نے رسول بنا کر بھیجا تھا ہمیں بتایا تھا "لا يعذب بالنار الا رب النار" کہ آگ کے ساتھ عذاب دینا صرف آگ کے مالک اور خالق کا ہی کام ہے تم نے ہمیں آگ کے ساتھ عذاب دیا ہے۔ لہذا تمہارا خالق و مالک اور الہ برحق ہونا ہم پر پوری طرح واضح ہو گیا ہے چنانچہ جل کر خاکستر ہو گئے مگر اس عقیدہ پر ثابت قدم اور مستحکم رہے انہیں دو گڑھوں میں جل مرنے کی حسرت میں شیعی شاعر نے کہا ہے:

لترم بي المنية حيث شاءت   اذا لم ترم بي في الحفرتين

اذا ما حشت احطب النار   فذاك الموت نقدا غير دين

"اب موت مجھے جدھر چاہے پھینکے، جبکہ اس نے مجھے ان دو گڑھوں میں نہیں پھینکا، جبکہ وہ جلتی اور بھڑکتی لکڑیوں کے ساتھ بھرے جا چکے تھے، تو وہ موت نقد تھی نہ کہ ادھار۔"

{۲} وہ جماعت جل گئی (جس کی تعداد بقول علامہ کشی وغیرہ ستر تھی) مگر ان کے پیرو مرشد عبداللہ بن سبا نے جب مقصود و مدعا پر پانی پھرتا دیکھا اور سازش و حیلہ گری کو ختم ہوتے دیکھا تو توبہ کا اظہار کر کے جان بچانے کی ٹھانی اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت علی

مرتضی رضی اللہ عنہما کے دیگر مقربان خاص کو اپنا سفارشی بنا لیا۔ چنانچہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر اس کی توبہ قبول کی اور اسے رہا کرنا منظور فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ کوفہ شہر میں رہائش پذیر نہیں ہوگا بلکہ مدائن کی طرف چلا جائے گا، چنانچہ وہ کوفہ سے مدائن کی طرف منتقل ہو گیا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن سبا نے پھر سابقہ عقائد کا پرچار شروع کر دیا اور کافی لوگوں کو اپنے ارد گرد جمع کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نیا عقیدہ یہ ظاہر کیا کہ اگر ان کا دماغ ستر تھیلیوں میں میرے سامنے حاضر کرو، تو پھر بھی میں قطعاً ان کی وفات کا یقین نہیں کروں گا۔ "لعلمنا انه لم يمت ولا يموت حتى يسوق العرب بعصاه"۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ وہ نہ فوت ہوئے ہیں اور وہ نہ فوت ہوں گے، حتی کہ تمام اہل عرب کو اپنے زیر فرمان لائیں گے اور ان پر حکمرانی فرمائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ عبداللہ بن صبرہ ہمدانی عبداللہ بن عمرو بن حرب الکندی اور اس قسم کے بڑے بڑے لوگ اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

"وسخن ایشاں دربلاد وامصار رفت ومردمان ورشك شبه افتادند" "ان لوگوں کے اقوال اور وسوسے دور دراز شہروں اور علاقوں تک جا پہنچے اور لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے۔"

بعض نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی غیبی خبروں کو سن کر اور واقعیت کا مشاہدہ کر کے اور بعض نے خیبر کا دروازہ اکھیڑنے اور اس کا یہ سبب بیان کرنے سے:

"ما قلعت باب خيبر بقوة جسدانية بل بقوة الهية"۔ "کہ میں نے باب خیبر کو جسمانی قوت سے نہیں بلکہ قوت الٰہیہ سے اکھیڑا ہے۔"

یہ عقیدہ اپنا لیا کہ آپ کے اندر اللہ تعالی نے حلول کیا ہوا ہے اور بعض نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے آپ کی الوہیت کی طرف اشارہ سمجھ لیا" وحده صدق وعده نصر عبده وهزم الاحزاب وحده"۔ وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ اپنے عبد

خاص کی امداد ونصرت فرمائی اور اکیلے عساکر کفار کو شکست دی' کیونکہ غزوہ خندق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی عمرو بن عبدود کو قتل کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی اس طرح امداد فرمائی، لہذا ان کلمات طیبات کا (مقصد و مطلب اپنی کج فہمی اور کور مغزی سے یہی سمجھ کر ان کا) مصداق حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بنا ڈالا (الغرض الوہیت مرتضی رضی اللہ عنہ پر اس طرح کے دلائل قائم کر لئے گئے اور ان عقائد کا پرچار خفیہ انداز میں جاری رہا اور اس طرح ایک جماعت تیار ہو گئی' جن کو سبائیہ کہتے ہیں' جن کا عقیدہ یہ ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا وصال نہیں ہوا' بلکہ وہ آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور یہ گرج و چمک انہیں کی آواز ہے اور یہ گروہ جب گرج کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں: السلام علیک یا امیر المومنین۔

﴿۳﴾ اس سبائی جماعت نے نبی اکرم ﷺ پر یہ بہتان بھی باندھا کہ اللہ تعالی نے جو کچھ وحی نازل فرمائی تھی' اس میں سے صرف دسواں حصہ آپ نے ظاہر فرمایا اور نو حصے اپنی صواب دید کے مطابق چھپا لئے تھے۔

”گفتند آنچہ خدا خداوند بدو وحی فرستاد از دہ یکے را ظاہر ساخت و نہ دیگر بصلاح دید خویش پوشیدہ داشت۔“

(نوٹ) سبائی غالیوں کے اس نظریہ کو اثنا عشریہ کے اس عقیدہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں:

”تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ“ دین کا نوے فیصد حصہ تقیہ میں ہے تو روز روشن کی طرح حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ ابن سبا کے اس نظریہ کو تمام شیعہ فرقوں نے دل و جان سے قبول کر رکھا ہے۔ اصول کافی میں شیعہ کے محدث کبیر کلینی نے دین کے نوے فیصد حصہ کو تقیہ میں منحصر مان کر اس سبائی نظریہ کو اہل تشیع کا اجماعی عقیدہ بنا ڈالا ہے اور اسے صرف امت تک محدود نہیں رکھا' بلکہ نبی الانبیاء ﷺ کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔

﴿۴﴾ غالی شیعوں اور سبائی نظریات کے حاملین نے مزید قدم آگے بڑھاتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ تمام اولاد علی میں اللہ تعالی نے حلول کیا ہوا ہے العیاذ باللہ۔

﴿۵﴾ بعض نے تناسخ کا نظریہ اپنا لیا اور حشر و نشر اور جنت و دوزخ کا ہی انکار کر دیا۔

﴿۶﴾ انہیں میں سے اسحاق بن زید بن حارث تھا جس نے نظریہ اباحت کو جاری کیا اور تکالیف شرعیہ یعنی فرائض و واجبات کی پابندی اور محرمات شرع یعنی زنا و لواطت وغیرہ سے اجتناب کی پابندی ختم کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منصب رسالت میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک اور حصہ دار تسلیم کرتا تھا۔

﴿۷﴾ صاحب ناسخ کہتا ہے کہ انہیں غالیوں میں سے اب بھی ایران کے اکثر مقامات پر موجود ہیں جو آگ پر چلتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو ناسخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم ص ۴۷۴ تا ۴۷۶)

الغرض رجعت' تقیہ' خلافت بلا فصل' وصی رسول ہونا تولی و تبری کے عقائد و نظریات نیز حلول و اتحاد کا عقیدہ، نماز و روزہ وغیرہ کی فرضیت کا انکار اور زنا و لواطت وغیرہ کی حرمت والی پابندیوں سے خلاصی و آزادی کا موجد اور بانی عبداللہ بن سبا ہے اور اس کے چیلے اور پیرو کار اور یہی عقائد و نظریات مذہب شیعہ کی روح ہیں اور ہر شیعی فرد کسی نہ کسی رنگ میں ابن سبا کے دام تلبیس و تزویر میں گرفتار ہے۔

لہذا اب اس کو افسانوی شخصیت قرار دے کر اس الزام سے بچنے کی ناکام کوشش کرنا ”کہ مذہب رفض اور تشیع دراصل یہود کی پیداوار اور ایجاد و اختراع ہے۔“ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی یہ عذر قابل قبول ہے' بلکہ یہ اٹل حقیقت ہے اور علامہ ڈھکو کے اسلاف نے ہی اس کی راہ فرار مسدود کر دی ہے، لہذا اس کی یہ سعی قطعا کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی۔

عبداللہ مامقانی اور ابن سبا:

اہل تشیع کے چودھویں صدی کے عظیم محقق اور مصنف شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال ص ۱۸۳ تا ۱۸۴ ج ۲ میں اکابرین علماء شیعہ کی تصریحات نقل کر کے اس کے حسب و نسب اور اصل و نسل کو بھی تسلیم کیا اور علامہ کشی کے حوالہ سے ائمہ کرام سے اس کے متعلق

منقول روایات کو نقل کیا اور اس کے نظریات فاسدہ اور عقائد باطلہ کو بیان کیا اور ایک جملہ بھی ایسا ذکر نہیں کیا، جس سے ابن سبا کے افسانوی شخص ہونے کا اشارہ بھی ملتا ہو، تو آخر علامہ ڈھکو صاحب کا کیا خیال ہے کہ یہ سبھی شیعی مصنفین جاہل' بدھو' کورے' کودن اور احمق ہیں اور انہیں تحقیق و تدقیق سے کوئی نسبت اور تعلق نہیں ہے' صرف علامہ ڈھکو صاحب اور طہ حسین وغیرہ ہی محقق اور مدقق ہیں۔ **یا للعجب۔**

عقیدہ رجعت کا بانی کون تھا؟

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم ص ۵۲۴ سے طویل ترین عبارت نقل کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ وصی رسول اللہ اور خلیفہ بلا فصل اور رجعت وغیرہ کے شیعی عقائد کا موجد اور اس مذہب کا عبداللہ بن سبا یہودی ہے' جس کے جواب میں علامہ موصوف نے صرف یہ کہہ کر گلوخلاصی کی کوشش فرمائی کہ ہمیں متعلقہ مقامات میں کہیں اس عبارت کا سراغ ہی نہیں ملا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موصوف کو اپنی مسلکی اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ ہی نہیں اور نہ کسی کتاب کے حوالے تلاش کرنے کی اہلیت ہی ہے ورنہ جو کتاب یا تاریخ ہر ہر سال کے سلسلہ وار واقعات پر مشتمل ہو۔ اس میں سے ۳۵ھ کے واقعات کی تلاش کیونکر دشوار ہو سکتی تھی اور یہ عبارت نظروں سے اوجھل کیسے رہ سکتی ہے؟ مقام حیرت ہے کہ علامۃ العصر اور محقق دوران اور مجتہد وقت ہونے کا مدعی اور حجۃ الاسلام کا لقب اپنے لئے مخصوص ٹھہرانے والا اتنی لیاقت بھی نہیں رکھتا کہ ۳۵ھ کے واقعات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش اور ان کی شہادت کے علل و اسباب کو اپنے مذہب کی تاریخی کتاب سے تلاش کر سکتا بریں عقل و دانش بباید گریست۔

الحاصل کتاب ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم ص ۵۲۴ ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنجم ہجری'' کا عنوان قائم کر کے ابن سبا کے کردار کو واضح کیا گیا ہے اور مزید تفصیلات جلد سوم' کتاب دوم ص ۴۷۴ تا ص ۴۷۶ پر موجود ہیں۔ صاحب ناسخ نے

(پدید آمدن) کا لفظ استعمال کر کے واضح کر دیا کہ عقیدہ رجعت پینتیس ہجری سے قبل ظاہر اور نمایاں نہیں تھا۔ اگر قرآن مجید اور سید الانبیاء ﷺ نے اس کو ارکان اسلام وایمان میں داخل فرمایا ہوتا تو دور نبوت و رسالت میں ہی اس کا ظہور ہو چکا ہوتا اور آپ کے وصال شریف کے پچیس سال بعد حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول پر قیاس کر کے اس نظریہ کے اختراع وایجاد کی ضرورت نہ پڑتی۔ لہذا صاف ظاہر کہ اس عقیدہ کا موجد اور مخترع عبداللہ بن سبا یہودی ہی تھا اور بعد ازاں اس کے متبعین نے اس کو نہ صرف بالاجماع اور بالاتفاق قبول کر لیا، بلکہ اسے شیعہ مذہب کی روح اور جان تسلیم کر لیا اور اس کے منکر کو دین تشیع سے خارج قرار دے دیا۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کا مقصد اس طویل اقتباس سے صرف اس قدر تھا کہ مذہب شیعہ کا بانی کون ہے؟ اور اس کے بنیادی عقائد کس نے ایجاد کئے؟ اور کس وقت ان کا اختراع شروع ہوا اور آپ نے شیعی کتب رجال کشی اور ناسخ التواریخ کے حوالہ جات سے یہ پتہ بتلا دیا اور کھوج لگا دیا اور ہر شخص بخوبی اور بآسانی یہ حقیقت سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ و نظریہ بانی اسلام اور قرآن نے جاری کیا ہوتا تو ہجرت کے پینتیس سال تک اس کا پردہ خفا میں نا ممکن تھا اور ایک یہودی نژاد مسلم نما کو اس کی اشاعت پر زور نہ لگانا پڑتا' جب بانی کا اتا پتہ اور اس کا اصل معلوم ہو گیا تو بناء کا حال خود واضح ہو گیا۔

قیاس کن گلستان من بہار مرا

لہذا ڈھکو صاحب کو عبارت تلاش کرنی چاہیے تھی اور اگر نہیں مل رہی تھی، تو جیسے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے فرمایا تھا اگر حوالہ جات نہ مل سکیں تو سیال شریف آئیں ہم حوالے دکھلانے کے ذمہ دار ہیں' آپ سے رابطہ پیدا کر لیا جاتا' اور یہ عذر بارد اور کھوکھلا بہانہ کر کے اپنے لئے رسوائی کا سامان نہ کیا جاتا؟

کس نظریہ پر اس کے قائلین عقلی و نقلی دلائل قائم نہیں کرتے؟

علامہ موصوف نے جوابات کی تیسری شق میں کہا کہ پیر صاحب آف سیال شریف

نے ہمارے عقیدہ رجعت کی رد کرنا چاہی ہے' حالانکہ یہ عقیدہ عقلی ونقلی دلائل سے ثابت ہے'
حضرت قبلہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فساد وبطلان پر نہ دلائل دیئے' نہ ان کا یہ مقصد تھا آپکا مقصد تھا اس کے موجد وبانی کی حقیقت بتلانا' مگر علامہ موصوف اس طرف سے تو عاجز وقاصر ہو گئے اور نیا رخ اختیار کر لیا کہ یہ عقیدہ بے شمار دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔
آخر دنیا میں کونسا ایسا باطل سے باطل نظریہ جاری ہوا' جس کے بانیوں نے اس پر عقلی اور نقلی دلائل قائم نہ کئے جو حضرات مذہب شیعہ کو باطل سمجھتے ہیں، انہوں نے بھی عقلی اور نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور جو حق سمجھتے ہیں' انہوں نے بھی اتنی ضخیم کتابیں لکھ ماری ہیں کہ مجتہد العصر کے مدعی ہونے کے باوجود حوالہ بھی تلاش نہیں کر سکتے۔ لہذا محض عقلی ونقلی دلائل موجود ہونے کا دعویٰ کوئی وزن نہیں رکھتا۔

جو شخص بھی ایک نظریہ قائم کرتا ہے' اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی علت موجبہ اور سبب باعث ہوتا ہی ہے جیسے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے "لکل ضلالة علة" ہر گمراہی کی کوئی نہ کوئی علت ہوا کرتی ہے، اور عبداللہ بن سبا بھی معمولی آدمی نہیں تھا، وہ کتب سابقہ کا ماہر بھی تھا اور قرآن مجید کا بھی۔ اسی لئے اس نے آیت کریمہ کو بطور دلیل پیش کر کے یہ عقیدہ جاری کیا اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ علامہ ڈھکو صاحب کے دلائل کی نسبت اس کی دلیل زیادہ واضح اور وقیع نظر آتی ہے۔ علامہ ڈھکو کا اسے اپنے دلائل میں جگہ نہ دینا سراسر ناانصافی اور احسان ناشناسی ہے۔ ہاں البتہ اسے ذکر نہ کرنے کا موجب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم صرف ابن سبا کی تقلید پر اکتفا نہیں کرتے' بلکہ اس کی نگاہ کرم سے خود مجتہد بن چکے ہیں اور نئے نئے دلائل پیش کر سکتے ہیں' جہاں تک ابن سبا کا ذہن رسا بھی نہیں پہنچا تھا۔

پدر نتواند پسر تمام خواہد کرد۔

کس کی رجعت کا اعتقاد رکھا جائے؟

ناسخ التواریخ سے خود سید عالم ﷺ کا دوبارہ تشریف لانا آپ ملاحظہ فرما چکے اور

ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف زیارت کرانے نہیں آئیں گے' بلکہ اسلام کے مبلغ اور خلفاء اسلام میں سے ایک خلیفہ کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تو جب ان پر قیاس کرتے ہوئے سید عالم وعالمیان ﷺ کی دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ اپنایا گیا ہے تو حکومت وسلطنت اور حدود وقصاص کا معاملہ آپ کے ہاتھ میں تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

لیکن ''انوار نعمانیہ'' میں نعمت اللہ الجزائری کہتے ہیں کہ سبائیہ نے یہ عقیدہ اپنا رکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بادلوں سے نزول فرماویں گے اور ساری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے "وانه ینزل بعد هذا الی الارض و یملاء ها عدلا" تو اس طرح دونوں حضرات کی رجعت بھی اور ان کا حکمران اور متصرف ہونا ثابت ہو گیا۔

علاوہ ازیں حضرت محمد بن حنفیہ' حضرت جعفر صادق اور حضرت موسیٰ کاظم وغیرہم رضی اللہ عنہم کی دوبارہ تشریف آوری اور حکمرانی کا قول بھی ثابت ہے اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ اصل حکومت تو حضرت مہدی کی ہوگی۔ یہ حضرات صرف ان کے ہاتھوں میں مظلومان اہل بیت کی دادرسی اور ظالموں کے خلاف انتقامی کاروائی دیکھنے کے لئے تشریف لائیں گے' تو آخر اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ کسی کی رجعت کا عقیدہ رکھا جائے اور کس حیثیت میں وہ رجعت تسلیم کی جائے۔

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرما

یوم الدین اور یوم الجزاء کون سا ہے؟

قرآن مجید کی آیات مبارکہ سے ایک ہی قیامت ثابت ہوتی ہے اور جمہور اہل اسلام بھی ایک ہی قیامت کے قائل ہیں اور ۳۵ھ تک سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ونظریہ رہا۔ اہل اسلام کو یوم الدین یوم الجزاء یوم الحساب اور الساعة وغیرہ سے تعبیر کرتے تھے اور کفار ومشرکین اس کا شدومد سے انکار کرتے تھے مگر قرآن مجید نے کفار ومشرکین کے بار بار ردوقدح کے باوجود کہیں بھی صراحت کے ساتھ اس دوسری قیامت اور دوسرے یوم جزاء کا ذکر نہیں کیا۔ لہذا تمام اہل اسلام کے اجماع واتفاق کے برعکس اور قرآن مجید کے ایک یوم

الدین اور یوم الحساب کے اعلان کے برخلاف ایک یہودی کی تقلید واتباع میں اس عقیدہ رجعت کا اقرار واعتراف کسی مدعی اسلام کو زیب نہیں دیتا۔

الحاصل فی الحال ہمارا مدعا ومقصود اس قدر تھا کہ حضرت شیخ الاسلام نے شیعہ مذہب کے بانی کی نشان دہی میں جو کچھ فرمایا' وہ بالکل برحق تھا اور واقع کے مطابق اور اسی کتاب کے انہیں صفحات پر موجود تھا جن کا حوالہ رسالہ مذہب شیعہ میں دیا گیا تھا اور اس نے کسی سنی عالم کا یہ قول بھی نقل نہیں کیا' بلکہ اپنی تحقیق وتدقیق بیان کی ہے اور مذہب رجعت کے ظہور پذیر ہونے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش اور مکر وفریب نیز خلافت بلافصل اور وصی وغیرہ کے عقائد کی ایجاد واختراع میں عبداللہ بن سبا کی مساعی ذمیمہ بیان کی ہیں اور جب بانی کی حقیقت اور حیثیت معلوم ہوگئی' تو اس کے تیار کردہ نظریات کا حال بھی واضح اور عیاں ہوگیا' اس پر مزید ردوقدح کی ضرورت نہیں ہے۔

ہماری رائے یہی ہے کہ علامہ ڈھکو صاحب اتنے بے خبر اور نااہل نہیں ہوسکتے کہ اپنے مذہب کی اہم کتاب میں سے اتنا واضح اور آسان حوالہ بھی معلوم نہ کرسکیں بلکہ آپ نے تقیہ سے کام لیا اور جھوٹ بول کر ثواب بھی کمایا اور جواب دہی کی تکلیف سے سہل انداز میں دامن بچایا۔ اگر تسلیم کرلیتے کہ واقعی ہماری کتابوں میں ہمارے اکابر نے تصریح کردی ہے کہ عبداللہ بن سبا ہی اس نظریہ کو رواج دینے والا ہے' جس پر مذہب شیعہ کا دارومدار ہے تو پھر سارے مذہب کا ستیاناس ہوتا تھا، تو اگر ایسے مشکل مقامات پر تقیہ کام نہ آئے تو اسے جاری کرنے کا فائدہ ہی کیا؟

علامہ ڈھکو صاحب کی انوکھی منطق:

علامہ موصوف نے عبداللہ بن سبا کے مذہب شیعہ کا بانی ہونے کی نفی میں یہ انوکھی منطق استعمال فرمائی کہ ہر مذہب والے اپنے مقتداء وپیشوا کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں' جبکہ ہماری کتب رجال میں ہر جگہ اس کو کافر بے دین اور ملحد وزندیق قرار دیا گیا ہے، لہٰذا وہ ہمارا

مقتداء کیونکر ہوسکتا ہے؟ مگر یہ جواب سراسر غلط اور ناقابل اعتبار والتفات ہے۔

① ہم نے شیعی کتب کے حوالہ جات سے اس کو مذہب شیعہ کا بانی ثابت کیا ہے نہ کہ محض اثناء عشریہ کے نظریات کا لہٰذا اگر شیعہ کے بائیس فرقوں میں سے ایک فرقہ اس کی مذمت کرتا ہے، تو اس سے یہ کیسے لازم آسکتا ہے کہ سب شیعہ فرقے اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کی تعظیم وتکریم نہیں کرتے۔ ابھی ناسخ التواریخ کے حوالے سے عرض کیا جاچکا ہے کہ غالی شیعوں کے نزدیک ان دو گڑھوں کی اور ان میں جل مرنے کی کیا اہمیت ہے اور انہیں سعادت کے حصول کی کس قدر حسرت ہے' جن میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں کو جلا دیا تھا۔ جب گڑھے اس قدر عزیز ہیں، تو وہ لوگ ان کی نظروں میں کتنے عظیم ہوں گے اور پھر ان کا امام وپیشوا اور رہنما کس قدر معزز اور مکرم ہوگا اور ایک گروہ اسی کے نام کی مناسبت سے کہلاتا ہی سبائیہ ہے، لہٰذا ابن سبا کے مذہب شیعہ کا بانی ہونے کی نفی اس بودے اور بیہودہ جواب سے نہیں ہوسکتی۔

② علاوہ ازیں ہوسکتا ہے کہ آپ اس کا نام بدل کر دوسرے نام سے اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہوں تاکہ حق نعمت بھی ادا ہوجائے اور اہل السنّت کے طعن وتشنیع سے بھی کسی قدر تحفظ حاصل ہوجائے جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے مجوسی ابولؤلؤ کا نام بدل کر بابا شجاع الدین کہہ کر اس کا عرس اور میلہ منانا شروع کردیا گیا اور اس کے حضور ہدیۂ تشکر اور گلہائے عقیدت پیش کئے جانے لگے اور آپ کے اہل مذہب کے لئے یہ ادنی کرشمہ ہے۔

③ نیز یہ عذر وہ شخص کرسکتا ہے جو اصول وقواعد کا پابند ہو اور شیعہ مذہب میں افراط وتفریط اور نشیب وفراز کا سلسلہ ہی ایسا ہے کہ محسن اور غیر محسن میں امتیاز روا ہی نہیں رکھا جاتا۔ جی چاہے تو مجوسی کو بابا شجاع الدین بنالیں اور اس کے عرس اور جشن منائیں اور جی میں آجائے تو آگ کی پرستش سے بچانے والے اور خدائے بزرگ وبرتر کے حضور سجدہ ریز

کرنے والے زرتشت کی جگہ رسول معظم ﷺ کی غلامی میں لانے والے اور زرتشتی ویدوں کی بجائے کلام اللہ شریف کی تلاوت کا شرف بخشنے والے حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کو دین سے خارج قرار دے دیں اور گالی گلوچ اور سب وشتم کے بغیر ان کا نام لینا بھی گوارا نہ کریں

یہاں الٹی گنگا بہتی ہے، ہر چیز یہاں کی الٹی ہے۔

(۴) نیز تقیہ بھی ایسے ہی مواقع کے لئے ایجاد کیا گیا تھا۔ جب دیکھا کہ اس قائد اور ہیرو کی قیادت وسیادت کا برملا اعتراف کرتے ہیں، تو مذہب کا سارا کھیل ہی بگڑتا ہے کیونکہ اس کی اصل اور نسل یہود سے جا ملتی ہے لہذا اس کا تذکرہ چھوڑ دینے میں ہی عافیت سمجھی بلکہ زبانی زبانی اس کی مذمت کر دی، خواہ دل اس کی یاد اور محبت والفت سے معمور ہی کیوں نہ ہو۔

پچھلے اوراق میں متعدد حوالہ جات آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں، جہاں ائمہ کرام نے خلفاء راشدین کی تعریف کی ہے، مگر وہاں شیعہ علماء ان ممدوحین کی مدح وثناء کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور شیعہ راویوں کے حق میں یہودی، نصرانی، مجوسی اور تثلیث کے قائلین سے بدتر وغیرہ کے الفاظ ائمہ کرام کی زبانی منقول ہیں، مگر ان کو اس مذہب کا ہیرو اور بانی قرار دیا جاتا ہے، اس لئے نہ تمہاری مدح مقتداء ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے اور نہ تمہاری مذمت، مقتداء ہونے کی نفی کر سکتی ہے۔ یہ صرف وہاں کا پیمانہ اور معیار ہو سکتا ہے جہاں پر زبان اور ضمیر میں یکسانیت ہو اور قول وعقیدہ میں وحدت ہو، مگر بد قسمتی سے شیعہ مذہب اور اس کے پیرو کار اس خوبی اور صفت کمال سے کوسوں دور ہیں۔

(۵) نیز ابن سبا نے خلافت بلافصل اور وصی رسول اور رجعت کے عقیدہ سے آغاز کیا تھا اور اس کی آخری منزل حلول واتحاد تھا اور وہ درجہ بدرجہ یہودیت اور نصرانیت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اثناء عشریہ اس کا مکمل ساتھ نہ دے سکے اور جس بلند مرتبہ اور اعلیٰ مقام پر وہ لے جانا چاہتا تھا، اس کے اہل نہ نکلے اور اس کے دشمن بن گئے، مگر ابتدائی تعلیمات سے فیض یاب

ہونے کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا، بس صرف اتنا قدر ثابت ہوا کہ آپ اس کے مرید کامل اور تلمیذ ارشد نہ بن سکے۔ اسی لئے آپ کے اکابرین نے اس کے متعلق کہا "عبد الله بن سبا الذی رجع الی الکفر و اظهر الغلو" (تنقیح المقال، ص ۱۸۳ تا ۱۸۴) عبداللہ بن سبا (امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا) بعد ازاں کفر کی طرف لوٹ گیا اور غلو کا اظہار کیا، لہذا صاف ظاہر ہے کہ جب تک حلول واتحاد کا قول ائمہ کے حق میں نہیں کیا تھا اور اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا، تمام فرقے اہل تشیع کے اس کو ہیرو اور قائد مانتے تھے، جب عقائد ظاہر کئے، تو بعض نے نفرت کا اظہار کیا اور بعض نے مکمل وفاداری کا مظاہرہ کیا، مگر اس طرح بھی اس کی قیادت سے کلیتہ برأت اور بیزاری ظاہر نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ شیعہ کے دامن میں خیرات ہے، یہ سب اسی کا صدقہ اور فیضان ہے۔

یزید کے بارے میں راقم کے نظریات:

راقم نے ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام ہے "اسلام میں عورت کا مقام" اس کتاب کی تحریر کا کام (۴ مارچ ۱۹۹۶) کو ختم ہوا۔ اس وقت سے لے کر آج تک جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کے ناظم اعلیٰ محترم ومکرم سید شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی اس کتاب کو چھاپ رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون "عورت کے جہاد میں شرکت" کے متعلق ہے۔ اس میں ایک حدیث سے "ام حرام بنت ملحان کی جہاد میں شرکت" کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اسی حدیث سے بعض لوگ یزید کو مغفور وجنتی کہتے ہیں۔ راقم نے اس کی وضاحت کی اور اپنے نظریات بھی پیش کر دیئے ہیں۔ آج سے بہت پہلے جو میں نے تحریر کیا اسے پڑھے بغیر یا ضد کی وجہ سے کہ میں "محب صحابہ کرام" کیوں ہوں، مجھے "یزیدی" کہنے کی ناپاک اور ناکام کوششیں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا عطاء فرمائے۔

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی جہاد میں شرکت:

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا جو ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، کہتی ہیں کہ نبی

کریم ﷺ ہمارے گھر آرام فرماتے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے، یہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: میں نے ایک قوم کو دیکھا ہے جو کشتیوں پر سوار دریائی سفر کر رہے ہیں، جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر متمکن ہوتے ہیں۔ یہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ میرے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالی مجھے بھی ان میں شامل کرے۔ آپ نے فرمایا" فانك منهم " بیشک تم ان میں شامل ہوگی۔ آپ کہتی ہیں نبی کریم ﷺ سو گئے، پھر بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ یہ کہتی ہیں، میں نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے آپ نے پہلے کی طرح ہی جواب دیا۔

انہوں نے پھر آپ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ میرے لئے دعا کریں اللہ تعالی مجھے بھی ان میں شامل کرے۔ آپ نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں شامل ہو گی۔ اسکے بعد ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا وہ جہاد کے لئے دریائی سفر میں جاتے ہوئے انہیں بھی ساتھ لے گئے۔ جب واپس لوٹنے لگے تو ان کے پاس خچر لایا گیا تا کہ یہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن یہ سوار ہوتے ہوئے نیچے گر گئیں، ان کی گردن ٹوٹ گئی اور ان کی وفات ہوگئی۔ (ابوداؤد باب فضل الغزو فی البحر)

فوائد:

ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی محرم عورتوں سے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو آنے والے واقعات پر اللہ تعالی نے مطلع فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ علم بھی دیا گیا کہ یہ جنگ دو مرتبہ ہوگی۔ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا پہلی جنگ میں شریک ہوں گی۔ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ دوسری جنگ سے پہلے انکی وفات ہو جائے گی اس میں یہ شریک نہیں ہوسکیں گی۔ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ میری امت بعد میں باقی رہے گی۔ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ یہ دریائی سفر کر کے جہاد کریں گے۔ آپ کو یہ بھی پتہ تھا کہ یہ دشمن پر غالب آجائیں گے۔ ان فوائد کے ذکر کرنے

کے بعد علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا:

"وقد وجد بحمد الله تعالى كل ذالك" "بحمد اللہ یہ تمام غیبی خبریں آپ کے معجزات وقوع پذیر ہوئے۔"

تنبیہ:

اسی حدیث میں مسلم شریف میں حضرت ام حرام کے سوال پر کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں آپ نے فرمایا: "ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل الله" میری امت کے لوگ اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کئے گئے۔

مسلم شریف میں اور الفاظ مبارکہ یہ ہیں:

"فركبت ام حرام بنت ملحان البحر فی زمان معاوية فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت"۔ "ام حرام بنت ملحان دریائی سفر میں کشتی پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سوار ہوئیں اور اپنی سواری سے اس وقت گریں جب دریا عبور کر چکیں تو ہلاک ہوگئیں۔"

ابوداؤد شریف میں" فلما رجع " کہ لوٹتے ہوئے آپ اپنی سواری سے گریں۔ ان دونوں احادیث کا مطلب ایک ہی ہے آپ جہاد سے واپس لوٹتے ہوئے جب دریا سے نکل چکیں تو اپنی سواری پر سوار ہوتے ہوئے گر کر فوت ہوگئیں۔

مسلم شریف کی حدیث سے یزید کے مدح خواں خارجیوں نے یہ دلیل پیش کی کہ ایک تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی کی راہ میں اپنی امت کے لوگ غزوہ کرتے ہوئے دکھائے گئے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ اس جنگ میں شریک سب کے سب غازی فی سبیل اللہ تھے وہ بخشے ہوئے نیک لوگ ہیں۔ حدیث شریف میں دوسرے الفاظ کہ وہ جنگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اس میں یزید بھی شریک تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ یزید بھی نیک ومغفور ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی۔ اس باطل قول کا سارا تانا بانا اس پر ہے کہ یزید قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھا اور وہ جنگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔

حدیث روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ قسطنطنیہ کی جنگ دو مرتبہ ہوئی اس لئے کہ پہلی مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ام حرام رضی اللہ عنہا کو کہا: تم ان لوگوں میں شامل ہوگی جو اس جہاد میں شریک ہوں گے۔ دوسری مرتبہ عرض کرنے پر آپ نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں میں ہوگی۔

پہلی مرتبہ جنگ کب ہوئی:

"قال اکثر اهل السیر و الاخبار ان ذالك كان فی خلافة عثمان قوله فی زمان معاویة معناه فی زمان غزوة فی لافی ایام خلافته"۔

''سیرت وتاریخ لکھنے والے اکثر حضرات کا یہی قول ہے کہ یہ جنگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت میں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مراد آپ کی خلافت کا زمانہ نہیں بلکہ آپ کی قیادت میں ہونے والے غزوہ کا زمانہ مراد ہے۔''

"ام حرام هی زوجة عبادة بن صامت ماتت غازیة مع زوجها بارض الروم و كان موتها فی خلافة عثمان"۔

''ام حرام' عبادہ بن صامت کی زوجہ ہیں روم کی سرزمین میں اپنے خاوند کے ساتھ غزوہ میں شریک تھیں وہاں ہی انکی وفات ہوئی' اور انکی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔''

(از اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ)

"سئل الكیا الهراسی الفقیه الشافعی عن یزید بن معاویة هل هو من الصحابة ام لا؟ وهل یجوز لعنه ام لا؟ فاجاب انه لم یکن من الصحابةلانه ولد فی ایام عثمان رضی الله عنه"۔

(حیوات الحیوان ج۲ ص۱۹۵)

''الکیا ہراسی فقیہ شافعی المسلک رحمۃ اللہ علیہ سے یزید بن معاویہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ صحابی تھا یا نہیں' اس پر لعنت جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا' وہ صحابی نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوا۔''

جب پہلی جنگ ہوئی اس وقت یزید ایک یا دو سال کا ہے کیونکہ یزید کی پیدائش ۲۵ یا ۲۶ھ کو ہوئی۔ اور ۲۷ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری فوج کے ذریعہ قبرص پر حملہ کیا ان کے ساتھ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام حرام بنت ملحان بھی تھیں یہ انصاری خاتون اپنی سواری سے گر کر اللہ کو پیاری ہوئیں' اس واقعہ سے بہت پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا قبرص پر حملہ آور لشکر میں عبادہ کی بیوی بھی ہوگی۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۸۳)

ابن خلدون کے ایک قول کے مطابق پہلی جنگ ۳۲ھ میں ہوئی گویا اس وقت یزید چھ سال کا ہوگا۔ دوسری جنگ ۵۲ھ میں ہوئی۔

"وذكر ان یزید معاویة غزا بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة ومعه جماعة من سادات الصحابة منهم ابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابو ایوب الانصاری كانت وفات ابی ایوب الانصاری هنالك قریبا من سور القسطنطنیة وقبره هناك تستقی به الروم اذا قحطوا وقال صاحب المرآة والاصح ان یزید ابن معاویة غزا القسطنطنیة فی سنة اثنین وخمسین"۔

(عمدۃ القاری ج۶ ص ۶۴۹)

''بیان کیا گیا ہے بیشک یزید بن معاویہ نے بلاد روم میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں پہنچ گیا' ان کے ساتھ اکابر صحابہ کرام کی جماعت بھی تھی جن میں ابن عمر ابن عباس' ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری بھی تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات قسطنطنیہ شہر کی دیوار کے قریب ہی ہوئی اور وہاں ہی ان کی قبر ہے۔ جس کے وسیلہ سے اہل روم قحط سالی میں بارش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ صاحب مرآۃ نے کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یزید ابن معاویہ نے یہ جنگ ۵۲ھ میں کی۔''

اب یہاں دو چیزیں زیر غور ہیں ایک یہ کہ یزید اس جنگ میں خوشی سے گیا یا جبراً بھیجا گیا اور دوسری یہ کہ یزید کب گمراہ ہوا۔ ان دو کو سمجھنے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ یزید کا

مقام کیا ہے؟

یزید جہاد میں کیسے شریک ہوا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب بلا دروم کی طرف لشکر کو جنگ میں بھیجا اور لشکر کا امیر سفیان بن عوف کو مقرر کیا:

"وامر ابنه یزید بالغزاة معهم فتثاقل واعتل فامسك عنه ابوه فاصاب الناس فی غزاتهم جوع ومرض شدید فانشا یزید:

مالی ابالی بما لاقت جموعهم
بالفرقدونة من حمی ومن حوم
اذا اتکأت علی لأنما مرتفعا
بدیر مران عندی ام کلثوم

"ام کلثوم امراة وهی ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاویة شعره فاقسم علیه لیلحقن بسفیان فی ارض الروم لیصیبه ما اصاب الناس"۔ (ابن اثیر، ج ۲، ص ۱۹۷)

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا، اسے یہ حکم بہت بھاری محسوس ہوا وہ حیلے بہانے تراشنے لگا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس جنگ میں لوگ شدید مرض اور بھوک میں مبتلا ہو گئے۔" تو یزید نے خوشی سے یہ شعر پڑھے:

اشعار کا ترجمہ: مجھے کچھ پرواہ نہیں جو لشکر کو مقام فرقدونہ میں بخار اور مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے میں تو مقام دیر مران میں بلند و بالا مقامات پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے پاس ام کلثوم موجود ہے۔ ام کلثوم عبداللہ بن عامر کی بیٹی اور یزید کی زوجہ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے ان شعروں کا علم ہوا تو آپ نے قسم اٹھائی کہ یزید ضرور میدان جنگ میں جائے گا اور سفیان بن عوف کو مل جائے گا تا کہ بلادِ روم میں

جو دوسرے لشکر کو مصائب و آلام کا سامنا ہے وہ یزید کو بھی سامنا کرنا پڑے۔ اب اس واقعہ کے بعد اندازہ لگائیں کہ یزید کتنی خوشی سے جنگ میں شریک ہوا اور جنگ میں لشکر کو مصائب و آلام پہنچنے پر یہ کہنا غمزدہ ہوا جب اسے جبراً بھیجا گیا، اسے لشکر کی مصیبتوں کا کوئی غم نہیں ہوا تو یہ کس ثواب کا مستحق ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جنگ ۵۲ھ اس وقت اگر یہ مغفرت کا مستحق ہوا بھی ہے تو اب اسکی تعریف نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس کے مظالم ۶۰ھ میں ہوئے۔ بد بخت ہونے، گمراہ ہونے یا کسی کے مرتد ہونے کے بعد اسکے پہلے نیک اعمال کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ ابلیس کو کافر تو کہا جائے گا لیکن عبادت گذار اور اللہ تعالی کے احکام کا فرمانبردار نہیں کہا جائے گا۔ حالانکہ کفر سے پہلے یہ عبادت گزار اور فرمانبردار تھا اسی طرح بلعم بن باعور کے مرتد ہونے سے پہلے کی عبادت اور ولایت اس کے لئے نفع مند نہیں بلکہ اب اسے مرتد ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح یزید بھی جب راہ راست سے بھٹک گیا تو اسکی پہلی عبادات جو قابل مغفرت تھیں ان کا لحاظ نہیں کیا جائیگا بلکہ اسکے مظالم اور ظاہری گناہوں کا لحاظ کیا جائے گا۔ یزید کی قسطنطنیہ میں شرکت کو بطور دلیل مہلب نے جب پیش کیا کہ وہ مغفرت کا مستحق ہے اور اسکی خلافت برحق ہے۔ تو اسکا رد ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے فرمایا:

"ولا یلزم من دخوله ذالك العموم من ان لا یخرج بدلیل خاص اذلا خلاف ان قوله علیه السلام مغفور لهم مشروط بکونه من اهل المغفرة حتی لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذالك لم یدخل فی ذالك العموم اتفاقاً قاله ابن المنیر"۔

"یزید کے اس عمومی حکم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی خاص دلیل سے خارج نہیں ہو سکتا۔ بلا خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قسطنطنیہ میں شرکاء کے لئے مغفرت کا ارشاد گرامی مشروط ہے کہ وہ اگر اہل مغفرت ہوا تو اسکی مغفرت ہو جائے گی یہاں تک کہ العیاذ باللہ اگر اس جہاد میں شریک ہو کر کوئی شخص

مرتد ہو جاتا تو بالاتفاق وہ اس عمومی حکم میں داخل نہیں ہوتا۔ ابن منیر کا یہی قول ہے۔"

(قسطلانی ج۵ص۱۰۴)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بحث سے واضح ہو گیا کہ یزید اگر اس وقت قابل مغفرت تھا تو پھر بھی بعد کے مظالم اور عبادات میں کوتاہیوں سے گمراہ اور فاسق و فاجر ہو گیا۔ نیز عمدۃ القاری میں بھی مہلب کے قول کو اسی دلیل سے رد کیا گیا ہے کہ یزید دلیل خاص سے عمومی حکم سے خارج ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ عمدۃ القاری میں اس قول کو بھی رد کیا گیا جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر صحابہ کرام یزید کی قیادت میں جہاد میں شریک تھے۔

"قلت الاظهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا بان يكونوا هؤلاء السادات في خدمته".

(صاحب مراۃ نے کہ) "میں کہتا ہوں زیادہ واضح بات یہ ہے کہ یہ اکابر صحابہ کرام اس سفیان بن عوف کی قیادت میں جنگ میں شریک تھے، یزید بن معاویہ کی زیر قیادت نہیں تھے، کیونکہ وہ اس کے قابل ہی نہیں تھا کہ ایسے اکابر صحابہ کرام کو اسکی قیادت میں جہاد میں بھیجا جاتا۔"

(عمدۃ القاری ج۲ص۶۴۹)

یزید فاسق تھا:

"ولما حدث في يزيد ما حدث من الفسق اختلف الصحابة في شانه".

"فسق آگیا تو صحابہ میں اسکی خلافت کے معاملات میں اختلاف ہوا۔"

(مقدمہ ابن خلدون ص۱۷۷)

بعض حضرات نے یزید کی بیعت کو توڑ دیا تھا:

"فمنهم من راى الخروج عليه ونقض البيعة من اجل ذالك ومنهم من اباه لمافيه من اثارة الفتنة و كثرة القتل مع العجز عن الوفاء به".

(مقدمہ ابن خلدون ص۱۷۷)

"بعض حضرات نے یزید کے فاسق ہو جانے کی وجہ سے اسکی مخالفت کرنے اور بیعت کو توڑ دینے کی رائے دی اور بعض نے

کہا کہ ہمارے پاس طاقت تو ہے نہیں کہ ہم اس کا مقابلہ کریں اسلئے کہ اسکی مخالفت پر فتنہ اٹھے گا اور کثیر لوگ قتل ہو جائیں گے اسلئے خاموشی اختیار کی جائے۔"

یزید کے مظالم کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی:

"لا يزال امر هذه الامة قائما بالقسط حتى يكون اول من يسلمه رجل ممن بنى امية يقال له يزيد".

(البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۳۱)

"میری اس امت کے معاملات عدل وانصاف پر قائم رہیں گے یہاں تک پہلا شخص جو اسے (عدل وانصاف) کو تباہ کرے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا' اسے یزید کہا جائے گا۔"

یزید کے مظالم:

"وقد اخطا يزيد خطافاحشافي قوله لمسلم بن عقبة ان يبيح المدينة ثلثة ايام وهذا خطا كبير فاحش مع ما انضم الى ذالك من قتل خلق من الصحابة وابنائهم وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله ابن زياد وقد وقع هذه الايام الثلاثة من المفاسد العظيمة فى المدينة النبوية مالا يحد ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله عزوجل".

(البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۲۲)

"یزید کی بہت بڑی خطا تھی کہ اس نے مسلم بن عقبہ کو کہا تھا کہ مدینہ طیبہ کو (مظالم قتل وغارت کے لئے) تین دنوں کے لئے مباح قرار دے دیا جائے۔ یہ اسکی بہت بڑی فحش غلطی تھی جس کی وجہ سے کثیر صحابہ کرام اور ان کی اولاد کو شہید کر دیا گیا۔ اس سے پہلے یہ عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرانے کا ظلم بھی کر چکا تھا۔ اس ظالم نے مدینہ طیبہ کو تین دنوں کے لئے جو مباح قرار دیا تھا، اس دوران مدینہ طیبہ میں کتنے

مظالم اور برائیوں کا ارتکاب ہوا ان کی حد اور صفت نہیں بیان کی جاسکتی اور انکی صحیح تعداد بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ یعنی وہ مظالم بے حد اور ان گنت تھے۔

یزید کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی:

"عن ابی سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول یکون خلف من بعد ستین اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف یلقون غیا"۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۳۰)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ۶۰ ھ کے بعد ایسے لوگ خلیفہ بن جائیں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے، خواہشات کی تابعداری کریں گے وہ عنقریب (جہنم کی وادی) غی میں ڈال دیئے جائیں گے"۔

"وفی هذا اشارة الی ان اول الاغیلمة كان فی سنة ستین یزید وهو كذالك فان یزید بن معاویة استخلف فیها وبقی الی سنة اربع ستین فمات"۔

(فتح الباری، ج ۱۳، ص ۷)

"اس میں اشارہ ہے کہ پہلے پہل ۶۰ ھ میں چھوکروں کی حکومت جو قائم ہوئی وہ یزید ہی تھا کیونکہ یزید میں وہی اوصاف تھے جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرما دیئے تھے۔ بیشک یزید بن معاویہ ۶۰ ھ میں خلیفہ بنا اور ۶۴ ھ تک رہا پھر مر گیا"۔

یزید کے ہاتھوں امت کی ہلاکت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"هلكة امتی علی یدی غلمة من قریش"۔ (بخاری، مشکوۃ کتاب الفتن)

"میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی"۔

خیال رہے لڑکوں سے مراد نابالغ بچے نہیں بلکہ بے عقل مراد ہیں۔

"علی یدی غلمة ای علی ایدی شبان

"آپ کے قول لڑکوں کے ہاتھوں سے مراد

الذین ماوصلوا الی مرتبه كمال العقل واحداث السن الذین لا مبالاة لهم باصحاب الوقار"۔ (مرقاۃ)

نوجوان جو کامل عقل کے درجے پر نہ پہنچے ہوں اور نو عمر ہوں جن کو اصحاب وقار کی عزت کی کوئی پرواہ نہ ہو۔"

خیال رہے کامل عقل چالیس سال پر ہوتی ہے۔ یزید کی عمر حاکم بننے کے وقت تینتیس سال تھی۔

"لعله ارید بهم الذین كانوا بعد الخلفاء الراشدین مثل یزید وعبد الملك بن مروان وغیرهما"۔ (مرقاۃ)

"ہوسکتا ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد کے لوگ مراد لئے گئے ہوں جیسے عبدالملک بن مروان اور یزید۔"

"عن ابی هریرة رفعه اعوذ بالله من امارة الصبیان قالوا وما امارة الصبیان قال ان اطعتموهم هلكتم ای فی دینكم وان عصیتموهم اهلكوكم ای فی دنیاكم بازهاق النفس اوباذهاب المال اوبهما"۔

(فتح الباری ۱۳ ص ۷)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے "میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں لڑکوں کی حکومت سے"۔ صحابہ کرام نے پوچھا لڑکوں کی حکومت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو وہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے یا مال برباد کر کے یا مال اور جان دونوں ہلاک کر کے تمہاری دنیا برباد کر دیں گے۔"

اسی مقام پر ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں تحریر فرمایا:

"قلت وقد یطلق الصبی والغلیم بالتصغیر علی الضعیف العقل والتدبیر والدین ولو كان محتلما وهو المراد هنا"۔

"میں کہتا ہوں کبھی صبی اور غلام کی تصغیر ذکر کر کے مراد "ضعیف العقل اور ضعیف التدبیر اور ضعیف الدین لیا جاتا ہے اگرچہ وہ بالغ بھی ہو یہاں بھی یہی مراد ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ یزید بے عقل بے تدبیر اور بے دین تھا یعنی پختہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے اور بے دین ہونے کی وجہ سے ظالم ہوا۔

حرف آخر:

یزید کے متعلق راقم کا مسلک وہی ہے، جو علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے مہلب کے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

"قلت وای منقبة کانت لیزید وحاله مشهور"

"میں کہتا ہوں یزید نے کون سا کام قابل تعریف کیا ہے اس کا حال مشہور و معروف ہے۔"

(عمدۃ القاری ج٦ ص ٦٤٩)

حقیقت یہی ہے کہ یزید کی تعریف کرنے والے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والے دونوں بد بخت ہیں۔

یزید پر لعنت کا حکم:

اگرچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد میں بہت سختی کی ہے اور کہا ہے:

"لعنه الله علیه وعلی انصاره واعوانه"

"یزید اور اسکے تمام مددگاروں پر اللہ تعالی کی لعنت ہو۔"

"قال السیوطی لعن الله قاتل الحسین وابن زیاد ومعه ویزید"۔

(حاشیہ نبراس ص ٥٥٤)

"علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالی کی لعنت ہو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ابن زیاد اور اسکا ساتھ دینے والے قاتلوں اور یزید پر۔"

لیکن کچھ حضرات نے یزید پر شخصی لعنت سے اجتناب بھی کیا ہے۔

"وبهذا ظهر ان استدلالهم علی لعن یزید بالنصوص العامة غیر صحیح"۔

"صاحب نبراس نے اپنے دلائل ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے

کہ یزید پر لعنت کرنے والے حضرات کے عام نصوص سے استدلالات درست نہیں۔"

(نبراس ص ٥٥٥، مطبوعہ موسسۃ الشرف لاہور)

قول فیصل:

سب سے بہتر ارشاد سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لعن یزید کے جواز کا فتوی دیتے ہیں۔ فرمایا:

شیخ مو بمو سفتہ محبت بنو فاطمہ ہیں، پس ان کو ایذا پہنچانے والے کے حق میں پورے طور پر مجوز لعنت ہیں۔ لیکن بعض اہل علم نے اس میں تامل کیا ہے اور کہا ہے کہ آخرت کا حال معلوم نہیں، ممکن ہے یزید نے توبہ کی ہو۔ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رد میں خوب فرمایا ہے کہ قتل ذریت طیبہ اور انکی اہانت بطور یقین اور امر مشہور ہے اور توبہ امر محتمل۔ پس احتمال وظن یقین سے کیا نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے دیگر محققین بھی لعن کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ ہمارے مخلصوں میں سے ایک شخص کو دمشق کی سیر و سیاحت کا اتفاق ہوا ہے، اس نے بیان کیا ہے کہ سارے شہر کی آلودگیاں اور خاکروبہ یزید کی قبر کے پاس ڈالتے ہیں۔ وہ جگہ آبادی سے بہت دور ہے ہاں جواز اور لزوم میں فرق ہے۔ لعن کو عادت بنانا ضروری اور لازم نہیں۔ بہتر ہے کہ بحکم عام فرمودہ حق تعالی "فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ" پر کفایت کی جائے بجائے لعن کرنے کے اللہ اللہ کرنا اولین و آخرین کے حق میں بہتر کام ہے۔

(ملفوظات مہریہ ملفوظ ١٦٤ ص ١٢٤)

ضروری نوٹ:

پہلے ایک کتاب ''**حق چاریار** '' چھپی ہے۔ نفس مسئلہ سے تو مجھے اتفاق ہے' میری تصنیف ''نجوم الفرقان'' کے اس میں بہت حوالہ جات بھی ہیں۔ لیکن اس کتاب میں علماء ومشائخ کے خلاف جوزبان استعمال کی گئی' اس پر افسوس ہوا۔ مسائل کی تحقیق میں اختلاف سلفِ صالحین سے آرہا ہے۔ جب تک صریح کلمہ کفر کسی کی تحریر وتقریر میں نہ پایا جائے اس پر ایسی تنقید جسے عام معاشرہ میں ''گالی'' سمجھا جائے' وہ علماء کو زیب نہیں دیتا۔

''**مولوی فدا حسین**'' جو میرا شاگرد بھی ہے' اُسے نصیحت کی گئی تھی کہ نفسِ مسئلہ آپ دلائل سے لکھیں لیکن کسی کو نشانہ نہ بنائیں لیکن اس نے ایک استاد کی بات کو وقعت نہ دی۔ اپنے ذہن وضمیر کے مطابق سب وشتم سے کام لیا۔

اس کو'' **جامعہ جماعتیہ مہر العلوم راولپنڈی** '' سے تدریس سے فارغ کرنے کی صرف یہی وجہ تھی۔ یہ وجہ نہیں تھی کہ مسئلہ سے اختلاف تھا۔ سب سے زیادہ افسوس یہ ہوا کہ اس نے میری تصنیف سے مسائل لے کر اپنی طرف سے زہر اگلا ہے۔

میں اپنے بریلوی مسلک یعنی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مسلک کا ترجمان تو ضرور ہوں لیکن بڑی کوشش سے سنجیدگی کا لحاظ کرتا ہوں۔ مسائل میں مجھے بھی کسی سے اختلاف ہو سکتا ہے اور کسی کو مجھ سے بھی اختلاف ہو سکتا ہے مگر کسی کو گالی دینا میرا طریقہ کار نہیں۔

عبدالرزاق بھترالوی 'حطاروی

محقق العصر شیخ الحدیث علامہ عبدالرزاق بھترالوی حطاروی کا علمی شاہکار

1	تفسیر نجوم الفرقان ج۱	27	تکریم والدین مصطفیٰ
2	تفسیر نجوم الفرقان ج۲	28	احکام مسجد
3	تفسیر نجوم الفرقان ج۳	29	اذان کے ساتھ درود شریف مستحب ہے
4	تفسیر نجوم الفرقان ج۴	30	میزان الصرف (اردو حاشیہ)
5	تفسیر نجوم الفرقان ج۵	31	مراح الارواح (اردو حاشیہ)
6	تفسیر نجوم الفرقان ج۶	32	نور الایضاح (عربی حاشیہ)
7	تفسیر نجوم الفرقان ج۷	33	مختصر قدوری (عربی حاشیہ)
8	تفسیر نجوم الفرقان ج۸	34	کنز الدقائق (عربی حاشیہ)
9	تفسیر نجوم الفرقان ج۹	35	ہدایہ مع جواہر السنایہ (عربی حاشیہ) ج۱
10	تفسیر نجوم الفرقان ج۱۰ (زیر طبع)	36	ہدایہ مع جواہر السنایہ (عربی حاشیہ) ج۲
11	تفسیر نجوم الفرقان ج۱۱ (زیر طبع)	37	ہدایہ مع جواہر السنایہ ج۳ (زیر طبع)
12	تذکرۃ الانبیاء	38	ہدایہ مع جواہر السنایہ ج۴ (زیر طبع)
13	موت کا منظر مع احوال حشر ونشر	39	تلخیص المفتاح (عربی حاشیہ)
14	شمع ہدایت	40	سراجی فی المیراث (اردو حاشیہ)
15	تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان	41	خلاصہ توضیح وتلویح (اردو حاشیہ)
16	اسلام میں عورت کا مقام	42	خلاصہ حسامی (اردو حاشیہ)
17	نماز حبیب کبریا	43	خلاصہ شرح نخبۃ الفکر (اردو)
18	میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	44	خلاصہ مناظرہ رشیدیہ (اردو)
19	اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے	45	خلاصہ سراجی (اردو)
20	نماز کے بعد ذکر ودعا مستحب ہے	46	سبز امامہ کی برکتوں سے کذاب جل اٹھے

محقق العصر شیخ الحدیث علامہ عبدالرزاق بھترالوی حطاروی کا علمی شاہکار

21	ایصال ثواب امر مستحب ہے	47	شمائل ترمذی
22	اذان میں انگوٹھے چومنا	48	خلاصہ شرح معانی الآثار
23	عقیدہ حاضروناظر	49	خلاصہ شرح عقائد
24	تحفہ حفاظ	50	جواہر التحقیق (زیرترتیب)
25	فضائل رمضان	51	انوار التحقیق (زیرطبع)
26	شب برأت سے روکنے کی ناپاک جسارت	52	نجوم التحقیق
	دینی تعلیم (قاری محمد آصف قادری)		شرح المطالب (اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ)

فضائلِ صحابہ کرام واہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم پر تحقیقی کتاب

انوار التحقیق

مصنف: محقق العصر شیخ الحدیث علامہ عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ

عنقریب منظرعام پرآرہی ہے۔

یارِ غار ومزار خلیفہ بلافصل بالتحقیق خسرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

افضلیت پرلاجواب کتاب

جواهر التحقیق

مصنف: محقق العصر شیخ الحدیث علامہ عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ

عنقریب منظرعام پرآرہی ہے۔

{فانتظروا انی معکم من المنتظرین}

شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہرالعلوم ٹھکریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا کری روڈ راولپنڈی

دینی تعلیم
۳۵۰ سوال و جواب کا مجموعہ
ازافادات
پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ
مرتب
انجنیئر حافظ قاری محمد آصف قادری
مکتبہ امام احمد رضا کری روڈ راولپنڈی

قابلِ مطالعہ کتابیں
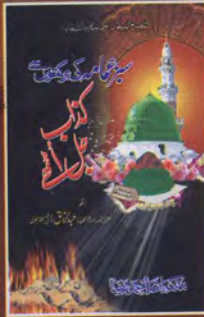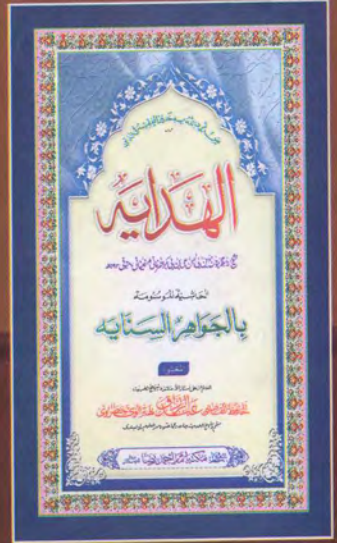
مکتبہ امام احمد رضا
کری روڈ، راولپنڈی
CELL:0321-5098812